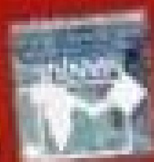
THE MASTER KEY TO RICHES
NAPOLEON HILL

کا

اردو ترجمہ

دولت مند بننے کے آسان اور اچھوتے اصول





اردو ترجمہ رانا اعجاز احمد

THE MASTER -KEY TO RICHES

BY:: Napoleon Hill

دولت مند بننے کے آسان

اور اچھوتے اصول

نپولین ہل

اردو ترجمہ:: رانا اعجاز احمد

باب ۱

زندگی کی بارہ دولتیں

مجھے یقین ہے کہ آپ دوسرے تمام لوگوں کی طرح زندگی کی تمام خوشیاں اور آسائشیں حاصل کرنے کے خواہش مند ہونگے، یہ بات ایک فطری عمل ہے، آپ معاشی تحفظ چاہتے ہونگے، جو صرف دولت مہیا کرسکتی ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے آپ خود اپنی دولت پیدا کرنا چاہتے ہوں،

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں، جو دولت پیدا کرنے کے لئے آسان راستوں کی تلاش میں رہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ہم کچھ نہ کریں اور ہمیں دولت حاصل ہو جائے۔ یہ بھی ایک فطری خواہش ہے۔ لیکن میں نے اپنی زندگی میں اپنے تجربے سے جو کچھ حاصل کیا ہے، شاید آپ کے لئے بھی فائدہ مند ثابت ہوسکے، وہ یہ ہے کہ بغیر قربانی یا محنت کے کچھ بھی حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن دولت حاصل کرنے کا ایک یقینی راستہ موجود ہے، اور اس کا علم صرف اس شخص کو ہوتا ہے، جس کے پاس ماسٹر چابی ہوتی ہے۔ یہ ماسٹر چابی ایک حیرت انگیز چیز ہے۔ جس کے پاس یہ موجود ہوتی ہے۔ وہ اپنے مسائل کے حل کے لئے اس کو ہر بند دروازہ کھولنے کے لئے استعمال کرسکتے ہیں۔

یہ عمدہ اور اچھی صحت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

یہ عشق و محبت کا دروازہ کھول دیتی ہے۔

یہ انسان کے کردار اور اسکی شخصیت میں ایسی تبدیلیاں پیدا کرتی ہے، جو اس کے لئے پائیدار دوستی کے دروازے کھول دیتی ہے۔

یہ ایسے طریقوں سے روشناس کراتی ہے، جن کے ذریعے ہر بدقسمتی، ہر مایوسی، تمام غلط فیصلے، ماضی کی ہر شکست ایک قیمتی سرمائے میں بدل جاتی ہے۔

جن کے پاس یہ موجود ہوتی ہے، ان میں یہ امیدوں کے نئے چراغ جلا دیتی

ہے۔ اور ایسی تراکیب سے آگاہ کرتی ہے۔ جن کی مدد سے انسان اپنے اندر موجود ذہانت کے وسیع اور لامحدود ذخائر سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

یہ ادنیٰ انسانوں کو اقتدار، شہرت اور قسمت کی بلندیوں تک پہنچا دیتی ہے۔

یہ گھڑی کی سوئیوں کو واپس گھماتے ہوئے ان لوگوں میں جوانی کی نئی روح پھونک دیتی ہے، جو وقت سے پہلے بوڑھے ہو چکے ہوتے ہیں۔

یہ ان طریقوں سے آگاہ کرتی ہے، جن کی مدد سے آپ اپنے ذہن پر مکمل اور پورا قابو حاصل کر سکتے ہیں۔ اور اس طرح یہ دلی جذبات اور سوچنے کی قوت پر مکمل قابو حاصل کرنے میں آپ کی بھرپور مدد کرتی ہے۔

وہ لوگ جو سکول کی رسمی تعلیم مناسب طور پر حاصل نہیں کر سکے، یہ ان کی کمزوریوں اور محرومیوں کا مداوا کرتی ہے۔ اور ان کو وہی مواقع مہیا کرتی ہے، جو بہتر تعلیم حاصل کرنے والوں کو میسر ہوتے ہیں۔

اور آخر میں ایک ایک کر کے یہ زندگی کی ان بارہ دولتوں کے دروازے کھول دیتی ہے۔ جن کا ذکر میں ابھی کرنے لگا ہوں۔

کوئی شخص بھی وہ بات نہیں سنتا جس کے سننے کے لئے اس نے تیاری نہ کی ہو، یہ تیاری کئی ایک پہلو پر مشتمل ہے۔ جن میں مقصد سے اخلاص، دل کی انکساری، اور اس حقیقت کو تسلیم کرنا کہ کوئی بھی شخص ہر چیز کے بارے میں علم نہیں رکھتا وغیرہ شامل ہیں۔

میں آپ سے حقائق کے بارے میں بات کروں گا، اور بہت سے اصول بیان کروں گا۔ جن میں سے کچھ آپ نے کبھی بھی نہیں سنے ہونگے۔ کیونکہ ان کا علم صرف ان لوگوں کو ہے، جنہوں نے اپنے آپ کو ماسٹر چابی حاصل کرنے کے لئے تیار کیا ہوا ہے۔

آپ کی دو ہستیاں

اس سے پہلے کہ میں بارہ دولتوں کا ذکر کروں، میں آپ کو ان چند دولتوں سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں، جو آپ کے پاس پہلے ہی موجود ہیں۔ ہوسکتا ہے آپ خود بھی ان دولتوں سے آگاہ نہ ہوں۔

سب سے پہلے میں آپ کو یہ باور کرانا چاہتا ہوں، کہ اگرچہ آپ اپنے کو ایک واحد شخصیت خیال کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں آپ ایک سے زیادہ شخصیتوں کے مالک ہیں۔ آپ اور دوسرے تمام لوگ کم ازکم دو شخصیتوں کے حامل ہیں۔ آپ میں سے اکثر کی دو سے بھی زیادہ شخصیتیں ہوتی ہیں۔

آپ کی ایک ہستی وہ ہے، جسے آپ جب آئینے میں دیکھتے ہیں، تو پہچان لیتے ہیں۔ یہ آپ کی مادی یا جسمانی ہستی ہے، لیکن یہ محض ایک مکان ہے، جس میں آپ کی دوسری ہستیاں رہتی ہیں۔ اس مکان میں کم ازکم دو افراد رہتے ہیں، جو اندرونی طور پر ایک دوسرے سے متصادم ہیں۔

ان میں سے ایک منفی رجحانات رکھنے والا شخص ہے، جو شک، غربت، اور خوف کے بارے میں سوچتا، چلتا پھرتا اور زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے۔ یہ شخص ہمیشہ ناکامی کی توقع رکھتا ہے۔ اور اس حوالے سے اسے شاذ ہی ناکامی کا سامنا ہوتا ہے۔ یہ ایسے غمگین حالات میں زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ جن سے آپ چھٹکارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کو قبول کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ مثلاً غربت، لالچ، توہمات، خوف، شک، غم اور جسمانی بیماریاں وغیرہ۔

آپ کی دوسری ہستی ایک مثبت قسم کا شخص ہے، جو دولت کے متحرک اور مثبت پہلوؤں، اچھی صحت، محبت اور دوستی، ذاتی کامیابی، تخلیقی نقطہ نظر اور دوسروں کی خدمت کے حوالے سے سوچتا ہے، اور ان نعمتوں کے حصول کے لئے آپ کی بے خطا رہنمائی کرتا ہے، محض یہ وہ ہستی ہے، جو ان بارہ دولتوں کو پہچاننے اور ان کی قدر

دانی کے قابل ہوتی ہے۔ یہی وہ واحد ہستی ہے جو دولتوں کے حصول کے لئے ماسٹر چابی وصول کرنے کے قابل ہے۔

آپ کے پاس دوسرے بہت سے اثاثے موجود ہیں، جن سے آپ خود بھی آگاہ نہیں ہوتے، وہ پوشیدہ دولتیں جن کو آپ نے نہ تو کبھی پہچانا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی استعمال کیا ہوتا ہے۔ ان میں وہ دولت بھی شامل ہے، جسے ہم ارتعاشی مرکز (vibrating centre)

کا نام دے سکتے ہیں۔ یہ ایک انتہائی حساس قسم کا سیٹ ہے۔ جو ریڈیائی پیغام نشر کرتا اور وصول کرتا ہے۔ اور آپ کے اردگرد موجود انسانوں اور کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے۔ یہ طاقت ور یونٹ آپ کے خیالات اور احساسات کو نشر کرتا ہے۔ اور پیغامات کے ایک ایسے ختم نہ ہونے والے سلسلے کو وصول کرتا ہے۔ جو آپ کی زندگی میں کامیابی کے لئے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ ایک لا محدود گنجائش کا حامل کبھی نہ تھکنے والا دوطرفہ مواصلاتی نظام ہے۔

آپ خواہ سو رہے ہوں یا جاگ رہے ہوں، آپ کا یہ ریڈیو اسٹیشن خودکار طور پر مسلسل کام کرتا رہتا ہے۔ اور آپ کی دو اہم شخصیات یعنی منفی شخصیت یا مثبت شخصیت میں سے کبھی ایک اور کبھی دوسرے کے کنٹرول میں ہوتا ہے۔

جب یہ آپ کی منفی شخصیت کے کنٹرول میں ہوتا ہے تو آپ کے انتہائی حساس ریسورز (receivers) بے شمار منفی شخصیات کے صرف منفی پیغامات وصول کرتے ہیں، یہ ایک بالکل فطری عمل ہے۔ اور اس کے نتیجے میں اس کا کیا فائدہ؟۔ اور مجھے موقع ہی نہیں ملا جیسی سوچ جنم لیتی ہے۔ بالکل انہی الفاظ میں نہ ہی، لیکن یہ سوچ آپ کی اپنی ذات پر اعتماد کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے آپ کی اپنی توانائیوں کے استعمال میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، منفی پیغامات اس وقت وصول ہوتے ہیں، جب آپ کے وصول کرنے والے اسٹیشن پر آپ کی منفی

شخصیت کا کنٹرول ہوتا ہے۔ اگر ان کو تسلیم کر لیا جائے اور راہنمائی کے لئے استعمال کیا جائے تو یہ یقینی طور پر زندگی کو ایسے حالات کی طرف لے جاتے ہیں، جو آپ کی خواہش یا پسند کے بالکل برعکس ہوتے ہیں۔

لیکن جب آپ کی مثبت شخصیت کا کنٹرول ہوتا ہے تو آپ کا مواصلاتی مرکز صرف ،، میں یہ کر سکتا ہوں،، جیسے تحریک بخش توانائی سے بھرپور اور پرامید خیالات کو وصول کرتا ہے، جو آپ کے لئے خوش حالی، اچھی صحت، محبت، امید، یقین، ذہنی سکون اور خوشی کا باعث بنتے ہیں، اور یہ زندگی کی ایسی اقدار ہیں۔ جن کی آپ اور دوسرے لوگ متلاشی ہوتے ہیں۔

سب سے بڑا تحفہ

میں آپ کو ماسٹر چابی دینا چاہتا ہوں، جس کی مدد سے آپ زندگی کی ان دولتوں کے علاوہ اور بہت سی دوسری دولتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ اس چابی کی مدد سے ہر شخص اپنے ریڈیو اسٹیشن کو اپنی مثبت شخصیت کے کنٹرول میں لا سکتا ہے۔

میں آپ کو ایسے ذرائع سے آگاہ کروں گا، جن کی مدد سے آپ ماسٹر چابی کی برکات میں حصہ دار بن سکتے ہیں، لیکن اپنا حصہ وصول کرنے کی مکمل ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے۔ کامیاب افراد کی زندگیوں کا قریبی مشاہدہ کرنے والے ہر شخص نے تسلیم کیا ہے۔ کہ تمام انفرادی کامیابیاں جو پائیدار ہوتی ہیں، ان کی ابتدا کسی دوسرے فرد کے سودمند اثرات سے ہوتی ہے۔ جن میں وہ آپ کو شریک کرتا ہے۔

میں آپ کو اس علم میں شریک کرنا چاہتا ہوں، جس کی مدد سے آپ تمام قسم کی دولتیں اپنی ذاتی ہمت کے بل بوتے پر حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ تمام تحفوں سے بڑا تحفہ ہے۔

یہ اپنی نوعیت کا واحد تحفہ ہے۔ جس کی کوئی بھی شخص، جسے ہماری جیسی قوم کا فرد ہونے کا شرف حاصل ہے توقع کر سکتا ہے، کیونکہ ہمارے پاس تمام قسم کی وہ

زبردست دولتیں جو انسانوں کو میسر ہیں، وافر مقدار میں موجود ہیں۔

میں سمجھتا ہوں، کہ آپ بھی امیر ہونا چاہتے ہیں۔

میں دولت کے حصول کے لئے مشکل اور لمبے راستوں پر چلتا رہا، جب کہ مجھے بعد میں پتا چلا کہ ایک چھوٹا اور قابل اعتماد راستہ بھی موجود ہے، جسے میں اختیار کر سکتا تھا، اگر میری رہنمائی کرنے والا کوئی شخص موجود ہوتا، جس طرح میں آپ کی رہنمائی کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ہم اس قابل ہوں کہ جب یہ دولتیں ہمارے پاس پہنچ جائیں تو ہم انہیں پہچان سکیں، کچھ لوگ سمجھتے ہیں، کہ دولت پیسوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن پائدار دولتیں اپنے وسیع تر مفہوم میں مادی اشیا کے علاوہ اور بھی بہت سی اوصاف کی حامل ہوتی ہیں۔ اور میں یہ بھی وضاحت کرنا چاہوں گا، کہ دوسرے غیر مادی اوصاف کے بغیر محض مادی دولت کا ذخیرہ وہ خوشیاں مہیا نہیں کر سکتا، جن کی کچھ لوگ اس سے توقع رکھتے ہیں۔

جب میں دولت کی بات کر رہا ہوتا ہوں تو میرے ذہن میں وہ عظیم دولتیں ہوتی ہیں، جو اپنے مالک کو مکمل خوشی اور اطمینان مہیا کرتی ہیں۔ اور میں تہہ دل سے اس میں ان لوگوں کو شریک کرنا چاہتا ہوں، جو ان کو حاصل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

۱۔ ایک مثبت ذہنی رویہ

تمام دولتوں کی ابتدا خواہ ان کی نوعیت کچھ بھی ہو، ذہنی حالت سے ہوتی ہے، ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ذہنی حالت ایک واحد چیز ہے، جس پر کسی بھی شخص کو کنٹرول کا مکمل اور تسلیم شدہ حق حاصل ہے۔

یہ بات بہت اہم ہے کہ خالق کل نے انسان کو اپنے خیالات تشکیل دینے کے علاوہ کسی چیز پر اس قدر مکمل کنٹرول عطا نہیں کیا۔ اور ساتھ ہی اس کو یہ سہولت بھی بخشی ہے کہ وہ ان کو اپنی مرضی کے کسی بھی نمونے کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔

ذہنی رویہ بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ذہن کو ایک ایسے مقناطیس میں تبدیل کر دیتا ہے، جو صرف ایسے عناصر کو اور تصورات کو کھینچتا ہے، جو کسی شخص کے نمایاں خیالات، اہداف اور مقاصد سے میل کھاتے ہوں، اور ان سے مطابقت رکھتے ہوں، یہ کسی شخص کے ذہن میں پائے جانے والے اندیشوں، پریشانیوں اور شکوک سے مشابہت رکھنے اور انہی اوصاف کے حامل عناصر کو بھی کھینچتا ہے۔

ایک مثبت ذہنی رویہ دولت کے حصول کی طرف پہلا قدم ہے، خواہ یہ مادی دولت ہو یا غیر مادی دولت۔

یہ حقیقی دوستی کی دولت اور اس دولت کو جس کے ہم مستقبل میں کامیابیوں کے لئے متلاشی ہوتے ہیں، کھینچتا ہے۔

یہ وہ دولتیں مہیا کرتا ہے جو ہمیں قدرت کی دست کاریوں میں ملتی ہے، مثلاً جس طرح یہ چاندنی راتوں میں، آسمان پر تیرتے ہوئے ستاروں میں، خوبصورت مناظر میں، اور افق کے خطوط میں موجود ہوتی ہیں۔

اور وہ دولت جو ہمیں اپنی پسند کے کام میں محنت کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جس کا اظہار انسان کی روح کی بلند ترین سطح پر ہوتا ہے۔

اور گھریلو رشتوں میں ہم آہنگی کی دولت، جہاں خاندان کے تمام ارکان مل جل کر ایک دوستانہ تعاون کے جذبے سے کام کرتے ہیں۔

اور مضبوط جسمانی صحت کی دولت، جو ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ جو کام کو کھیل اور عقیدت کو محبت کے ساتھ متوازن رکھنا سیکھ جاتے ہیں۔ اور کھانے کے لئے زندہ رہنے کی بجائے زندہ رہنے کے لئے کھانے کی دانش کو سمجھ جاتے ہیں۔

اور خوف سے نجات کی دولت۔

اور متحرک اور غیر متحرک جوش و جذبے کی دولت۔

اور گانے اور ہنسنے کی دولت، جو کہ دونوں ذہنی حالت کی نشان دہی کرتی ہے۔

اور تادیب نفس کی دولت، جس کے ذریعے ہمیں یہ خوش کن علم حاصل ہوتا ہے، کہ اگر ہم اپنے ذہن پر کنٹرول حاصل کرلیں، اور اسے ایک واضح اور غیر مبہم مقصد کے حصول کے لئے استعمال کریں تو ہم وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں، جس کی ہمیں خواہش ہوتی ہے۔

اور کھیل کود کی دولت، جس کے ذریعے ہم زندگی کے تمام بوجھ اتار کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں، اور دوبارہ چھوٹے بچے بن جاتے ہیں۔

اور اپنی دوسری ہستی کو دریافت کر لینے کی دولت، وہ ہستی جو مستقل ناکامی جیسی حقیقت سے بالکل واقف نہیں ہوتی۔

اور مراقبے کی دولت، یعنی رابطے کی وہ کڑی جس کی مدد سے کوئی بھی شخص لامحدود آفاقی دانش سے اپنی مرضی کے مطابق حصہ وصول کرسکتا ہے۔

جی ہاں ان کے علاوہ تمام دوسری دولتیں بھی مثبت ذہنی رویے سے جنم لیتی ہیں۔ لہٰذا اس میں حیرانی کا کوئی پہلو نہیں کہ بارہ دولتوں کی فہرست میں مثبت ذہنی رویہ سب سے پہلے آتا ہے۔

۲۔ مضبوط جسمانی صحت

مضبوط جسمانی صحت کی ابتدا صحت کے بارے میں شعور سے ہوتی ہے، جو ایسے ذہن کی پیداوار ہوتا ہے، جو بیماری کے بجائے صحت کے حوالے سے سوچنے کا عادی ہو، اور اس کے علاوہ کھانے پینے کی عادات میں اعتدال اور متوازن جسمانی سرگرمیوں کا خوگر ہو۔

۳۔ انسانی تعلقات میں ہم آہنگی

انسانی تعلقات میں ہم آہنگی کا آغاز اپنی ذات سے ہوتا ہے، جو کچھ شکسپیئر نے کہا وہ بالکل درست ہے، اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے سے فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اپنی ذات کے ساتھ مخلص اور سچے ہوجائیں تو جس طرح رات کے بعد دن

آتا ہے، اسی طرح آپ کسی کے ساتھ دغا اور فریب نہیں کر سکیں گے۔

۴۔ خوف سے آزادی

ہر وہ آدمی جو کسی بھی چیز سے خوف زدہ ہے، آزاد آدمی نہیں کہلا سکتا، خوف تباہی اور بربادی کا نقیب ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ یہ جہاں بھی جنم لے اسے پوری طرح پھلنے پھولنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔ سات بنیادی خوف ہیں، جو عام طور پر انسانی ذہن میں جنم لیتے ہیں:

☆ غربت کا خوف

☆ تنقید کا خوف

☆ خرابی صحت کا خوف

☆ محبت سے محرومی کا خوف

☆ آزادی سے محرومی کا خوف

☆ بڑھاپے کا خوف۔

☆ موت کا خوف

۵۔ کامیابی کی امید

ان اشیاء کے حصول میں، جو ہم آج تک حاصل نہیں کر سکے، کامیابی کی امید سب سے بڑی خوشی ہے، جو کسی انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ شخص نا قابل حد تک غریب ہوتا ہے۔ جو مستقبل میں اس امید کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا، کہ وہ ان اہداف کو حاصل کر لے گا، جو ماضی میں حاصل نہیں کر سکا۔

۶۔ یقین محکم

یقین انسان کے شعوری ذہن اور عظیم دانش کے لامحدود آفاقی ذخیرے کو باہم جوڑنے والی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ انسانی ذہن کے باغ کی وہ زرخیز مٹی ہے، جہاں زندگی کی تمام تر دولتیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ وہ دائمی اکسیر ہے، جو خیال کی

لہروں کو تخلیقی قوت اور تحریک بخشتا ہے۔

یقین تمام نام نہاد معجزوں اور بہت سے اسرار جن کی عقل اور سائنس تشریح کرنے سے قاصر ہے، کی بنیاد ہے۔

یقین وہ روحانی کیمیکل ہے، جسے جب دعا کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے، تو عظیم دانش کے ساتھ براہ راست اور فوری تعلق مہیا کرتا ہے۔

یقین وہ قوت ہے، جو خیالات کی معمولی توانائیوں کو ان کی ہم پلہ روحانی توانائیوں میں تبدیل کر دیتی ہے، اور یہ واحد قوت ہے، جس کے ذریعے عظیم دانش کی آفاقی قوتوں کو انسانی تصرف میں لایا جا سکتا ہے۔

۷۔ اپنی خوش بختی میں دوسروں کو شریک کرنے پر آمادگی۔

جو بانٹنے کے مبارک فن سے آشنا نہیں ہے، وہ خوشیوں کے حصول کے حقیقی راستے سے بھی نا آشنا ہے۔ کیونکہ خوشی صرف بانٹنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ تمام قسم کی دولتیں محض بانٹنے کے سادہ عمل کے نتیجے میں، جہاں یہ زیادہ بہتر طور پر دوسروں کے کام آ سکیں، پہلے سے کئی گنا اور زیادہ جاذب نظر ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیں، آپ اپنے دوسرے ساتھیوں کے دلوں میں پائدار مقام تب ہی بنا سکتے ہیں، جب آپ ان کو بھی اپنی خوش بختیوں میں شریک کرتے ہیں۔

وہ دولتیں جن میں کسی کو شریک نہ کیا جائے یا بانٹی نہ جائیں، خواہ یہ مادی ہوں یا غیر مادی، اس گلاب کی طرح مرجھا جاتی اور مر جاتی ہیں جس کو تنے سے کاٹ دیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ قدرت کا قانون ہے، کہ کسی چیز کو بے عملی کی حالت میں رکھنا یا اسے استعمال میں نہ لانا اس چیز کے گلنے سڑنے اور موت کا سبب بنتا ہے۔ اور اس حقیقت کا اطلاق انسان کی مادی ملکیتوں پر بھی اتنا ہی ہوتا ہے، جتنا ہر مادی جسم کے سیل پر ہوتا ہے۔

۸۔اپنی پسند اور شوق کا کام

دنیا میں اس سے زیادہ کوئی دولت مند نہیں ہو سکتا، جس کو اپنی پسند اور شوق کا کام مل جائے، اور وہ پوری تن دہی سے اسے انجام دے رہا ہو۔ کیونکہ کام یا محنت خواہش کے انسانی اظہار کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ محنت تمام انسانی ضروریات کی طلب اور رسد کے درمیان ایک رابطے کی شکل ہے۔ انسانی ترقی کی پیش رو ہے، ایک ایسا واسطہ ہے۔ جس کے ذریعے انسان کے تصور کو عمل کے پنکھ لگ جاتے ہیں، اپنی پسند کا تمام تر کام مقدس ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ کرنے والے کو اظہار نفس کی خوشی مہیا کرتا ہے۔

تمام موضوعات کے بارے میں وسعت قلب یا وسعت نظر کا ہونا۔

رواداری یا بردباری جو کہ تہذیب کی اعلیٰ ترین علامت ہے، صرف ان لوگوں میں پائی جاتی ہے، جو تمام موضوعات کے بارے میں ہمہ وقت وسعت نظر کے حامل ہوتے ہیں، اور یہ صرف وسیع النظر شخص ہی ہوتا ہے۔ جو حقیقی معنوں میں تعلیم یافتہ ہو سکتا ہے، اور اس طرح وہ زندگی کی عظیم دولتیں حاصل کرنے کے قابل ہو سکتا ہے۔

۱۰۔تادیب نفس

وہ شخص جو اپنی ذات کا مالک نہیں بن سکتا، وہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ وہ شخص جو اپنے وجود کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اپنے دنیاوی نصیب کا بھی مالک ہوتا ہے۔ اپنی تقدیر کا بھی مالک ہوتا ہے۔ اور اپنی روح کا سردار ہوتا ہے۔ اور تادیب نفس کی اعلیٰ ترین صورت اس وقت سامنے آتی ہے جب کوئی شخص بہت زیادہ دولت یا اس مقام کو حاصل کرنے کے بعد جسے عام طور پر کامیابی کہا جاتا ہے عجز و انکساری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

11۔لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت

وہ شخص جس کے پاس لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت ہوتی ہے ہمیشہ اس حقیقت سے

آشنا ہوتا ہے کہ تمام لوگ بنیادی طور پر ایک جیسے ہوتے ہیں، یعنی وہ ایک ہی تنے سے پھوٹنے والی شاخیں ہیں۔ اور یہ کہ انسانی سرگرمیاں زندگی کے نو بنیادی محرکات سے تحریک پکڑتی ہیں۔ یعنی:

محبت کا جذبہ

جنسی جذبہ

مادی فوائد حاصل کرنے کی خواہش

ذاتی تحفظ کی خواہش

جسمانی اور ذہنی آزادی کی خواہش

اظہار نفس کی خواہش

موت کے بعد زندگی کے دوام کی خواہش

غصے کا جذبہ

خوف کا جذبہ

اور صرف وہ شخص دوسرے لوگوں کو سمجھ سکتا ہے جو پہلے اپنے آپ کو سمجھتا ہے۔

دوسروں کو سمجھنے کی صلاحیت انسانوں میں مخاصمت کی بہت سی عام وجوہات کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ ہر قسم کی دوستی کی بنیاد ہے۔ یہ انسانوں کے درمیان تمام تر ہم آہنگی اور تعاون کی بنیاد ہے۔ یہ لیڈرشپ کے لیے جو کہ دوستانہ تعاون کی طلب گار ہوتی ہے، ایک اہم خصوصیت ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ تمام کائنات کے خالق کو پہچاننے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

12 معاشی تحفظ

ان بارہ دولتوں کا آخری لیکن انتہائی اہم حصہ غیر مادی نوعیت کا حامل ہے۔

معاشی تحفظ محض رقم جمع کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ یہ اس خدمت سے حاصل ہوتا ہے جو کوئی شخص دوسروں کے لیے انجام دیتا ہے کیونکہ مفید خدمات کو ہم تمام

انسانی ضروریات کی شکل میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس لیے نقد رقم کو استعمال کرنا یا نہ کرنا ضروری نہیں۔

ایک ارب پتی بزنس مین کو معاشی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ اس کے پاس بہت زیادہ دولت ہوتی ہے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ مردوں اور خواتین کو منفعت بخش ملازمت مہیا کرتا ہے۔ اور ان کے ذریعے انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو بہت زیادہ اہمیت کی حامل اشیاء اور خدمات مہیا کرتا ہے۔ جو خدمات وہ مہیا کرتا ہے وہ زر نقد کو کھینچتی ہیں اور یہی وہ درست راستہ ہے جس پر چلتے ہوئے پائیدار معاشی تحفظ حاصل کرنا چاہیے۔

اس وقت میں آپ کو ان اصولوں سے روشناس کراؤں گا جن کی مدد سے ہر قسم کی دولتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔ لیکن ان اصولوں کو استعمال کرنے کے لیے آپ کو سب سے پہلے اپنے آپ کو تیار کرنا ہوگا۔ ضروری ہے کہ ان دولتوں کو حاصل کرنے کے لیے آپ کا ذہن تیار ہو بالکل اسی طرح جس طرح بیج بونے کے لیے زمین کی سطح کو تیار کیا جاتا ہے۔

جب کوئی شخص کسی چیز کے لیے تیار ہوتا ہے تو وہ لازمی ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن چیزوں کی جسے ضرورت ہے وہ بغیر کسی وجہ کے حاضر ہو جائیں گی۔ کیونکہ کسی شخص کی ''ضروریات'' اور ان کو ''حاصل کرنے کے لیے تیاری'' میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اگر آپ اس فرق کو نظر انداز کر دیتے ہیں تو آپ ان اہم فوائد سے بھی محروم ہو جائیں گے جو میں آپ تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

لہٰذا صبر سے کام لیں اور مجھے موقع دیں کہ میں آپ کو ان اشیاء کے لیے تیار کر سکوں جن کی آپ کو خواہش ہے۔ مجھے اپنے طریقے پر رہنمائی کرنا ہوگی۔

ابتدا میں میرا یہ طریقہ کار آپ کو عجیب و غریب معلوم ہو سکتا ہے لیکن یہ بات آپ کی حوصلہ شکنی کی موجب نہیں بننی چاہیے' کیونکہ تمام نئے خیالات عجیب معلوم ہوتے

ہیں۔ اگر آپ کو میرے طریقۂ کار کے عملی ہونے پر شک ہے تو آپ کا حوصلہ بڑھانے کے لیے یہ حقیقت کافی ہے کہ مجھے تمام دولت اسی پر عمل کرنے سے حاصل ہوئی ہے۔

انسانی ترقی میں سست رفتاری کی وجہ ہمیشہ یہی رہی ہے کہ لوگ نئے خیالات قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

جب سیموئیل مورس نے ٹیلی گراف کے ذریعے اپنے مواصلاتی نظام کا اعلان کیا تو لوگوں نے اس کا ٹھٹھا اڑایا۔ اس کا نظام تقلید پسندی سے ہٹ کر تھا' یہ بالکل نیا تھا اس لیے شکوک وشبہات کا نشانہ بنا۔

اور دنیا نے مارکونی کو بھی تمسخر کا نشانہ بنایا جب اس نے مورس کے نظام میں مزید بہتری پیدا کرتے ہوئے بغیر تار کے مواصلاتی نظام کا اعلان کیا۔

تھامس ایڈیسن نے جب چمکتی ہوئی برقی روشنی حاصل کرنے میں اپنی کامیابی کا اعلان کیا تو دنیا نے اس کا مذاق اڑایا۔ اس طرح اس شخص کو بھی اسی قسم کے تجربے کا سامان ہوا جس نے دنیا کے سامنے بغیر کسی گھوڑے یا جانور کے خود بخود چلنے والی گاڑی پیش کی۔

ولبر اور آلیور رائٹ نے جب اپنی اڑنے والی پہلی مشین کی اڑان کے بارے میں اعلان کیا دنیا نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور اخبارات سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس مظاہرے کو دیکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

پھر جدید ریڈیو کی ایجاد سامنے آئی جو انسانی ذہانت کا ایک معجزہ ہے' جس نے آئندہ چل کر دوریوں کو سمیٹ دینا تھا۔ لیکن وہ ذہن جو اس کے لیے تیار نہ تھے ان کے نزدیک یہ محض بچوں کو بہلانے کا ایک کھلونا تھا۔

میں نے ان باتوں کا ذکر محض اس لیے کیا ہے کہ آپ لوگ جو دولت کے حصول کے لیے ایک نئے راستے کا انتخاب کر رہے ہیں صرف اس کے نئے پن کو دیکھتے

ہوئے دل برداشتہ نہ ہو جائیں۔ میرے ساتھ چلیں اور میرے فلسفے پر عمل کریں اور یقین رکھیں کہ آپ کے لیے یہ ویسے ہی کام کرے گا جس طرح اس نے میرے لیے کام کیا ہے۔

دولت کے لیے آپ کی راہنمائی کرتے ہوئے مجھے اپنی کوششوں کا بالکل اتنا ہی معاوضہ ملے گا جتنا آپ کو میری ان کوششوں کے نتیجے میں فائدہ حاصل ہوگا۔ یہ کائنات کا ایک ابدی اصول ہے۔ ضروری نہیں کہ مجھے میرا معاوضہ براہ راست آپ کی جانب ہی سے وصول ہو جو کہ میرے فلسفے پر عمل کر رہے ہیں' لیکن یہ کسی نہ کسی صورت میں مل ضرور جائے گا۔ کیونکہ یہ حقیقت عظیم آفاقی منصوبے کا حصہ ہے کہ کوئی بھی مفید کام جو کوئی شخص شروع کرتا ہے اس کا بدل ضرور ملتا ہے۔ جیسا کہ ایمرسن کا مقولہ ہے ''آپ کام شروع کریں اس کو کرنے کی قوت آپ کو مل جائے گی''۔

اس سے قطع نظر کہ آپ کے کام آنے کے بدلے مجھے کیا ملے گا' مجھ پر ایک قرض بھی ہے کہ دنیا نے مجھے جو نعمتیں اور سہولتیں عطا کی ہیں ان کی واپس ادائیگی کے لیے بھی کچھ کروں۔ بہت سے دوسرے لوگوں کی مدد کے بغیر میں اپنی یہ ساری دولت حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے پائیدار دولتیں حاصل کی ہیں انہوں نے امارت کی سیڑھی پر چڑھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوتے ہیں۔ ایک اوپر کی جانب ان لوگوں کی مدد حاصل کرنے کے لیے پھیلایا ہوتا ہے جو چوٹی پر پہنچ چکے ہیں' اور ایک نیچے کی جانب ان لوگوں کو سہارا دینے کے لیے پھیلایا ہوتا ہے جو ابھی اوپر چڑھ رہے ہیں۔

اور میں آپ کو بھی جو دولت کے حصول کے راستے پر گامزن ہیں یہ نصیحت کروں گا کہ دینے اور لینے کے لیے دونوں ہاتھ پھیلا کر آگے بڑھیں۔ کیونکہ یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ کوئی بھی شخص پائیدار کامیابی یا پائیدار دولتیں حاصل نہیں کر سکتا

اگر وہ اپنی اپنی خواہشات کے متلاشی دوسرے افراد کی مدد نہیں کرتا۔ کوئی چیز حاصل کرنے کے لیے پہلے دینا ضروری ہے۔

اور اب جبکہ ہمیں پتا چل چکا ہے کہ زندگی کی حقیقی دولتیں کیا ہیں‘ میں آپ کو اگلے مرحلے سے روشناس کراؤں گا جس پر آپ کو لازمی عمل کرنا ہو گا تا کہ آپ اپنے ذہن کو دولت حاصل کرنے کے لیے تیار کر سکیں۔

میں یہ بتا چکا ہوں کہ میں نے اپنی دولت دوسروں کی مدد سے حاصل کی ہے۔

ان میں سے کچھ لوگ ان سب کے لئے جانے پہچانے ہیں جو میری یہ کتاب پڑھ رہے ہیں۔ کچھ اجنبی ہیں جن کے نام آپ نے شاید کبھی بھی نہ سنے ہوں گے۔

ان اجنبیوں میں میرے آٹھ دوست ایسے ہیں جنہوں نے دولت کو قبول کرنے کے لیے میرے ذہن کی تیاری میں بہت زیادہ کردار ادا کیا ہے۔ میں انہیں آٹھ شہزادے کہتا ہوں۔ یہ میری جاگتے ہوئے بھی مدد کرتے ہیں اور اس وقت بھی مدد کرتے ہیں جب میں سو رہا ہوتا ہوں۔

اگرچہ ان شہزادوں سے میری آمنے سامنے کبھی بھی ملاقات نہیں ہوئی جیسا کہ میں دوسرے لوگوں سے ملتا رہا ہوں جنہوں نے میری مدد کی ہے یہ کھڑے ہو کر میری دولت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے خوف سے‘ حسد سے‘ لالچ سے‘ شک سے‘ تذبذب سے اور کام کو التواء میں ڈالنے سے بچائے رکھا ہے۔ انہوں نے مجھے اپنی ذاتی پیش قدمیوں کا حوصلہ بخشا ہے‘ میرے تصورات کو متحرک رکھا ہے‘ ایک واضح متعین مقصد عطا کیا ہے اور اس کے حصول کے لیے یقین کی دولت سے نوازا ہے۔

یہ اصل میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے ذہن کو بدلنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور میرے مثبت ذہنی رویے کے معمار ہیں۔

اور اب میں ان کو آپ کے سپرد کرتا ہوں تا کہ یہ آپ کے لیے بھی ایسی ہی

خدمات انجام دے سکیں۔

☆☆☆



آٹھ شہزادے

آپ ان شہزادوں کو کسی بھی دوسرے نام سے جو آپ پسند کریں پکار سکتے ہیں۔ ناصح مشیر سرپرست یا نیک ارواح جو چاہیں کہہ سکتے ہیں۔

جو بھی نام ہو شہزادے اس طریقے سے میرا کام کرتے ہیں جو سادہ اور قابل عمل ہے۔

ہر رات دن کی سرگرمیوں کے اختتام پر شہزادے اور میں ایک گول میز کانفرنس کرتے ہیں۔ اس کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ دن بھر انہوں نے جو میری خدمات انجام دی ہوتی ہیں ان کا شکریہ ادا کر سکوں اور اس طرح ان کے ساتھ اپنے تعلقات کو مزید مضبوط بنا سکوں۔

یہ کانفرنس ٹھیک اس طرح سے جاری رہتی ہے گویا کہ یہ شہزادے اپنے حقیقی گوشت پوست کے وجود کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ اپنے تصور کی قوت سے رابطہ کرتے ہوئے سوچ بچار نظر ثانی اور شکریہ ادا کرنے کا وقت ہوتا ہے۔

یہ آپ کی اس صلاحیت کا پہلا امتحان ہو سکتا ہے کہ آپ کس حد تک اپنے ذہن کو دولتیں قبول کرنے کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔ جب کسی ناخوشگوار صورتحال کا سامان ہو تو محض یاد کریں جب مورس مارکونی ایڈیسن اور رائٹ برادران نے پہلی مرتبہ اپنے نئے اور بہتر منصوبوں اور کمالات کا اعلان کیا تو کیا ہوا تھا۔ اس طرح آپ کو ناخوشگوار صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لیے حوصلہ اور طاقت ملے گی۔

آیئے اب شہزادوں کے ساتھ اپنی مجلس کا آغاز کرتے ہیں:

آج بہت خوبصورت دن تھا۔

اس نے مجھے جسمانی اور ذہنی صحت سے نوازا ہے۔

اس نے مجھے کھانے پینے کی اشیاء اور اوڑھنے کے لیے کپڑے مہیا کیے ہیں۔

اس نے مجھے دوسروں کے کام آنے کے لیے ایک اور دن مہیا کیا ہے۔

اس نے مجھے ذہنی سکون مہیا کیا ہے اور تمام اندیشوں اور وسوسوں سے نجات دلائی ہے۔

اے میری راہنمائی کرنے والے شہزادو! ان انعامات کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اپنی ماضی کی زندگی کے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے اور اس طرح میرے ذہن اور میرے جسم کو اور میری روح کو خوف اور فساد کے اثرات اور وجوہات سے بچانے پر آپ سب کا مجموعی طور پر شکر گزار ہوں۔

مادی خوشحالی کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے ذہن کو تونگری اور افراط کے احساس سے لبریز رکھا اور غربت اور کمی کے احساس سے آزاد رکھا۔

مضبوط جسمانی صحت کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے ذہن کو مضبوط صحت کے احساس سے بھرے رکھا اور اس طرح وہ ذرائع مہیا کیے جنہوں نے جسم کے ہر خلیے اور ہر جسمانی عضو کو آفاقی توانائی کی وہ مناسب مقدار مہیا کیے رکھی جن کی ان کو ضرورت تھی۔ اور اس عظیم دانش کے ساتھ براہ راست تعلق مہیا کیا جو کہ اس توانائی کو جہاں اس کی ضرورت تھی پہنچانے اور اس کے اطلاق کے لیے کافی ہے۔

ذہنی سکون کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے ذہن کو ہر قسم کی مزاحمتوں اور اپنی ہی عائد کردہ بندشوں سے آزاد رکھا اور اس طرح میرے جسم اور میرے ذہن کو مکمل آرام اور سکون مہیا کیا۔

امید کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری آج کی خواہشات کی تکمیل اور کل کے اہداف کی تکمیل کا وعدہ کیا۔

یقین کے شہزادے میں اس رہنمائی پر تمہارا شکر گزار ہوں جو تم نے مجھے مہیا کی۔ تم نے مجھے وہ کام کرنے پر اکسایا جو میرے لیے فائدہ مند تھے اور وہ کام کرنے سے

روکا جو اگر کر لیتا تو میرے لیے نقصان دہ ہو سکتے تھے۔ تم نے میری سوچوں کو قوت بخشی اور میرے کاموں کو زور اثر سے نوازا۔ اور مجھے وہ فہم عطا کیا جس کی مدد سے میں قوانین قدرت کو سمجھ سکوں اور ساتھ ہی اس قدر بصیرت دی کہ میں اپنی ذات کو ان کے ساتھ ہم آہنگ کر سکوں۔

رومانس کے شہزادے میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ سالوں گزر جانے کے باوجود مجھے جوانی کے جذبے سے سرشار رکھا۔

مجموعی دانش کے شہزادے میں تمہارا دائمی شکر گزار ہوں کہ تم نے میری ماضی کی تمام ناکامیوں، شکستوں، بصیرت کی غلطیوں، خدشات، غلطیوں، مایوسیوں اور ہر قسم کی نحوستوں کو انمول اہمیت کے پائیدار اثاثے میں تبدیل کر دیا۔ اور میرے اندر یہ اہلیت اور خواہش پیدا کی کہ میں دوسروں کو اس بات پر تیار کر سکوں کہ وہ اپنے ذہنوں پہ تصرت حاصل کریں اور اپنی ذہنی قوت کو زندگی کی دولتوں کے حصول کے لیے استعمال کریں۔ یوں مجھے اس سعادت سے نوازا کہ میں اپنی تمام خوش نصیبیوں میں ان لوگوں کو بھی شامل کر سکوں جو ان کو حاصل کرنے کے لیے تیار ہیں اور اس طرح دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہوئے اپنی خوش نصیبیوں میں مزید اضافہ کر سکوں۔

میں اس لیے بھی تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ کسی بھی انسانی تجربے کو بوجھ بنا لینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور تمام تجربات کو مفید خدمات میں تبدیل کیا جا سکتا ہے اور سوچنے کی قوت واحد قوت ہے جس پر میرا مکمل کنٹرول ہے اور یہ کہ سوچنے کی قوت کو ہم مرضی کے مطابق خوشی میں تبدیل کر سکتے ہیں اور میرے سوچنے کی قوت پر کسی قسم کا قدغن یا حد بندی نہیں ہے سوائے اس کے جو میں نے خود اپنے ذہن میں لگو رکھی ہیں۔

میری خوش قسمتی کا سب سے بڑا اثاثہ ان آٹھ شہزادوں کی موجودگی کو شناخت کر لینا ہے۔ کیونکہ یہ ہیں وہ جنہوں نے میرے ذہن کو ان بارہ دولتوں کے فوائد حاصل

کرنے کے لیے تیار کیا ہے۔

یہ میری ان شہزادوں سے روزانہ گفتگو کرنے کی عادت ہے جس کی وجہ سے کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں مجھے ان دولتوں کی پائیداری پر یقین ہے۔

یہ شہزادے ایک ایسا واسطہ ہیں جن کے ذریعے میں اپنے ذہن کو ان چیزوں پر مرتکز رکھتا ہوں جن کو میں چاہتا ہوں اور ان چیزوں سے ذہن کو ہٹائے رکھتا ہوں جن کو میں نہیں چاہتا۔

یہ مجھے ہر قسم کے منفی ذہنی رویے سے **مسلسل** تحفظ فراہم کرتے ہیں اور یہ منفی خیالات کے بیجوں کو میرے ذہن میں جڑیں پکڑنے سے پہلے ہی برباد کر دیتے ہیں

۔

یہ زندگی کے اہم مقصد پر مجھے اپنا ذہن مرتکز رکھنے میں مدد دیتے ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے میں پورا تعاون مہیا کرتے ہیں۔ یہ مجھے اپنی ذات میں اور دنیا کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کرنے میں مدد دیتے ہیں اور مجھے اپنے ضمیر کے ساتھ ہم آہنگ رکھتے ہیں۔

یہ مجھے ماضی کی ناکامیوں اور شکستوں پر مبنی تمام ناخوشگوار خیالات کے خلاف اپنے ذہن کی کھڑکیاں بند رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ ان کو میرے لیے ایک انمول خزانے میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

ان شہزادوں نے مجھے میرے اندر موجود ایک ''دوسری ہستی'' سے روشناس کیا ہے جو کہ اس جذبے کے ساتھ سوچتی' حرکت کرتی' منصوبہ بناتی' چاہتی اور عمل کرتی ہے جو ''ناممکن'' جیسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

اور یہ بے شمار مرتبہ ثابت کر چکے ہیں کہ ہر مصیبت اپنے ساتھ اپنے برابر کے فوائد کے بیج بھی لے کر آتی ہے۔ لہٰذا جب مجھے کوئی مصیبت گھیرتی ہے' جیسا کہ یہ ہر ایک کو گھیرتی ہے' میں اس سے خوفزدہ نہیں ہو جاتا' بلکہ میں' اس کے برابر فائدے کا

بیج'' تلاش کرنا شروع کر دیتا ہوں اور اس سے موافق امکانات کا پودا اگانے کی کوشش کرتا ہوں۔

ان شہزادوں نے مجھے میری ان انتہائی سخت مصیبتوں پر جن کا مجھے سامنا ہوتا ہے قابو پانا سکھا دیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتا دیا ہے کہ میرے جسم اور روح کے لیے کیا اچھا ہے اور تمام اچھائیوں کے سرچشمے کی جانب میری رہنمائی کی ہے۔

انہوں نے مجھے اس سچائی سے روشناس کیا ہے کہ حقیقی خوشی اشیاء پر تصرف حاصل کرنے سے یا انہیں اپنی ملکیت میں لینے سے حاصل نہیں ہوتی' مادی اشیاء کے استعمال سے حاصل ہوتی ہے۔

اور انہوں نے مجھے سکھایا ہے کہ لوگوں سے کام کروانے کے بجائے خود دوسروں کے لیے مفید کام انجام دینا سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔

میں نے شہزادوں سے کبھی کوئی چیز طلب نہیں کی بلکہ جو کچھ انہوں نے مجھے پلے سے دے رکھا ہے ہمیشہ ان پر شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔

شہزادے میری ضروریات سے آگاہ ہیں اور انہیں پورا کرتے ہیں۔ جی ہاں! وہ مجھے تمام ضروریات زندگی وافر مقدار میں مہیا کرتے ہیں۔

شہزادوں نے مجھے سکھایا ہے کہ میں ہمیشہ حوالے سے سوچوں کہ میں لوگوں کو کیا دے سکتا ہوں اور اس کے بدلے میں کوئی چیز حاصل کرنے کی خواہش ہرگز نہ رکھوں۔ انہوں نے مجھے بے لاگ زندگی بسر کرنے کا سبق دیا ہے۔ ایسی زندگی جو کسی شخص کو اس کی اپنی اندرونی قوتوں سے روشناس کروائے اور وہ جب چاہے اپنی مرضی کے مطابق ان قوتوں کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ذاتی مسائل کو حل کر سکے اور اپنی ضرورت کے مطابق تمام مادی اشیا حاصل کر سکے۔

انہوں نے مجھے پر سکون ہونا اور اپنے باطن کی آواز کو سننا سکھایا ہے۔

انہوں نے مجھے اس یقین سے نوازا ہے کہ میں اپنی عقل کو پس پشت ڈالتے ہوئے

باطن کی آواز سے راہنمائی حاصل کر سکتا ہوں اور پورے وثوق کے ساتھ یقین کر سکتا ہوں کہ وہ پرسکون مدھم آواز جو میرے باطن سے اٹھ رہی ہے وہ میری قوت استدلال کی نسبت بہت ارفع ہے۔

زندگی کے جس مسلک پر میں یقین رکھتا ہوں وہ انہی شہزادوں کا عطا کردہ ہے۔

میں آپ کو بھی اس میں شریک کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ بھی اسے اپنے مسلک کے طور پر اپنا سکیں۔

ایک خوش وخرم انسان کا مسلک

خوشیاں تلاش کرنے میں دوسروں کی مدد کرتے ہوئے مجھے اپنی خوشیاں بھی مل گئی ہیں۔

میں اچھی اور مضبوط صحت کا مالک ہوں کیوں کہ میں ہر چیز میں میانہ روی اختیار کرتا ہوں۔ میں صرف وہ غذائیں استعمال کرتا ہوں جو قدرت نے جسمانی نشوونما کے لیے پیدا کی ہیں۔

میں ہر قسم کے خوف سے آزاد ہوں۔

میں کسی سے نفرت نہیں کرتا' کسی سے حسد نہیں کرتا بلکہ تمام نوع انسانی سے محبت کرتا ہوں۔

میں اپنی پسند کا کام کرتا ہوں' جس میں کھیل کو بڑی فراخدلی سے شامل کر لیتا ہوں' اس لیے میں کبھی بھی کام سے تھکتا یا اکتاتا نہیں ہوں۔

میں ہر روز شکریہ ادا کرتا ہوں' مزید دولتوں کے لیے نہیں' بلکہ اس دانش کے لیے جس کی مدد سے میں دولت کے اس عظیم ذخیرے کو جو میرے اختیار میں ہے پہچانتا ہوں' سمیٹتا ہوں اور مناسب انداز میں استعمال کرتا ہوں۔

میں جس کا بھی نام لیتا ہوں میرا مقصد محض اس کی عزت افزائی کرنا ہوتا ہے۔

میں کسی بھی شخص کی مدد یا ہمدردی کا طلب گار نہیں ہوتا میں صرف اپنی دولتوں کو

تمام ان لوگوں میں تقسیم کرنے کا خواہاں ہوتا ہوں جو انہیں لینا چاہتے ہیں۔ اپنے ضمیر کے ساتھ میرے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ اس لیے یہ میرے ہر کام میں میری درست راہنمائی کرتا ہے۔

میرا کوئی دشمن نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنی ذات کی خاطر کسی کو کوئی دکھ نہیں دیا۔ بلکہ میں نے ہر اس شخص کو جس کا میرے ساتھ کوئی بھی تعلق استوار ہوا ہے پائیدار دولت کا راستہ دکھا کر اُسے فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہے۔

میرے پاس میری ضروریات سے زیادہ مادی دولت ہے۔

کیونکہ میں لالچ سے پاک ہوں۔ صرف ان مادی اشیاء کی خواہش رکھتا ہوں جن کو میں اپنی زندگی میں استعمال کرسکتا ہوں۔

میری بہت بڑی جائیداد ہے جس پر کوئی ٹیکس لاگو نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ زیادہ تر میرے ذہن میں غیر مادی دولتوں کی صورت ہے، جس کا تعین صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں یا تصرف میں لا سکتے ہیں جو میرے طرز زندگی کو اپناتے ہیں۔ میں نے یہ وسیع جائیداد قدرت کے قوانین کا مشاہدہ کرتے ہوئے اپنی عادات کو ان کے مطابق ڈھالتے ہوئے بنائی ہے۔

ماسٹر چابی

آیئے اب ہم اس فلاسفی کو بیان کرتے ہوئے جسے بارہ دولتیں حاصل کرنے کے لیے آپ کو لازمی اپنانا ہوگا۔ اپنی کہانی کو آگے لے کر چلتے ہیں۔ میں ان دولتوں کو پانے کے لیے ذہن کو تیار کرنے کے طریقے بتا چکا ہوں۔ لیکن یہ صرف کہانی کی شروعات ہیں۔ مجھے ابھی اس کی وضاحت کرنا ہوگی، کہ آپ کس طرح ان دولتوں پر قابض ہوسکتے ہیں اور کس طرح انہیں مکمل طور پر اپنے استعمال میں لا سکتے ہیں۔

اس کہانی کی ابتدا نصف صدی سے بھی قبل اینڈریو کارنیگی کی زندگی میں ہوئی جو کہ ایک بہت بڑا انسان دوست اور امریکی معاشرتی نظام کی خصوصی پیداوار تھا۔

کارنیگی نے بارہ دولتیں حاصل کیں جن میں مالی دولت اس قدر زیادہ تھی کہ وہ اپنی ساری عمر میں اس کو مکمل طور پر بانٹ نہیں سکا۔ لہٰذا اس نے اسے میرے آگے دوسرے آدمیوں کو منتقل کر دیا جو اسے آج تک انسانیت کی فلاح کے لیے استعمال کرنے میں مصروف ہیں۔

اسے آٹھ شہزادوں کی خدمات میسر ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ مجموعی دانش کے شہزادے نے اسے اپنی برکات سے اس قدر نوازا تھا کہ نہ صرف اس میں اپنی مادی دولتیں بانٹنے کے لیے پورا جوش و جذبہ پایا جاتا تھا بلکہ اسی جوش و جذبے کے ساتھ وہ لوگوں کو اس مکمل فلسفۂ زندگی سے روشناس کرانا چاہتا تھا جس کے ذریعے وہ تمام دولتوں کو سمیٹ سکتے ہیں۔

کارنیگی کی خواہش تھی کہ انفرادی کامیابی کے فلسفے کو منظم کیا جائے تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ اپنی اسی خواہش کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا تھا:

"میں نے اپنی دولت دوسرے لوگوں کی جدوجہد اور کوشش کے نتیجے میں حاصل کی ہے اور جتنی جلدی مجھے ایسے ذرائع میسر آ گئے کہ میں لوگوں میں بے عملی کا جذبہ پیدا کیے بغیر اسے واپس کر سکوں میں یہ لوگوں کو ہی واپس کر دوں گا۔ لیکن میری دولتوں کا بڑا حصہ اس علم پر مشتمل ہے جس کی مدد سے میں نے مادی اور غیر مادی دونوں قسم کی دولتیں حاصل کی ہیں۔ لہٰذا میری خواہش ہے کہ اس علم کو ایک فلسفے میں منظم کر دیا جائے' تاجہ ہر اس شخص کو مہیا کیا جا سکے جو اپنے ذاتی اختیار میں موجود امکانات کی تلاش میں ہے۔

اگر آپ ان دولتوں کو حاصل کرنا چاہتے ہیں جو میں آپ میں بانٹنا چاہتا ہوں تو پھر آپ کو لازمی اس فلسفہ کو تسلیم کرنا ہوگا اور اس کو لاگو کرنا ہوگا۔

اس فلسفے کے اصول بیان کرنے سے پہلے میں آپ کو اس کی مختصر سی تاریخ سے

آ گاہ کرنا چاہتا ہوں تا کہ آپ کو علم ہو سکے کہ یہ دنیا میں بسنے والے آدھے سے زیادہ انسانوں کے لیے کیا خدمات انجام دے چکا ہے۔

برازیل میں بسنے والے افراد کے فائدے کے لیے اس کا پرتگیزی زبان میں ترجمہ کیا جا چکا ہے جہاں پندرہ لاکھ سے زیادہ انسانوں کی خدمت کر چکا ہے۔

سلطنت برطانیہ میں تقسیم کرنے کے لیے اس کے خصوصی ایڈیشن شائع کیے جا چکے ہیں جہاں یہ بیس لاکھ سے زائد انسانوں کی خدمت کر چکا ہے۔

ریاست ہائے متحدہ میں یہ عملی طور پر ہر شہر، قصبے گاؤں میں ایک یا ایک سے زیادہ انسانوں کو فائدہ پہنچا چکا ہے۔ جن کی مجموعی تعداد تقریباً دو کروڑ پر مشتمل ہے۔

اور یہ تمام دنیا کے لوگوں میں بھائی چارے پر مبنی فضا پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ثابت ہوسکتا ہے۔ کیونکہ یہ کسی خاص مسلک یا طبقے کی بنیادوں پر استوار نہیں بلکہ اس کی بنیادیں انسانی جدوجہد کے ہر میدان میں پائیدار کامیابیوں اور کامرانیوں کے حصول کو مدنظر رکھتے ہوئے تشکیل دی گئی ہیں۔

یہ تمام مذاہب کی حمایت کرتا ہے۔ لیکن یہ کسی بھی مذہب کا حصہ نہیں ہے۔ یہ اپنی نوعیت میں اس قدر عالمگیر ہے کہ یہ لوگوں کو ہر پیشے میں یقینی کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔

لیکن اس کا سب سے اہم پہلو یہ ہیکہ یہ فلسفہ اس قدر سادا ہے کہ آپ جس مقام پر بھی ہیں اور جن حالات میں بھی ہیں، آپ اسی وقت اس پر عمل درآمد شروع کر سکتے ہیں اور یہ آپ کے لی کام کر سکتا ہے

اب ہم تمام دولتوں کی ''ماسٹر چابی'' کے رازوں کو بیان کرنے کی طرف آتے ہیں۔

سترہ اصول ایک قابل اعتماد راہنما نقشے کے طور پر تمام قسم کی مادی اور غیر مادی دولتوں کے سرچشمے کی طرف آپ کی رہنمائی کریں گے۔ اس نقشے کی پیروی کرتے

ہوئے آپ کبھی بھی راستہ نہیں کھو سکتے۔ لیکن اس کے لیے آپ کو ان تمام ہدایات پر عمل کرنا ہوگا اور ان تمام ذمہ داریوں کو نبھانا ہوگا' جو ان عظیم دولتوں کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ بات یاد رکھیں کہ پائیدار دولت میں دوسروں کو شریک کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جو چیز بھی کوئی حاصل کرتا ہے اس کی قیمت ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

ماسٹر چابی ان سترہ اصولوں میں سے کسی ایک اصول میں پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ اس کا راز ان تمام کے مجموعے میں پوشیدہ ہے۔

یہ اصول ان سترہ دروازوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن میں سے گزر کر ہی آپ اس اندرونی کمرے تک پہنچ سکتے ہیں جہاں تمام دولتوں کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ ماسٹر چابی ان تمام دروازوں کے تالے کھولتی چلی جاتی ہے جو اندرونی کمرے تک لے جاتے ہیں۔ اور جب آپ اسے حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں گے تو یہ چابی آپ کے ہاتھ میں ہوگی۔ آپ کی تیاری کا انحصار ان سترہ اصولوں میں سے پہلے پانچ اصولوں کو ذہن نشین کرنے اور ان کے عملی اطلاق پر ہے۔ جن کو اب میں تفصیلاً بیان کرنے لگا ہوں۔

☆☆☆

باب 3

مقصد کی قطعیت

ایک انتہائی اہم اور غور طلب بات یہ ہے کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی عظیم لیڈر گزرے ہیں' ان میں ایک قدر مشترک پائی جاتی ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے لیڈرشپ کا یہ منصب اپنی تمام تر صلاحیتیں ایک قطعی اہم مقصد کے لیے وقت کر کے حاصل کیا۔

اتنی ہی اہم اور غور طلب بات یہ بھی ہے کہ جن کو ناکام تصور کیا جاتا ہے ان کے پاس ایسا کوئی مقصد نہ تھا۔ وہ ساری زندگی ایک چپوار کے بغیر کشتی کی مانند محض ایک دائرے میں گھومتے رہے اور ہمیشہ خالی ہاتھ اس مقام پر واپس آتے رہے جہاں سے انہوں نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔

ان میں سے کچھ ایسے ناکام لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے سفر کی ابتدا تو کسی قطعی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے کی' لیکن جب انہیں وقتی شکست یا شدید مخالفت کا سامنا ہوا تو انہوں نے اپنا مقصد چھوڑ دیا۔ وہ اپنی ہار تسلیم کرتے ہوئے میدان چھوڑ گئے' کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ کامیابی ایک ایسا فلسفہ موجود ہے جو کہ اتنا قابل اعتماد اور اتنا حتمی ہے جتنے کہ ریاضی کے اصول ہیں۔ اور نہ ہی انہیں کبھی یہ خیال گزرا کہ عارضی شکست' ایک ایسا تجرباتی میدان ہے جسے اگر ہم حتمی سمجھ کر قبول نہ کرلیں تو یہ ایک چھپی ہوئی شکست ثابت ہو سکتی ہے۔

انسانی تہذیب کی یہ ایک بہت بڑی بدقسمتی ہے کہ ہر ایک سو آدمیوں میں سے اٹھانوے آدمی اپنی ساری زندگی کا عرصہ بغیر کسی قطعی اہم مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔

کارنیگی اپنے ان ساتھیوں کا' جن کے نام کسی نگران حیثیت سے زیر غور ہوتے تھے' پہلا امتحان یہ لیتا تھا کہ وہ کسی کام کے لیے زائد محنت کرنے کے لیے کس حد تک

تیار ہیں۔ اس کا دوسرا امتحان یہ تھا کہ آیا انہوں نے اپنے ذہن کو کسی قطعی مقصد کے لیے وقف کیا ہے یا نہیں۔ اور وہ یہ پہلو بھی مدنظر رکھتا تھا کہ کیا انہوں نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری تیاری بھی کی ہے یا نہیں۔

''جب میں نے کارنیگی کو اپنی ترقی کے لیے کہا'' چارلس ایم شواب کہتا ہے ''وہ خوش دلی سے مسکرایا اور جواب دیا'' تم جو کچھ چاہت ہو اگر تم نے اسے حاصل کرنے کا اپنے دل میں پختہ ارادہ کرلیا ہے تو میں تمہیں اسے حاصل کرنے سے روکنے کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا''

مسٹر شواب جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ یہ سب سے بڑا عہدہ تھا جو کارنیگی کے اختیار میں تھا۔

اور مسٹر کارنیگی نے اسے حاصل کرنے میں اس کی مدد کی۔

وہ لوگ جو مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہوتے ہیں' ان سے متعلق ایک حیران کن حقیقت یہ ہے کہ دنیا پوری آمادگی کے ساتھ ان کو راستہ دینے کے لیے آگے سے ہٹ جاتی ہے۔ بلکہ اکثر اوقات مقصد کے حصول کے لیے ان کی مدد کے لیے خود بخود ہی آگے آتی ہے۔

ایک فلسفہ جنم لیتا ہے

اس فلسفے کو ترتیب دینے کے پیچھے کارفرما اصل نظریے کا تعلق اس اہمیت کے ساتھ ہے جو کارنیگی مقصد کی قطعیت کو دیتا تھا۔

جب کارنیگی کی دلچسپیاں اپنی دولت کو استعمال کرنے اور بانٹنے کی جانب مرکوز ہوئیں تو وہ ایک بہت بڑی سٹیل انڈسٹری کا مالک تھا اور کرنسی کی شکل میں بہت زیادہ دولت اکٹھی کرچکا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ اس کی دولتوں کا ایک بڑا حصہ اس علم پر جس کی مدد سے اس نے یہ ساری مادی دولت حاصل کی تھی اور انسانی رشتوں کی سوجھ بوجھ پر مشتمل ہے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسکی زندگی کا اہم ترین

مقصد یہ بن گیا کہ کسی شخص کو پورے جوش و جذبے کے ساتھ اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ایسا فلسفہ ترتیب دے جو اس کا علم ان تمام لوگوں تک پہنچا سکے جو اس کے خواہاں ہیں۔

اس وقت تک وہ کافی عمر رسیدہ ہو چکا تھا اور سمجھتا تھا کہ اس کام کے لیے ایک نوجوان شخص کی ضرورت ہے، جس کے پاس اتنا وقت ہو کہ وہ پورے جذبے کے ساتھ بیس سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ تک انفرادی کامیابی کی وجوہات پر تحقیق کر سکے۔

جب میں اتفاقی طور پر کارنیگی سے ملا (میں اس کی کامیاب زندگی کے بارے میں ایک میگزین کے لیے اس کا انٹرویو لینے گیا تھا) وہ تقریباً ڈھائی سو افراد کا انٹرویو لے چکا تھا۔ جن کے بارے میں اس کا خیال تھا کہ وہ اس کام کے اہل ثابت ہو سکتے ہیں۔ وہ لوگوں کی عادات و اطوار اور کردار کو بڑی گہری نگاہوں سے پرکھنے کا عادی تھا۔ مجھ سے چند باتیں کرنے کے بعد وہ سمجھ گیا تھا کہ مجھ میں وہ خوبیاں موجود ہو سکتی ہیں جن کا وہ ایک عرصے سے متلاشی تھا۔ اس نے میرا ٹمیسٹ لینے کا ایک آسان اور سیدھا سادا طریقہ اپنایا۔

سب سے پہلے اس نے مجھے اپنی ان کامیابیوں کی داستان سنائی۔ پھر اس نے اس خیال کا اظہار کیا کہ دنیا کو ایک ایسے فلسفے کی ضرورت ہے جس کی مدد سے لوگ انفرادی سطح پر کامیابیاں حاصل کر سکیں۔ جس کی مدد سے ایک معمولی کارکن بھی جتنی چاہے اور جس شکل میں چاہے دولت اکٹھی کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

تین دن اور تین راتیں وہ ان پہلوؤں کو اجاگر کرتا رہا کہ اس قسم کا فلسفہ تشکیل دینے کے لیے ہمیں کیا کچھ کرنا ہوگا۔ جب وہ اپنی داستان ختم کر چکا تو وہ میرا ٹمیسٹ لینے کے لیے تیار تھا کہ آیا اسے وہ شخص مل گیا ہے یا نہیں جو اس کے نظریات کو تکمیل کے مراحل تک پہنچا سکے۔

''تم نئے فلسفے کے بارے میں میرا نظریہ جان چکے ہو''۔ اس نے کہا ''اب میں اس سلسلے میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں جس کا جواب تمہیں ہاں یا نہیں میں دینا ہوگا'' سوال یہ ہے:

اگر میں تمہیں انفرادی کامیابی کا دنیا کا پہلا فلسفہ ترتیب دینے کا موقع مہیا کروں اور تمہیں ان افراد سے متعارف کرواؤں جو اسے ترتیب دینے کے عمل میں تمہارے ساتھ تعاون کریں تو کیا تم اس موقع کو قبول کرنے کو تیار ہو اور کیا اگر یہ کام تمہیں سونپ دیا جائے تو اس کو مکمل کرنے کے لیے تیار ہو''۔

میں نے اپنا گلا صاف کیا تھوڑا سا ہکلایا لیکن پھر مختصر لیکن فیصلہ کن انداز میں جواب دیا:

''ہاں! میں نہ صرف یہ ذمہ داری قبول کرتا ہوں بلکہ اس کام کو تکمیل تک پہنچاؤں گا''۔

یہ ایک حتمی بات تھی اور یہی وہ واحد چیز تھی جس کی کارنیگی کو تلاش تھی یعنی ''مقصد کی قطعیت''۔

بہت سالوں بعد مجھے پتا چلا کہ جب کارنیگی نے یہ سوال پوچھا تھا تو اس کے ہاتھ میں سٹاپ واچ تھی اور اس نے میرے جواب کے لیے صرف آٹھ سیکنڈ کا وقت دیا تھا۔ اگر جواب دینے میں اس سے زیادہ دیر ہو جاتی تو یہ موقع نہیں مل سکتا تھا۔ میرا جواب انتیس سیکنڈ میں مل گیا تھا۔

اس وقت کے بارے میں کارنیگی نے یہ وجہ بیان کی تھی۔

اس نے کہا تھا ''یہ میرا تجربہ ہے کہ جب کسی شخص کو فیصلہ کرنے کے لیے تمام ضروری حقائق مہیا کر دیے جائیں اور پھر بھی وہ فوری طور پر کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو پھر اس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے کسی بھی کیے گئے فیصلے پر عمل درآمد کر سکے گا۔ اس کے علاوہ میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ وہ لوگ جو فوری طور پر کسی فیصلے پر پہنچ

جاتے ہیں ان میں عام طور پر دیگر حالات میں بھی مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے بڑھنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے"

"بالکل ٹھیک ہے" کارنیگی نے کہا "اس فلسفے کو جو میں نے بیان کیا ہے کہ ترتیب دینے کے لیے کسی شخص میں جو دو اہم خصوصیات موجود ہونی چاہئیں ان میں سے پہلی خاصیت تو تم میں موجود ہے۔ اب میں دیکھوں گا کہ آیا دوسری خاصیت بھی تم میں موجود ہے یا نہیں"۔

"اگر تمہیں اس فلسفے کو ترتیب دینے کا موقع مہیا کیا جاتا ہے تو کیا تم بغیر کسی تنخواہ کے اپنی روزی خود پیدا کرتے ہوئے اپنی زندگی کے بیس سال کامیابی اور ناکامی کی وجوہات پر تحقیق کرنے کے لیے صرف کر سکتے ہو"۔

یہ سوال میرے لیے ایک دھچکے کی مانند تھا کیونکہ میں قدرتی طور پہ یہ توقع کرتا تھا کہ کارنیگی کی کثیر دولت میں سے مجھے اس کام کے لیے کچھ معاونت فراہم کی جائے گی۔

لیکن میں نے اس دھچکے پر فوری طور پر قابو پاتے ہوئے کارنیگی سے سوال کیا کہ اس قدر اہم ذمہ داری کے لیے وہ رقم مہیا کرنے کے لیے تیار کیوں نہیں ہے۔

یہ رقم مہیا نہ کرنے کا سوال نہیں ہے۔ مسٹر کارنیگی نے جواب دیا۔ بلکہ میری یہ جاننے کی خواہش ہے کہ کیا تم کسی صلے یا بدلے کی امید رکھے بغیر اس کام کو اہم خیال کرتے ہوئے اس کے لیے چند قدم زیادہ چلنے کے لیے تیار ہو۔

پھر اس نے مزید وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب لوگ صرف وہی ہوتے ہیں جو ملنے والے معاوضے سے بڑھ کر محنت کرنے یا کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اس نے اس حقیقت کی طرف بھی توجہ دلائی کہ نقدی کی صورت میں معاونت خواہ افراد کی جائے یا افراد پہ مشتمل گروپس کی' کی جائے اکثر اوقات فائدے کے بجائے نقصان کا موجب ثابت ہوتی ہے۔

اور اس نے مجھے یہ بھی باور کرایا کہ مجھے وہ موقع مہیا کیا گیا تھا جو تقریباً ڈھائی سو سے زیادہ افراد کو جن میں سے کچھ مجھ سے بھی زیادہ عمر رسیدہ اور تجربہ کار تھے کو مہیا کرنے سے انکار کر دیا گیا تھا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے بات ختم کر دی۔

"جو موقع میں نے تمہیں مہیا کیا ہے اگر تم اس سے بھرپور فائدہ اٹھا سکو تو اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اتنی زیادہ دولتیں سمیٹ لو کہ اس کے مقابلے میں میری مادی دولت بہت ہی حقیر نظر آنے لگے"۔

اس موقعے کو قبول کر لیا گیا۔

مجھے اپنی زندگی میں مقصد کی قطعیت اور کسی مفید کام کی خاطر تھوڑی زیادہ محنت کرنے کا پہلا سبق مل چکا تھا۔

بیس سال بعد تقریباً اس دن، وہ فلسفہ جسے کارنیگی نے اپنی دولتوں کا بہترین حصہ قرار دیا تھا مکمل ہو چکا تھا اور دنیا کے سامنے آٹھ جلدوں کے ایڈیشن کی صورت میں پیش کیا جا چکا تھا۔

کوئی بھی شخص یہ سوال کر سکتا ہے "اس آدمی کا کیا بنا جس نے اپنی زندگی کے بیس سال اس پر صرف کر دیے تھے؟ اسے اس محنت کا کیا صلہ ملا؟

اس سوال کا جواب دینا ناممکن ہے کیونکہ مکمل فوائد جو حاصل ہوئے ان کا علم اس آدمی کو خود بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کچھ فوائد ایسی لچکدار نوعیت کے ہیں جو اسکی باقی ماندہ زندگی میں اس کی مدد جاری رکھیں گے۔

لیکن ان لوگوں کے اطمینان کے لیے جو دولت کو صرف مادی اقدار میں تولتے ہیں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک کتاب سے جو کہ کسی کو اہم خیال کرتے ہوئے اس کے لیے چند قدم زیادہ چلنے کا نتیجہ تھی، حاصل ہونے والا منافع 3000000 ڈالر سے زیادہ ہے۔ اس کتاب کو لکھنے پر جو حقیقی وقت صرف ہوا وہ محض چار ماہ تھا۔

مقصد کی قطعیت اور چند قدم زیادہ چلنے کی عادت ایک ایسی قوت تشکیل دیتی ہے

جو بڑے بڑے پر تخیل لوگوں کے تخیل کو بھی ڈگمگا دیتی ہے' اگر چہ یہ انفرادی کامیابی کے سترہ اصولوں میں سے دو اصول ہیں۔

یہ دو اصول یہاں ایک واحد مقصد کے لیے یک جان کر دیے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کس طرح اس فلسفے کے اصول زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں' اور کس طرح اصولوں کا یہ مجموعہ اک عظیم طاقت کو جنم دیتا ہے جو ان میں سے کسی ایک واحد اصول پر عمل کرتے ہوئے حاصل نہیں کی جا سکتی۔

مقصد کی قطعیت کی طاقت

اب ہم مقصد کی قطعیت کی طاقت کے تجزیے اور ان نفسیاتی اصولوں کی جانب آتے ہیں جن سے یہ طاقت حاصل کی جاتی ہے۔

تمہید اول

انفرادی کامیابی کا نقطۂ آغاز ایک قطعی مقصد کا اختیار کرنا اور اس کے حصول کے لیے ایک قطعی منصوبے کی تیاری ہے۔

تمہید دوم

تمام کامیابیاں محرک یا محرکات کے مجموعے کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ نو (9) بنیادی محرکات ہیں جو ہر قسم کے رضاکارانہ اعمال اور انسانی سرگرمیوں کو جنم دیتے ہیں (یہ محرکات باب اہیں بیان کیے جا چکے ہیں)

تمہید سوم

کوئی اہم نظریہ' منصوبہ یا مقصد جو ہمارے ذہن پر مسلط ہو جاتا ہے وہ ہماری سوچوں میں بار بار آ کر اور تکمیل کی شدید خواہش کی وجہ سے ہمارے تحت الشعور میں چلا جاتا ہے اور جو بھی قدرتی ذریعہ اسے حاصل ہو سکے اس کی مدد سے اپنے منطقی اول کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

تمہید چہارم

ہمارے شعوری ذہن میں موجود کوئی بھی غالب خواہش منصوبہ یا مقصد جس کے حصول کا ہم ایمان کی حد تک مکمل یقین رکھتے ہوں' وہ ہمارے ذہن کے تحت الشعور کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور آج تک ایسے شواہد نہیں مل سکے کہ اس قسم کی خواہش کبھی تشنہ تکمیل رہ گئی ہو۔

تمہید پنجم

قوت متخیلہ واحد چیز ہے جس پر کسی شخص کا مکمل اور مسلمہ کنٹرول ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی حیران کن حقیقت ہے جو انسان کے ذہن اور عظیم دانش کے آفاقی ذہن کے درمیان قریبی تعلق پر دلالت کرتی ہے۔: ان دونوں کو باہم جوڑنے والی کڑی ''یقین'' ہے۔

تمہید ششم

ذہن کا تحت الشعوروالا حصہ عظیم دانش کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ اور یہ کسی بھی شخص کے مطالعے یا خواہش کی تکمیل کے لیے اتنا ہی متحرک ہوتا ہے جتنا کہ اس کے یقین کا معیار ہوتا ہے۔ ذہن کے تحت الشعور تک یقین اور دی گئی ہدایات کے مطابقت ایسے ہی رسائی حاصل کی جا سکتی ہے جیسے کہ یہ کوئی شخصیت یا اپنے وجود میں ایک مکمل ہستی ہو۔

تمہید ہفتم

قطعی مقصد جس کو مکمل یقین کا سہارا حاصل ہو' دانش کی ایک صورت ہے۔ اور دانش جب متحرک ہوتی ہے تو مثبت نتائج پیدا کرتی ہے۔

مقصد کی قطعیت کے اہم مقاصد

مقصد کی قطعیت خود اعتمادی' ذاتی پیش قدمی کی جرات' تخیل' جوش و جذبہ' ضبط نفس اور جدوجہد کا ارتکاز مہیا کرتی ہے۔ اور مادی کامیابی کے حصول کے لیے یہ سب چیزیں بنیادی شرائط کا درجہ رکھتی ہیں۔

یہ آپ کو وقت کو بجٹ کرنے اور آپکی زندگی کے اہم مقاصد کے حصول کے لیے آپ کی دن بھر کی کاوشوں کو منظم کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

یہ آپ کو آپ کے اہم مقصد کے حصول کے لیے پیدا ہونے والے مواقعوں سے آگاہ ہونے کی صلاحیت بخشتی ہے اور جب بھی ایسے مواقع پیدا ہوں تو ان سے فائدہ اٹھانے اور ان پر عمل کرنے کے لیے آپ میں ضروری جرات کو بیدار کرتی ہے

۔

یہ دوسرے افراد کے تعاون کو ابھارتی ہے۔

یہ آپ میں مثبت سوچ کو پیدا کرتے ہوئے آپ کے ذہن کو خوف' شک اور تذبذب کی کیفیت سے آزاد کرتے ہوئے اس ذہنی حالت سے مکمل کام لینے کے لیے راستہ ہموار کرتی ہے جسے "یقین محکم" کہا جاتا ہے۔

یہ آپ کو کامیابی کا شعور عطا کرتی ہے۔جس کے بغیر کوئی شخص بھی کسی بھی پیشے میں پائیدار کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ کام کو تاخیر میں ڈالنے کی تباہ کن عادت کو ختم کرتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بارہ دولتوں میں سے پہلی دولت "مثبت ذہنی رویہ" کی نشوونما اور پرداخت کے لیے راستہ ہموار کرتی ہے۔

یہ مقصد کی قطعیت کے اہم اوصاف ہیں اگر چہ اس کی اور بھی بہت سی خصوصیات اور استعمال ہیں اور ان کا بارہ دولتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ براہ راست تعلق ہے کیونکہ ان سب کا حصول مقصد کی وحدانیت سے مشروط ہے۔

بارہ دولتوں کے ساتھ باری باری ایک ایک کر کے مقصد کی قطعیت کا تقابلی جائزہ لیں اور مشاہدہ کریں کہ ان میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کے لیے یہ کس قدر ضروری ہے۔

پھر ان لوگوں کی ایک فہرست تیار کریں جنہوں نے زندگی میں نمایاں کامیابیاں حاصل کیں اور دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے ایک اہم مقصد کو اپنی کاوشوں کا محور

بنائے رکھا۔

تھامس ایڈیسن نے اپنی تمام تر کوششیں مکمل طور پر سائنسی ایجادات کے لیے وقت کیے رکھیں۔

اینڈریو کارنیگی سٹیل بنانے اور فروخت کرنے میں خصوصی مقام رکھتا تھا۔

ایف ڈبلیو وول ورتھ نے اپنی توجہ فائیو اینڈ ٹین سینٹ سٹورز چلانے پر مرکوز رکھی۔

فلپ ڈی آرمر کا خصوصی میدان گوشت کی پیکنگ اور اس کی ڈسٹری بیوشن تھا۔

الیگزینڈر گراہم بیل جدید ٹیلی فون کی ترویج وترقی میں سائنسی تحقیقات کے لیے اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔

سائرس ایچ کے کرٹس نے اپنی ساری زندگی سیٹرڈے ایوننگ پوسٹ کی اشاعت اور ترقی کے لیے وقف کردی تھی۔

جیفرسن، واشنگٹن، لنکن، پیٹرک ہنری اور تھامس پین نے اپنی زندگیوں اور دولت کا بہترین حصہ لوگوں کی آزادی کی خاطر ایک لمبی جدوجہد کے لئے وقف کر دیا تھا۔

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک واحد مقصد کے حصول کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردی تھیں اور یقینی کامیابیوں سے ہمکنار ہوئے۔ یہ صرف چند نام ہیں جو مثال کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ورنہ ایسے لوگوں کی فہرست کبھی مکمل نہیں ہوسکتی۔

ایک اہم قطعی مقصد کو کیسے حاصل کیا جائے

ایک قطعی مقصد کو تشکیل دینے کا عمل سادہ لیکن بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

جیسا کہ ذیل میں بیان کیا جارہا ہے:

(الف) زندگی میں اپنے مقصد کا تعین کرکے اسے واضح اور قطعی الفاظ میں لکھ لیں۔ اس کے نیچے اپنے دستخط ثبت کریں اور اسے ذہن نشین کرلیں۔

پھر اس کو کم از کم دن میں ایک مرتبہ اور اگر ہو سکے تو زیادہ مرتبہ بھی بولتے ہوئے

دہرائیں۔ اپنے مقصد کو لامحدود آفاقی دانش پر اپنے مکمل ایمان کی قوت سے تقویت دیتے ہوئے اسے بار بار دہرائیں۔

(ب) تحریری طور پر ایک واضح اور قطعی منصوبہ تیار کریں، جس پر عمل کرتے ہوئے آپ اپنے مقصد کے اہداف کو حاصل کرنے کے شروعات کرنا چاہتے ہیں۔ اس منصوبے میں سن زیادہ سے زیادہ وقت کا تعین بھی کریں جو آپ اپنے مقصد کے حصول کے لیے وقف کر سکتے ہیں۔ اور واضح طور پر بیان کریں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے آپ کیا قربانی دے سکتے ہیں۔ اس بات کا فیصلہ کرتے ہوئے یاد رکھیں کہ اس دنیا میں بغیر کچھ دیے کوئی چیز حاصل نہیں کی جا سکتی، اور ہر چیز کی ایک قیمت ہے جو کسی نہ کسی شکل میں پیشگی ادا کرنی پڑتی ہے۔

(ج) اپنے منصوبے کو اس قدر لچکدار رکھیں کہ آپ کسی وقت بھی اس میں کوئی تبدیلی کرنا چاہیں تو آسانی سے کر سکیں۔ یاد رکھیں کہ عظیم آفاقی دانش جو مادے کے ہر ایٹم میں، ہر جاندار اور بے جان چیز میں کار فرما ہے آپ کو ایک ایسا منصوبہ عطا کر سکتی ہے جو آپ کے تشکیل کیے ہوئے منصوبے کی شناخت کرنے اور اس پر عمل درآمد کرنے کے لیے تیار رہیں جو آپ کے ذہن میں آتا ہے اور پہلے منصوبے سے بہتر ہوتا ہے۔

(د) اپنے ''اہم مقصد'' اور اس کے حصول کے لیے اپنے منصوبے کو سختی سے اپنی ذات تک محدود رکھیں یہاں تک کہ اس پر عمل درآمد کے لیے آپ کو اضافی ہدایات مل جائیں جو کہ ذیل میں بیان کردہ دانش مندی سے تشکیل کردہ اصولوں میں مضمر ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ ان ہدایات کو سمجھ نہ سکیں لہٰذا اس بنا پر یہ فرض کرنے کی غلطی نہ کریں کہ یہاں بیان کیے گئے اصول سل مضبوط بنیادوں پر استوار نہیں ہیں۔ ان ہدایات پر لفظ بہ لفظ عمل کریں ان پر خوش اعتقادی سے عمل کریں اور یاد رکھیں کہ ایسا کرتے ہوئے آپ ان عظیم لیڈروں کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جو دنیا میں اب تک پیدا

ہوئے ہیں۔

یہ ہدایات کسی ایسی مشقت کی طالب نہیں ہیں جو آپ آسانی سے نہ کر سکیں۔

یہ وقت یا اہلیت کے اعتبار سے کوئی ایسا تقاضا نہیں کرتیں جو ایک عام آدمی پورا نہ کر سکتا ہو۔

اور یہ تمام سچے مذاہب کے فلسفے سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔

ابھی فیصلہ کریں کہ آپ زندگی سے کیا چاہتے ہیں اور اس کے بدلے میں دینے کے لیے آپ کے پاس کیا ہے۔ فیصلہ کریں کہ آپ کس طرف جا رہے ہیں اور آپ وہاں کیسے پہنچیں گے اور پھر وہاں سے سفر کا آغاز کریں جہاں اس وقت آپ کھڑے ہیں۔ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اس وقت جو بھی ذرائع آپ کے ہاتھ میں ہیں ان کو استعمال کرتے ہوئے اپنی جدوجہد کا آغاز کریں اور پھر آپ دیکھیں گے کہ آپ جس حد تک ان ذرائع کو استعمال میں لائیں گے، نئے اور بہتر ذرائع خود بخود آپ پر آشکار ہوتے چلے جائیں گے۔

یہ ان تمام لوگوں کا تجربہ ہے جن کو دنیا نے کامیاب تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے اکثر نے بالکل تہی دستی کی حالت میں اپنی جدوجہد کا آغاز کیا انھیں سوائے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی پرجوش خواہش اور کوئی مدد حاصل نہ تھی۔

ایسی پرجوش خواہش اپنے اندر کر گزرنے کا ایک طلسماتی جذبہ رکھتی ہے۔

ہمیشہ یاد رکھیں!

گزرا ہوا کل ہمیشہ کے لیے جا چکا ہے۔ آنے والا کل کبھی نہیں آتا۔ لیکن آج کا دن جو کہ گزرے ہوئے کل کا آنے والا کل ہے آپ کی دسترس میں ہے۔ اس کا آپ کیا استعمال کر رہے ہیں؟

اس وقت میں آپ کو اس اصول سے روشناس کروانے جا رہا ہوں جو تمام عظیم انسانوں کی کامیابیوں کی محراب کا کلیدی پتھر ہے لیکن سب سے پہلے آیئے ہم اس

بات کا یقین کر لیں کہ آپ پوری طرح جانتے ہیں کہ آپ زندگی سے کیا چاہتے ہیں
۔

تصورات جو کامیابی کی طرف لے کر جاتے ہیں ان کی ابتدا مقصد کی قطعیت کے طور پر ہوتی ہے۔

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ تصورات واحد اثاثے ہیں جن کی کوئی مقررہ یا معین قیمت نہیں ہوتی۔ اتنی ہی جانی پہچانی حقیقت یہ بھی ہے کہ تصورات تمام کامیابیوں کی شروعات کرتے ہیں۔

تصورات تمام خوش بختیوں کی بنیاد اور تمام ایجادات کا نقطۂ آغاز ہوتے ہیں انہوں نے ہمارے اوپر موجود فضاؤں کو اور ہمارے اردگرد موجود سمندروں کے پانیوں کو تسخیر کیا ہے۔ انہوں نے ہمیں اس قابل بنایا ہے کہ کائنات کی غیر مرئی قوتوں کو لگام دے سکیں۔

تمام تصورات کی تکمیل مقصد کی قطعیت کے نتیجے میں ممکن ہوتی ہے۔ فونوگراف اس وقت تک ایک مجرد تصور کے علاوہ اور کچھ نہ تھا جب تک ایڈیسن نے اس مقصد کی قطعیت کے ذریعے ترتیب نہیں دیا اور اسے اپنے ذہن کے لاشعور حصے میں داخل نہیں کیا۔ جہاں یہ عظیم دانش کے لامحدود ذخیرے سے جلا پا کر ایک قابل عمل شکل میں اس کے شعوری ذہن میں جلوہ گر ہوا' اور اس نے ایک ایسی مشین کی شکل میں دنیا کے سامنے پیش کیا جو حیرت انگیز طور پر آوازوں کو ریکارڈ کر سکتی تھی۔

انفرادی کامیابی کا فلسفہ اینڈریو کارنیگی کے ذہن میں ایک تصور کی شکل میں ابھرا۔ اس نے اپنے تصور کی قطعیت سے تقویت دی اور اب یہ فلسفہ دنیا میں لاکھوں افراد کے فائدے کے لیے میسر ہے۔

اس کے علاوہ اس کا تصور دنیا کو بدلنے والی آفاقی قوتوں میں سے ایک قوت کے طور پر پروان چڑھ رہا ہے کیونکہ اسے اب زیادہ سے زیادہ لوگ ہیجان خیز دنیا میں

رہنمائی کے لیے استعمال کررہے ہیں۔

''کوئی تصور جو ذہن میں اپنی شدت' خوف یا تقدس کی صورت میں جنم لیتا ہے' وہ فوری طور پر اپنے آپ کو انتہائی موزوں اور مناسب شکل میں ڈھالنے کے لیے وہ لبادہ اوڑھ لیتا ہے جو اسے میسر آسکے''۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں' جو باتیں کرتے ہیں یا جن خدشات کا شکار ہوتے ہیں وہ حتمی طور پر کسی نہ کسی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو غربت اور نکبت کے بندھنوں سے آزاد ہونے کے لیے جدوجہد کررہے ہیں انہیں اس سچائی کو نہیں بھولنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا اطلاق افراد اور اقوام دونوں پر یکساں ہوتا ہے۔

خود ایمائی: ملانے والی کڑی

آیئے اب ہم اپنی توجہ اس عملی اصول کی جانب مبذول کرتے ہیں جس کے مطابق وہ امیدیں' منصوبے' تصورات اور مقاصد جو شعوری ذہن میں جنم لیتے ہیں ذہن کے تحت الشعور میں منتقل ہوتے ہیں۔ جہاں یہ قانون قدرت کے تحت' جس کا میں بعد میں ذکر کروں گا' اپنے منطقی نتیجے کو پہنچتے ہیں۔

اس اصول کو سمجھنے سے اور اس سے مکمل آگاہی حاصل کرنے سے ہمیں یہ وجہ بھی سمجھ آجاتی ہے کہ مقصد کی قطعیت تمام تر کامیابیوں کی بنیاد کیوں ہے۔ کوئی بھی خیال یا تصور جب یقین' خوف یا کسی بھی شدید ہیجانی جذبے میں مثلاً جوش اور ولولہ یا قطعی مقصد پر مبنی شدت سے پیدا ہونے والی خواہش سے تحریک پکڑتا ہے تو اس کا شعور سے تحت الشعور میں منتقلی کا عمل تیز تر ہو جاتا ہے۔

وہ خیالات جو ہمارے پختہ ایمان اور یقین محکم سے تقویت پاتے ہیں وہ اپنی قطعیت اور شعور سے تحت الشعور کی جانب منتقلی کی رفتار کے حوالے سے دوسرے تمام خیالات پر فوقیت حاصل کرلیتے ہیں۔ یقین محکم کی قوت جس رفتار سے عمل کرتی

ہے اور کام دکھاتی ہے اس سے متاثر ہو کر اکثر لوگوں نے یہ سمجھنا شروع کر دیا کہ بعض کام یا نتائج کسی ''معجزے'' کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

ماہرین نفسیات اور سائنسدان ''معجزے'' جیسے کسی بھی مظہر پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک ہر واقعہ جو وقوع پذیر ہوتا ہے یا ہر چیز جو وجود میں آتی ہے اس کی ''کافی وجہ'' موجود ہوتی ہے، اگرچہ بعض اوقات ہم اپنی کم علمی کی وجہ سے اس ''کافی وجہ'' کی نشاندہی نہیں کر پاتے۔ لیکن وجہ جو بھی ہو یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ وہ لوگ جو اس ذہنی رویے کی مدد سے جسے ہم یقین کا نام دیتے ہیں اپنے ذہنوں کو خود ساختہ پابندیوں اور حدود سے آزاد کرا لیتے ہیں وہ عام طور پر اپنے تمام مسائل کا حل، قطع نظر ان کی نوعیت کے ڈھونڈ لیتے ہیں۔

ماہرین نفسیات بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ''عظیم دانش'' اگرچہ خود بخود مسائل کو حل نہیں کرتی، تاہم یہ تصورات، اہداف، مقاصد یا خواہشات کو ایک منطقی نتیجے تک پہنچاتی ہے جس کو ہم ایک بین اور واضح صورت میں پختہ یقین کے ساتھ ذہن کے تحت الشعور والے حصے میں لے جاتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ ''عظیم دانش'' کسی بھی خیال کو جو اس کے سپرد کیا جاتا ہے نہ تو اس میں کوئی ترمیم کرتی ہے اور نہ ہی اس میں کسی تبدیلی کے لیے کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ محض کسی خواہش یا غیر واضح تصور، خیال یا مقصد پر کوئی عمل نہیں کرتی۔ اس حقیقت کو اپنے ذہن میں راسخ کر لیں اور آپ دیکھیں گے کہ آپ اس سے بہت زیادہ کم کوشش سے اپنے روزمرہ کے مسائل حل کر لیں گے جتنی کوشش اکثر لوگ اپنے مسائل کے بارے میں پریشان ہونے پر صرف کرتے ہیں۔

اچانک کسی خیال کا گزرنا جسے ہم عام طور پر ''ماتھا ٹھنکنا'' کہتے ہیں دراصل اس بات کی غمازی کر رہا ہوتا ہے کہ ''عظیم دانش'' ذہن کے شعوری حصے تک پہنچنے اور اس

پر اثر انداز ہونے کی کوشش کر رہی ہے' لیکن آپ کے مشاہدے میں یہ بات بھی آئے گی کہ اس طرح سے کسی خیال کا اچانک آنا کسی ایسے تصور' منصوبے' مقصد یا خواہش کا ردعمل ہوتا ہے جسے ذہن کے تحت الشعور والے حصے کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

ایسے تمام اچانک آنے والے خیالات یا ماتھا ٹھنکنے کو سنجیدگی سے لینا چاہیے اور احتیاط کے ساتھ ان کو پرکھنا چاہیے' کیونکہ اکثر اوقات یہ آپ کے لیے نہایت اہم معلومات لیے ہوتے ہیں۔ یہ اچانک آنے والے خیالات عموماً ایسے وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ان کو پیدا کرنے والے خیال کو "عظیم دانش" تک پہنچے ہوئے کئی گھنٹے' دن یا ہفتے گزر چکے ہوتے ہیں۔ اس دوران عام طور پر وہ شخص اس اصل خیال یا تصور کو بھول چکا ہوتا ہے جو ان کو پیدا کرنے کا موجب بنا ہوتا ہے۔

یہ ایک گہرا اور عمیق موضوع ہے جسے انتہائی عقل مند لوگ بھی بمشکل سمجھ پاتے ہیں ۔اسکے بارے میں آپ محض دھیان اور مراقبے کے ذریعے ہی آگہی حاصل کر سکتے ہیں۔

یہاں بیان کیے گئے ذہنی کارکردگی کے اصول کو سمجھنے کی کوشش کریں اس طرح آپکو یہ علم بھی ہو جائے گا کہ مراقبے میں بعض اوقات وہ نتائج کیوں برآمد ہوتے ہیں جن کی ہمیں خواہش ہوتی ہے اور کئی مرتبہ ایسے نتائج بھی برآمد ہو جاتے ہیں جو ہم نہیں چاہتے۔

اس قسم کا ذہنی رویہ تیاری اور ایک فارمولے کے تحت حاصل کردہ خود نظمی کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے جو کہ میں بعد میں بیان کروں گا۔

دنیا کی ایک مسلم الثبوت حقیقت ہے کہ انسانوں کے معاملات ان کے اپنے خیالات کے سانچوں میں ڈھلتے ہیں خواہ یہ خیالات مجموعی طور پر پورے معاشرے کے ہوں یا انفرادی خیالات ہوں۔

کامیاب انسان اس لیے کامیاب ہوتے ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ کامیابی کے حوالے سے سوچنے کے عادی ہوتے ہیں۔

مقصد کی قطعیت ذہن پر اس مکمل انداز میں غلبہ پا سکتی ہے کہ ذہن کے پاس ناکامی کے بارے میں سوچنے کے لیے نہ تو وقت رہ جاتا ہے اور نہ ہی جگہ ہوتی ہے۔

ایک دوسری حقیقت جو اتنی ہی مسلم الثبوت سچائی کی حامل ہے یہ ہے کہ وہ شخص جو شکست سے دوچار ہو چکا ہو اور اپنے آپ کو ناکام خیال کرتا ہو' اپنے ذہن کے بادبانوں کو الٹی پوزیشن میں لا کر ان ہواؤں کو جو اسے ناکامی کی طرف دھکیل رہی ہوتی ہیں ان ہواؤں میں تبدیل کر سکتا ہے جو اسے اتنی ہی طاقت کے ساتھ کامیابی کی طرف لے کر جانے لگیں' بالکل اسی طرح جس طرح ''ایک ہی سمت میں چلنے والی ہواؤں میں ایک جہاز مشرق کو جا رہا ہوتا ہے اور دوسرا مغرب کی طرف رواں ہوتا ہے۔ یہ ان کے بادبانوں کا رخ ہوتا ہے نہ کہ ہواؤں کا رخ جو فیصلہ کرتا ہے کہ کس سمت کو جانا ہے''۔

وہ چند لوگ جو اس بات پر فخر محسوس کرتے ہیں کہ دنیا ان کو ٹھنڈے دل و دماغ والے عملی کاروباری سمجھتی ہے' انکو مقصد کی قطعیت کا یہ تجزیہ مجرد اور ناقابل عمل نظر آتا ہے۔

شعوری سوچ کی طاقت سے بھی بڑی کوئی طاقت موجود ہے' عام طور پر محدود انسانی ذہن اس حقیقت کو قبول نہیں کر پاتا۔ بڑی کامیابیوں کی خواہش پر مبنی کسی بھی قطعی مقصد میں کامیابی کے لیے اس حقیقت کو قبول کرنا ضروری ہے۔

افلاطون اور سقراط سے لے کر ایمرسن اور جدید دور کے تمام کے تمام فلاسفر اور ہمارے دور کے عظیم سیاستدان جارج واشنگٹن سے لے کر ابراہیم لنکن تک سب لوگ مشکل اور ہنگامی حالات میں اپنی باطنی قوتوں سے ہمت اور رہنمائی حاصل کرتے رہے ہیں۔

ہمیں اپنے اس عقیدے میں کوئی شک نظر نہیں آتا کہ بڑی اور پائیدار کامیابیاں صرف ان لوگوں نے حاصل کی اور وہی آئندہ بھی کریں گے جو اس عظیم دانش کی روحانی قوت کو تسلیم کرتے ہیں اور استعمال کرتے ہیں' جو ان کے باطن میں پوشیدہ ہے۔

ہر انسان کی زندگی کے حالات ایک قطعی وجہ کا نتیجہ ہوتے ہیں خواہ یہ حالات ناکامی کا سبب بنیں یا کامیابی کا موجب ہوں۔

اور ہر انسان کی زندگی کے زیادہ تر حالات ان وجوہات کا نتیجہ ہوتے ہیں جن پر اسے کنٹرول ہوتا ہے یا کنٹرول کر سکتا ہے۔

یہ واضح حقیقت مقصد کی قطعیت کو اولین اہمیت بخشتی ہے۔ اگر کسی شخص کی زندگی کے حالات وہ نہیں جو وہ چاہتا ہے وہ ان کو اپنے ذہنی رویے میں تبدیلی لا کر اور سوچنے کی نئی اور زیادہ پسندیدہ عادات کو اپنا کر ان حالات میں تبدیل کر سکتا ہے۔

مقصد کی قطعیت کس طرح کامیابی کی طرف لے کر جاتی ہے۔

امریکہ کے صنعت کاروں میں سے جنہوں نے صنعتی نظام کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا والٹر کرائسلر (Walter Chrysler) شاندار مقام رکھتا ہے۔

اس کی کہانی ہر نوجوان کو امید کی دولت سے نوازتی ہے اور شہرت اور دولت حاصل کرنے کے جذبے کو بیدار کرتی ہے اور مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے بڑھنے سے جو عزم اور قوت حاصل ہوتی ہے اس کی شہادت ہے۔

اس نے یوٹاہ (Utah) کے شہر سالٹ لیک سٹی میں ایک ریل کی پٹری بنانے والی ورکشاپ میں مکینک کے طور پر اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اپنی بچتوں سے اس نے 4000 ڈالر جمع کیے جو وہ اپنا کاروبار شروع کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس نے بڑی مستعدی سے اردگرد کا جائزہ لے کر یہ فیصلہ کیا کہ آٹوموبائل کا کاروبار آئندہ آنے والی صنعت ہوگی' لہٰذا اسنے اس میدان میں آنے کا فیصلہ کیا۔

اس کا کاروبار میں داخلہ ڈرامائی اور انوکھا تھا۔

اس کی پہلی چال اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کو حیران اور پریشان کر دیا تھا۔ کیونکہ اس نے اپنی تمام ترجمع پونجی ایک آٹوموبائل خریدنے پر صرف کر دی تھی۔ جب کار سالٹ لیک سٹی میں پہنچی تو اس نے اپنے دوستوں کو ایک اور دھچکا پہنچایا۔ اس نے اس کے حصے بخرے کرنے شروع کر دیے حتیٰ کہ پوری دکان کار کے مختلف حصے بکھرے پڑے تھے۔

پھر اس نے ان حصوں کو دوبارہ جوڑنا شروع کر دیا۔

اس نے یہ عمل اتنی مرتبہ دہرایا کہ اس کے کچھ دوستوں نے سمجھا کہ اسکا دماغ چل گیا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے مقصد کو سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ انہیں صرف وہ کچھ نظر آ رہا تھا جو کچھ وہ آٹوموبائل کے ساتھ کر رہا تھا۔ اور یہ سب کچھ بیکار اور بے مقصد نظر آ رہا تھا۔ لیکن جو کچھ انہیں نظر نہیں آ رہا تھا وہ وہ منصوبہ تھا جو والٹر رائسلر کے ذہن میں تشکیل پا رہا تھا۔

وہ اپنے ذہن کو آٹوموبائل سے آگاہی دلوا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اسے مقصد کی قطعیت سے سرشار کر رہا تھا۔ وہ بڑی باریک بینی سے کار کی ہر تفصیل کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ جب وہ اپنی کار کو کھولنے اور دوبارہ جوڑنے میں پوری طرح مہارت حاصل کر گیا تو اس کے تمام اچھے پہلوؤں اور اس کے تمام کمزور پہلوؤں سے آگاہ ہو چکا تھا۔

اپنے اس تجربے سے اس نے ایک آٹوموبائل ڈیزائن کرنا شروع کی جس میں اس کی کار کی تمام خوبیاں موجود تھیں جو اس نے خریدی تھی اور اس کی خامیاں شامل نہیں تھیں۔ اس نے اپنا کام اس قدر مکمل اور خوبی سے انجام دیا کہ جب رائسلر کی آٹوموبائل مارکیٹ میں آئی تو آٹوموبائل انڈسٹری میں سنسنی پھیل گئی۔

اس کی شہرت اور دولت میں اضافہ تیز اور یقینی تھا۔ کیونکہ قدم اٹھانے سے پہلے وہ

جانتا تھا کہ اسے کہاں جانا ہے اور اس نے اپنے آپ کو سفر کے لیے بڑی محنت سے اور درست طور پر تیار کیا تھا۔

وہ لوگ جو مقصد کی قطعیت لے کر چل رہے ہوتے ہیں جہاں بھی آپ کو ملیں باریک بینی سے ان کا مشاہدہ کریں۔ آپ حیران ہوں گے کہ وہ کس قدر آسانی کے ساتھ دوسروں کا دوستانہ تعاون حاصل کر لیتے ہیں۔ اور راستے میں آنے والی ہر مزاحمت کو ختم کرتے ہوئے وہ چیز حاصل کر لیتے ہیں جس کی وہ تلاش میں ہوتے ہیں۔

والٹر کرائسلر کا باریک بینی سے مشاہدہ کریں اور دیکھیں کہ اس نے کس طرح یقینی انداز میں زندگی کی بارہ دولتیں حاصل کیں اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

اس نے زندگی کی سب سے بڑی دولت یعنی "مثبت ذہنی رویہ" حاصل کرنے اور اسے پروان چڑھانے سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اس نے اپنے قطعی اہم مقصد کے بیج بونے کے لیے ایک زرخیز زمین یعنی موٹر کاروں کی تیاری کے میدان کا انتخاب کیا۔

پھر اس نے ایک ایک کر کے مضبوط جسمانی صحت' انسانی رشتوں میں ہم آہنگی' خوف سے آزادی' کامیابی کی امید' یقین محکم' اپنی پسند اور شوق کا کام' تمام موضوعات کے بارے میں وسعت قلب' تادیب نفس' لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور آخر میں معاشی تحفظ جیسی دولتیں حاصل کیں۔

والٹر کرائسلر کی کامیابی کے بارے میں ایک عجیب پہلو یہ تھا کہ اس نے یہ کامیابی انتہائی سادہ طریقے سے حاصل کی۔ اس کے پاس کاروبار کو شروع کرنے کے لیے کوئی قدر سرمایہ بھی نہ تھا۔ اس کی تعلیم بھی واجبی سی تھی۔ اور اس کے پیچھے کوئی دولت مند شخصیات بھی نہ تھیں جنہوں نے کاروبار میں اس کی معاونت کی ہو۔

لیکن اس کے پاس ایک عملی تصور تھا اور جہاں بھی وہ کھڑا تھا وہیں سے آگے

بڑھنے کیلیے کافی ذاتی محرک موجود تھا۔ اور اپنے قطعی اہم مقصد کو حقیقت کا روپ دینے کے لیے اسے جس چیز کی بھی ضرورت محسوس ہوتی تھی وہ معجزانہ طور پر جیسے اس کے لیے تیار ہوتا' اس کے ہاتھوں میں آجاتی تھی۔ یہ ایک ایسا امر یہ جوان انسانوں کے لیے ایک عام بات ہے جو مقصد کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔

بیس لاکھ ڈالر کا ایک ہدف

اینڈریو کارنیگی کے انفرادی کامیابی کے فلسفے کے ایک حصے پر مشتمل کتاب ''سوچیے اور دولت مند بن جائیں'' (Think and Grow Rich) کی اشاعت کے تھوڑے عرصے بعد ہی اس کے پبلشر کو ایوا (Iowa) کے شہر ڈیز مائونس □ (Des Moines) سے اور اس کے اردگرد کے علاقے میں واقع بک سٹوروں سے ٹیلی گراف آرڈرز موصول ہونے شروع ہوئے۔

ان آرڈروں میں ایکسپریس ڈاک کے ذریعے کتاب کی فوری ترسیل کی درخواست کی گئی تھی۔ اس علاقے میں اس کتاب کی طلب میں اچانک اضافہ حیران کن بات تھی اور یہ معمہ اس وقت حل ہوا جب پبلشر کو سن لائف انشورنس کمپنی کے ایک سیلز مین ایڈورڈ پی چیز کی جانب سے ایک خط موصول ہوا جس میں اسنے لکھا تھا:

''میں یہ خط آپ کی کتاب ''سوچیے اور دولتمند بن جائیے'' کی تعریف میں ممنونیت کے جذبے کے تحت لکھ رہا ہوں۔ میں نے اسکی ہدایات پر لفظ بہ لفظ عمل کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں مجھے ایک ایسا خیال سوجھا جس پر عمل کرتے ہوئے میں نے بیس لاکھ ڈالر کی لائف انشورنس پالیسی بیچ دی۔ جو کہ سب سے بڑی مقدار ہے جو آج تک ڈیز مائونس میں بیچی جا سکی''

مسٹر چیز کے خط کا دوسرا جملہ کلیدی حیثیت رکھتا ہے ''میں نے اس کی ہدایات پر لفظ بہ لفظ عمل کیا ہے''۔

وہ اس خیال کو لے کر مقصد کی قطعیت کے ساتھ آگے بڑھا اور یہ بات اس کے

لیے ایک گھنٹے میں اتنی زیادہ دولت کمانے کا موجب بنی جتنی لائف انشورنس کے سیلز مین پانچ سالوں میں کماتے ہیں۔

مسٹر چیز نے ایک مختصر فقرے میں اپنی کاروباری کامیابی کی کہانی بیان کر دی تھی جو اسے لائف انشورنس کے عام سیلز مینوں کے طبقے سے اٹھا کر امیر ترین طبقے میں لے گئی۔

جب وہ دو ملین ڈالر کی لائف انشورنس پالیسی بیچنے کے لیے نکلا تو اپنے ساتھ یقین محکم سے سرشار مقصد کی قطعیت بھی لے کر نکلا تھا۔ اس نے کتاب کو محض اس طرح نہیں پڑھا تھا جس طرح شاید دوسرے لاکھوں افراد نے پڑھا ہوگا۔ اور پھر اسے شک اور قنوطیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک طرف رکھ دیا ہوگا کہ اس میں درج اصول دوسروں کے لیے تو کام دکھا سکتے ہیں لیکن اس کے لیے نہیں۔

اس نے کتاب کا کھلے ذہن کے ساتھ مطالعہ کیا اور اس میں بیان کیے گئے خیالات اور تصورات کو صدق دل، پوری امید اور اشتیاق کے ساتھ قبول کیا اور مقصد کی قطعیت کو ساتھ لے کر آگے بڑھا۔

مسٹر چیز کے ذہن نے کتاب میں کسی جگہ مصنف کے ذہن کے ساتھ ایک تعلق استوار کر لیا اور اس تعلق نے اس کے اپنے ذہن کو اس قدر قطعیت اور شدت کے ساتھ تیز کیا کہ اس نے ایک خیال کو جنم دیا۔ خیال یہ تھا کہ اتنی بڑی انشورنس پالیسی فروخت کی جائے جتنی کہ کبھی اس کی سوچ میں بھی نہ آئی تھی۔ اس پالیسی کی فروخت اس کی زندگی میں اس کا فوری اہم اور قطعی مقصد بن گیا۔ وہ اس مقصد کے لیے بغیر کسی ہچکچاہٹ یا تاخیر کے آگے بڑھا۔ اور دیکھ لو! اس نے اپنا مقصد آدھ گھنٹے سے بھی کم عرصے میں حاصل کر لیا۔

وہ شخص جو مقصد کی قطعیت سے تقویت پا کر اپنے وجود کی روحانی قوتوں کے ساتھ مقصد کی جانب بڑھتا ہے، وہ اس شخص کو تذبذب کا شکار ہوتا ہے پیچھے چھوڑتا ہوا

بڑی تیزی سے آگے نکل جاتا ہے۔ خواہ وہ انشورنس پالیسیاں بیچ رہا ہو یا گڑھے کھود رہا ہو۔

ایک واضح اور طاقتور خیال جب ذہن میں تازہ ہوتا ہے' اس ذہن کی بائیو کیمسٹری اس طرح سے تبدیل ہو جاتی ہے کہ یہ ایسی روحانی صفات کا حامل ہو جاتا ہے جو ناکامی یا شکست جیسی کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا۔

اکثر لوگوں میں سب سے بڑی خامی یہ ہوتی ہے کہ وہ ان مشکلات کا جن پر انہیں قابو پانا ہوتا ہے مقابلہ کرتے ہوئے اس روحانی قوت کو نظرانداز کر دیتے ہیں جو ان کے اندر موجود ہوتی ہے اور جس کی مدد سے ان مشکلات کا سرے سے ہی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

مہارت کا اصول

زندگی کی حقیقی دولتوں میں اتنا ہی زیادہ اضافہ ہوتا ہے جتنا کہ ان سے ان لوگوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے جن کو ہم اپنی ان دولتوں میں شریک کرتے ہیں۔ میں اس بات کی سچائی پر اس لیے یقین رکھتا ہوں کیونکہ دوسروں کو اپنی دولتوں میں شریک کرتے ہوئے ہی دولتمند ہوا ہوں۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ میں نے زندگی میں جس کو بھی کوئی فائدہ پہنچایا ہے وہ ہمیشہ مجھ تک کسی نہ کسی طور پر اور کسی نہ کسی طریقے سے دس گنا زیادہ ہو کر پہنچا ہے۔

ایک بہت بڑی سچائی جو مجھ پر عیاں ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ذاتی مسائل کو حل کرنے کا یقینی طریقہ یہ ہے کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کیا جائے جو آپ سے بھی زیادہ بڑے مسائل میں گھرا ہوا ہو اور ان مسائل کے حل میں اس کی مدد کریں۔ اس کام کے لیے بغیر کسی لالچ کے کام کرنے کی عادت سے مدد لینی پڑتی ہے۔

یہ ایک بہت سادا سا فارمولا ہے' لیکن یہ اپنے اندر ایک ساحر اور طلسم لیے ہوئے ہے اور یہ کبھی ناکام نہیں ہوتا۔

تاہم آپ محض میری گواہی کو قبول کرتے ہوئے اس فارمولے کی صداقت سے آگاہ نہیں ہو سکتے۔ آپ کو اپنے طور پر اسے اختیار کرنا اور اس کا اطلاق کرنا ہوگا۔ پھر آپ کو اس کی صداقت کے لیے کسی گواہی کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اردگرد بہت سے مواقع اور امکانات خود بخود پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔

دوسروں کو راستہ تلاش کرنے میں مدد دیتے ہوئے آپ خود اپنے لیے بھی راستہ تلاش کر لیں گے۔

آپ کی ابتدا کے لیے اپنے ہمسایوں کے ساتھ یا اپنے ساتھ کام کرنے والے افراد کے ساتھ مل کر ایک فیلو شپ کلب تشکیل دے سکتے ہیں' جس میں آپ کی حیثیت ایک لیڈر یا استاد کی ہو۔

یہاں آپ کو ایک اور حقیقت کا علم ہوگا کہ انفرادی کامیابی کے فلسفے کے اصولوں کو سمجھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ یہ اصول دوسروں کو سکھانے کی کوشش کریں۔ جب کوئی شخص کسی بھی چیز کو سکھانا شروع کرتا ہے تو وہ اس چیز کو جو وہ سکھا رہا ہوتا ہے خود بھی زیادہ بہتر طور پر سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔

اس وقت اس فلسفے کو آپ خود سیکھ رہے ہیں' لیکن دوسروں کو یہ فلسفہ سکھاتے ہوئے آپ خود اس میں مکمل مہارت حاصل کر لیں گے۔ اس طرح اس کا صلہ آپ یقینی طور پر پیشگی ہی وصول کر لیں گے۔

اگر آپ کسی صنعتی ادارے کا رکن ہیں تو آپس میں ہم آہنگی اور پرامن فضا پیدا کرنے میں دوسروں کی مدد کرتے ہوئے آپ کے پاس اپنی صلاحیتوں کو پرکھنے کا بہترین موقع موجود ہے۔

محنت کش طبقے کو ہلچل پیدا کرنے والوں کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کو امن و سکون پیدا کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو راہنمائی کے لیے ایک مضبوط

فلسفے کی بھی ضرورت ہوتی ہے' ایک ایسا فلسفہ جو انتظامیہ اور کارکن دونوں کو فائدہ پہنچائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس فلسفے کے اصول انتہائی موزوں ہیں۔

وہ مزدور رہنما جو اپنے پیروکاروں کی اس فلسفے کی روشنی میں راہنمائی کرتے ہیں انہیں اپنے پیروکاروں کا اعتماد بھی حاصل ہوتا ہے اور ان کے مالکان کا مکمل تعاون بھی میسر ہوتا ہے۔ کیا یہ بات اس فلسفے کو اختیار کرنے کے لیے ایک بہترین صلہ نہیں ہے؟

اس فلسفے کے اصولوں کے مطابق چلائی جانے والی مزدوروں کی تنظیم ہر ایک کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ انسانی تعلقات میں اختلاف کی جگہ ہم آہنگی جنم لے گی۔ مزدور طبقے میں بے چینی پیدا کرنے والے اور استحصال کرنے والے عناصر خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ مزدور تنظیموں کے فنڈز سیاسی سازباز کی نظر ہو جانے کے بجائے ان ممبران کی تعلیم و تربیت پر صرف کیے جا سکیں گے۔

اس طرح صنعت کار کے منافع میں اضافہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ اگر صنعت کار کو ہنگامہ پرور عناصر کی تباہ کن سرگرمیوں سے بچنے کے لیے رقم خرچ نہ کرنا پڑی تو وہ بڑی خوشی سے یہ زائد منافع مزدوروں میں تقسیم کرنے کو تیار ہوگا۔

اس طرح صنعت کار کے منافع میں اضافہ ہوگا اور ظاہر ہے کہ اگر صنعت کار کو ہنگامہ پرور عناصر کی تباہ کن سرگرمیوں سے بچنے کے لیے رقم خرچ نہ کرنا پڑے تو وہ بڑی خوشی سے یہ زائد منافع مزدوروں میں تقسم کرنے کو تیار ہوگا۔

اس طرح ہر صنعت میں فیلوشپ کلب قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

بڑی صنعتوں میں اس قسم کے کئی کلب قائم کرنے کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔

ممبر شپ کارکنوں اور انتظامیہ دونوں پر مشتمل ہونی چاہیے' کیونکہ یہاں ان اصولوں پر مبنی جن پر ہر کوئی متفق ہو سکتا ہے مشترک طور پر بات چیت کا فقدان موجود ہے۔

اگر آپ نے ابھی تک اپنی زندگی میں کسی اہم قطعی مقصد کو نہیں اپنایا تو اب ایسا کرنے کے لیے آپ کے پاس موقع موجود ہے۔ آپ اس وقت جس مقام پر بھی ہیں وہیں سے یہ فلسفہ ان لوگوں کو سکھاتے ہوئے جن کو اس کی ضرورت ہے ابتدا کر سکتے ہیں۔

وہ وقت آ چکا ہے جب کسی شخص کے لیے نہ صرف اپنے ہمسایے کے ذاتی مسائل حل کرنے میں مدد دینا فائدہ مند ہو سکتا ہے' بلکہ اپنے ذاتی تحفظ کے لیئے ہم میں سے ایک دوسرے کے لیے یہ کام کرنا ناگزیر ہو چکا ہے۔

اگر آپ کے ہمسایے کے گھر کو آگ لگی ہو تو آپ فوری طور پر رضا کارانہ طور پر آگ بجھانے میں مدد کرنا شروع کر دیتے ہیں' اگرچہ آپ کے ساتھ اس دوستانہ مراسم نہ بھی ہوں۔ کیونکہ یہ عام فہم بات ہے کہ اس طرح دراصل آپ اپنے گھر کو بچا رہے ہوتے ہیں۔

انتظامیہ اور کارکنوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی سفارش کرتے ہوئے میں صرف انتظامیہ کے مفاد میں نہیں سوچ رہا ہوتا۔ کیونکہ میرا خیال یہ ہے کہ اگر یہ ہم آہنگی پیدا نہیں ہوتی تو جلد ہی نہ تو کوئی انتظامیہ رہ جائے گی اور نہ ہی کارکنوں کا وجود باقی رہے گا۔

دوسرے طرف وہ شخص جو زندگی کے بارے میں ایک مضبوط فلسفہ رکھتا ہے اس کے اردگرد بے شمار امکانات اور مواقع موجود ہوں گے جو کہ آج سے تیس چالیس سال پہلے تک موجود نہ تھے۔

وہ شخص جو بغیر کسی قطعی مقصد کے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اس کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے' جو کہ ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔

آج کی دنیا اور کل کی دنیا کے زیادہ منفعت بخش مواقع صرف ان لوگوں کو میسر آسکیں گے جو اپنے منتخب میدانوں میں' اپنے آپ کو لیڈر شپ کے لیے تیار کر لیں

گے۔

اور انسانی جدوجہد کے کسی بھی میدان میں لیڈر شپ کے لیے ایک مضبوط فلسفے پر قائم بنیادوں کی ضرورت ہے۔ اٹکل پچو قسم کی لیڈر شپ کے دن ہمیشہ کے لیے گئے جا چکے ہیں۔ اب جس بدلتی ہوئی دنیا کی طرف ہم گامزن ہیں وہاں ہنر' تکنیک اور انسانی سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔

صنعتی سپروائزروں اور فورمینوں کو مستقبل میں نئی ذمہ داریاں نبھانی ہوں گی۔ انہیں نہ صرف اپنے کام کے ملکینکس میں مہارت حاصل کرنا ہوگی جو کہ موثر پیداوار کے لیے ضروری ہیں' بلکہ انہیں اس قابل بھی ہونا ہوگا کہ وہ ان کارکنوں میں کن کے وہ ذمہ دار ہیں ہم آہنگی کی فضا پیدا کرسکیں۔

آج کے نوجوان ہمارے کل کے معاشرے کے لیڈر ہوں گے۔ ان کے لیے ہم کیا کر رہے ہیں؟ یہ وقت کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اور اس مسئلے کو حل کرنے کا زیادہ تر بوجھ پبلک سکولوں کے اساتذہ کے کندھوں پر ہے۔

میں نے ان واضح حقائق کا ذکر ثبوت کے طور پر کیا ہے کہ مستقبل میں مفید خدمات انجام دینے کے لیے ایسے مواقع موجود ہوں گے جن کا پہلے کوئی وجود نہ تھا۔ یہ مواقع تیزی سے بدلتی ہوئی دنیا کی نئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے پیدا ہو رہے ہیں۔ دنیا اس قدر تیزی سے بدلی ہے کہ بہت سے لوگ ان تبدیلیوں کی وسعت اور ماہیت کو ابھی تک سمجھ ہی نہیں سکے۔

وہ لوگ جو بغیر کسی واضح اور قطعی مقصد کے زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ان تبدیلیوں کی ایک فہرست مرتب کریں اور دیکھیں کہ وہ اس بدلتی ہوئی دنیا میں کہاں فٹ ہیں۔ ان نئے مواقع کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں اور ان سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

اپنا منتخب کردہ ہدف

اگر میں یہ کرسکتا تو یقیناً آپ کے لیے ایک ایسے قطعی اہم مقصد کا انتخاب کرتا جو آپ کی صلاحیتوں اور ضروریات کے مطابق ہوتا۔ اور میں آپ کے لیے ایک ایسا سادہ سا منصوبہ بھی تشکیل دیتا جس کے ذریعے آپ اپنے مقصد کے اہداف حاصل کر سکتے۔ لیکن میں اپ کو یہ سکھاتے ہوئے' کہ آپ اپنے لیے یہ کام کیسے انجام دے سکتے ہی شاید زیادہ مفید اور کارآمد ثابت ہو سکتا ہوں۔

وہ خیال جس کی آپ کو تلاش ہے اس راستے پر چلتے ہوئے کسی بھی مقام پر آپ کے ذہن میں آ سکتا ہے۔ یہ اس فلسفے کے بہت سے طالب علموں کا ذاتی تجربہ ہے۔ جب یہ خیال آئے گا آپ اسے پہچان لیں گے' کیونکہ یہ اس قوت سے آتا ہے کہ آپ اس سے فرار نہیں ہو سکتے۔ آپ کو اس بات کا یقین رکھنا چاہیے بشرطیکہ آپ سنجیدگی سے اسے تلاش کر رہے ہوں۔

اس فلسفے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ یہ نئے خیالات کو جنم دینے کا باعث بنتا ہے۔ خود بخود آگے بڑھنے کے ایسے مواقع ظاہر کرتا ہے جو پہلے نظر انداز ہو جاتے رہے تھے۔ اور اپنی ذاتی پیش قدمی پر آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور ایسے موقعوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے قابل کرتا ہے۔

اس فلسفے کا یہ پہلو کوئی اتفاقی نتیجہ نہیں۔ اس کو یہ مخصوص اثر پیدا کرنے کے لیے ہی تشکیل دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ وہ موقع جو انسان خود پیدا کرتا ہے یا وہ خیال جسے وہ اپنی ذاتی فکر سے جنم دیتا ہے۔ دوسروں سے مستعار لیے گئے خیال یا موقعے سے زیادہ سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ عمل جس کے مدد سے انسان کوئی مفید خیال تشکیل دیتا ہے۔ اسے ان ذرائع تک رسائی دلا دیتا ہے جہاں سے وہ ضرورت محسوس ہونے پر نئے خیالات بھی حاصل کر سکتا ہے۔

جب کہ یہ بات بہت ہی زیادہ فائدہ مند ہے کہ انسان کی اس ذریعے تک رسائی

ہو جائے جس کی مدد سے وہ اپنے ذاتی خیالات تشکیل دے سکے اور ظاہر ہے خود انحصاری سے بڑھ کر اس دنیا میں کوئی اور دولت نہیں ہے۔ لیکن ایسا وقت بھی آ سکتا ہے جب اسے دوسرے ذہنوں کے ذرائع پر انحصار بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔ یہ وقت ان لوگوں کی زندگی میں ضرور آتا ہے جو ذاتی کامیابی کے اعلیٰ درجوں میں لیڈر شپ کے متمنی ہوتے ہیں۔

فی الحال میں آپ کو ان ذرائع سے روشناس کروانے کی کوشش کروں گا جن کی مدد سے آپ ایک قطعی مقصد کے حصول کے لیے مرکوز بہت سے ذہنوں کے ذریعے ذاتی قوت حاصل کرتے ہیں۔

یہی وہ ذرائع تھے جن کی مدد سے اینڈریو کارنیگی نے امریکہ کو اس کی عظیم سٹیل انڈسٹری عطا کی' اگرچہ اس کے پاس شروع کرنے کے لیے نہ تو کوئی سرمایہ تھا اور نہ ہی مناسب تعلیم تھی۔

اور یہی ذرائع تھے جن کی مدد سے تھامس ای ایڈیسن تاریخ کا سب سے بڑا موجد بنا اگرچہ اسے ذاتی طور پر فزکس' ریاضی' کیمسٹری' الیکٹرانکس یا دوسرے سائنسی موضوعات کا بالکل کوئی علم نہ تھا' جو کہ موجد کے طور پر اس کے لیے تمام کے تمام بہت ضروری تھے۔

آپ کے لیے یہ بات امید افزا ہوگی کہ تعلیم کی کمی' سرمائے کا فقدان' تکنیکی ہنر کی عدم موجودگی کوئی چیز بھی آپ کے مقصد کے حصول میں خواہ آپ زندگی میں کسی بھی ہدف کا انتخاب کرتے ہیں' رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ کیونکہ یہ فلسفہ ایک ایسے راستے کی نشاندہی کرتا ہے جس پر چلتے ہوئے دنیا کا کوئی بھی عام اہلیت کا حامل انسان کسی بھی معقول ہدف یا مقصد کو حاصل کر سکتا ہے۔

ایک کام جو یہ فلسفہ انجام نہیں دے سکتا وہ یہ ہے کہ آپ کے لیے کسی مقصد یا ہدف کا انتخاب نہیں کر سکتا۔

لیکن ایک مرتبہ جب آپ اپنے ہدف یا مقصد کا انتخاب کر لیتے ہیں تو یہ فلسفہ اس کے یقینی حصول میں آپ کی مکمل مدد کر سکتا ہے۔

ہم آپ کو یہ نہیں بتا سکتے کہ آپ کی خواہش کیا ہونی چاہیے' اور آپ کو کتنی کامیابی کی امید رکھنی چاہیے۔ لیکن ہم آپ کو اس فارمولا سے ضرور آگاہ کر سکتے ہیں جس کے ذریعے کامیابیاں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اب آپ کی سب سے اہم ذمہ داری یہ تلاش کرنا ہے کہ زندگی میں آپ کی خواہش کیا ہے' آپ کس سمت جا رہے ہیں اور وہاں پہنچ کر آپ کیا کریں گے۔ یہ وہ ذمہ داری ہے جس کا تعین سوائے آپ کے کوئی دوسرا شخص نہیں کر سکتا' اور یہ وہ ذمہ داری ہے جو سو میں سے اٹھانوے لوگ محسوس ہی نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ سو میں سے صرف دو فرد ہی کامیاب شخص قرار دیے جا سکتے ہیں۔

شدت خواہش کی طاقت

کامیابی کی ابتدا مقصد کی قطعیت سے ہوتی ہے۔

اس بات پر بار بار اس لیے دیا جا رہا ہے کہ کیونکہ عام طور پر یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ لوگ اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے' اور سو میں سے اٹھانوے افراد اپنی زندگیاں بغیر کسی واضح مقصد کے بسر کر دیتے ہیں۔

مقصد کی وحدانیت ایک انمول اثاثہ ہے۔ انمول اس لیے کہ یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔

آپ زندگی میں جو کچھ چاہتے ہیں اس کا فیصلہ کیجیے' اور بغیر کسی متبادل کے صرف اس کو حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیں۔ آپ دیکھیں گے کہ آپ کے قبضے میں وہ انمول خزانہ آ گیا ہے جسے کوئی شخص حاصل کرنے کی تمنا کر سکتا ہے۔

لیکن آپ کی یہ خواہش محض ایک تمنا یا امید نہیں ہونی چاہیے۔

ضروری ہے کہ یہ آپ کی شدید ترین خواہش ہو۔ یہ آپ کی اس قدر غالب

خواہش ہونی چاہیے کہ اسکے حصول کے لیے آپ کوئی سی قیمت بھی ادا کرنے کو تیار ہوں۔ یہ قیمت زیادہ بھی ہوسکتی ہے اور کم بھی ہوسکتی ہے۔ لیکن قیمت جو بھی ہو آپ کو اسے ادا کرنے کے لیے ذہنی طور پر پوری طرح تیار ہونا چاہیے۔

جیسے ہی آپ اپنی زندگی میں ایک قطعی اہم مقصد کا انتخاب کرتے ہیں آپ کو ایک عجیب حقیقت کا مشاہدہ ہوگا وہ یہ کہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ممکنہ راستے اور ذرائع خود بخود آپ پر عیاں ہوتے چلے جائیں گے۔

ایسے مواقع آپ کو میسر آنے لگیں گے جن کی آپ نے کبھی توقع بھی نہ کی تھی۔

آپ کو دوسرے لوگوں کا تعاون حاصل ہونا شروع ہو جائے گا اور دوست یوں سامنے آنے لگیں گے گویا آپ نے الہ دین کا چراغ رگڑ دیا ہو۔ آپ کے خدشات اور شکوک غائب ہونا شروع ہو جائیں گے اور ان کی جگہ خود اعتمادی لے لے گی۔

ہوسکتا ہے کہ ان معارف سے ناآشنا شخص اسے ایک قطعی مقصد کا انتخاب سمجھے۔ لیکن جو شخص تذبذب کی حالت سے نکل کر زندگی میں ایک قطعی مقصد کا انتخاب کر چکا ہے اس کی سوچ یہ نہیں ہوسکتی۔ میں صرف دوسرے لوگوں کے مشاہدات کی روشنی میں یہ بات نہیں کر رہا بلکہ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ میں اپنے آپ کو ایک مایوس اور ناکام انسان سے ایک کامیاب انسان میں تبدیل کر چکا ہوں۔ لہذا اس فلسفے کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے آپ جو کچھ حاصل کر سکتے ہیں اس کی یقین دہانی کرانے کے لیے اپنے آپ کو حق بجانب خیال کرتا ہوں۔

جب آپ اپنی زندگی کے قطعی اہم مقصد کے انتخاب کے ولولہ انگیز لمحات کے نزدیک پہنچیں تو اگر آپ کے دوست اور رشتے دار جو آپ کے نزدیک ہیں آپ کو خوابیں دیکھنے والا قرار دیں تو آپ کو دلبرداشتہ یا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

یاد رکھیں کہ تمام تر انسانی ترقی کے پیش رو یہی خوابیں دیکھنے والے افراد ہی رہے ہیں۔

لہٰذا کسی کو اجازت نہ دیں کہ وہ آپ کے خواب دیکھنے کے عمل کی حوصلہ شکنی کرے بلکہ اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کریں کہ آپ اپنے خوابوں کو مقصد کی قطعیت پر مبنی عمل کے ذریعے تقویت دے رہے ہیں۔ آپکی کامیابی کے امکانات بھی اتنے ہی روشن ہیں جتنے آپ سے پہلے لوگوں کے تھے۔ جنہوں نے اسی راستے پر چلتے ہوئے عظیم کامیابیاں حاصل کیں ہیں۔ بلکہ کئی پہلوؤں سے اپ کی کامیابی کے امکانات زیادہ روشن ہیں کیونکہ آپ کو انفرادی کامیابیوں کے ان اصولوں کا پہلے ہی سے علم ہے۔ جن کے بارے ماضی کے لاکھوں کامیاب افراد نے بڑی محنت اور جدوجہد کے بعد آگاہی حاصل کی تھی۔

وہ جو چاہتا تھا اسے اس کا بخوبی علم تھا

لائیڈ کولیر نارتھ کیرولینا میں وائٹ ویلی کے نزدیک ایک فارم پر پیدا ہوا تھا۔ اس کے خاندان کے مالی حالات ایسے تھے کہ وہ رسمی تعلیم حاصل نہ کر سکا اور اسے بچپن ہی سے اپنی عملی زندگی کا آغاز محنت اور جدوجہد سے کرنا پڑا۔

وہ ابھی چودہ پندرہ سال کا ہی تھا کہ ایک بیماری کی وجہ سے اسکے جسم کا کمر سے نیچے والا حصہ مفلوج ہو گیا۔ یہ ایک ایسا حادثہ تھا جو پنسلوں کے چند پیکٹ اور ٹین کا ایک خالی ڈبہ لے کر کسی گلی کی نکڑ پر بیٹھنے کا ایک معقول جواز تھا۔

وائٹ ویلی کے چند دکانداروں نے تھوڑا بہت فنڈ جمع کیا اور لائیڈ کو ایک سکول میں داخل کروا دیا۔ جہاں اسے گھڑیاں مرمت کرنے کا کام سکھا دیا گیا۔ وہاں سے فارغ ہو کر اس نے ایک پرچون کی دکان کے پیچھے اپنا گھڑیوں کا چھوٹا سا میز رکھ لیا۔ اسے اس جگہ کا کرایہ ادا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ یوں اس نے گھڑیوں کی مرمت کا کام شروع کر دیا۔

ان تمام مشکلات کے باوجود نہ تو اس نے خود اعتمادی کا دامن چھوڑا اور نہ ہی اس کی خوش باش طبیعت میں کوئی فرق آیا۔ یہ اس کی شخصیت کے دو ایسے پہلو تھے جن کی

بدولت بہت سے لوگ اس کے دوست بن گئے اور اسے اتنا کام بھی ملنے لگا جتنا وہ کر سکتا تھا۔

اس دوران الایئڈ کو کہیں سے کارنیگی کی کتاب ''سوچیے اور دولتمند بن جایئے'' ہاتھ لگ گئی۔ وہ اس کتاب سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے پورے صدق دل سے کتاب میں بیان کیے گئے کارنیگی کے کامیابی کے لیے مشہور فارمولے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

سب سے پہلے اس نے اپنا قطعی اہم مقصد تحریر کیا۔ اس نے اسے دن میں کئی کئی مرتبہ دہرا کر اپنی یادداشت کا حصہ بنا لیا۔ تھوڑے ہی عرصے میں وہ وائٹ ویلی میں ایک خوبصورت جیولری سٹور کا مالک بن گیا۔ شہر کی ایک خوبصورت لڑکی سے شادی کر لی اور خوشحال زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے بچوں کو پروان چڑھایا اور انہیں مناسب تعلیم دلوائی۔

کسی شخص کے لیے اس سے بڑی کامیابی اور کیا ہو سکتی ہے جس کی ٹانگیں بھی اپاہج ہوں اور پھر اس کے پاس کام کرنے کے لیے پھوٹی کوڑی بھی نہ ہو۔

لیکن اس نے یہ کر دکھایا۔ اسنے ہر وہ ہدف حاصل کیا جو زندگی کے لیے اس کے اہم مقصد میں شامل تھا اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ اس نے یہ سب کچھ اس وقت حاصل کر لیا تھا: جب وہ ابھی بالکل جوان تھا اور ان آسائشوں سے لطف اندوز ہونے کے لیے ایک لمبی زندگی ابھی باقی تھی۔

وہ ویل چیئر پر ادھر ادھر گھومتا ہے اپنے لیے مخصوص طور پر تیار کی گئی کار چلاتا ہے اور بغیر کسی مدد کے اس میں بیٹھ جاتا ہے اور باہر آ جاتا ہے۔ اس کے جیولری سٹور کو اس کے بااعتماد ملازمین چلا رہے ہیں جبکہ اس کی بیوی حساب کتاب رکھتی ہے۔

اگر آپ اس کے جیولری سٹور پر جائیں تو آپ جیسے ہی اندر داخل ہوں گے وہ اپنی ویل چیئر سے آپ کو پرجوش انداز میں خوش آمدید کہے گا۔ اس سے مل کر آپ کو

احساس ہوگا کہ آپ ایک ایسے شخص سے مل رہے ہیں جس نے اپنی جسمانی کمزوریوں کو اپنی زندگی کی مجبوریاں نہیں بننے دیا۔

لائیڈ کولیر ایک ایسی عادت اپنائے ہوئے ہے جسے دوسرے لوگ جو جسمانی طور پر کمزوریوں کا شکار ہیں آسانی سے اپنا سکتے ہیں۔ ہر روز وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اسے ان جسمانی کمزوریوں کے باوجود اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اور وہ ہر روز اس طرح سے بسر کرتا ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی بتاتا ہے کہ اس نے کبھی بھی اپنے لیے دوسروں کے ترحم کے جذبے کو طلب نہیں کیا۔ اس کے بجائے وہ اپنی ان نعمتوں کو ان لوگوں میں بانٹنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کی نسبت قدرے کم خوش نصیب ہیں۔ اس کا یقین ہے کہ ان کو بانٹتے ہوئے وہ محض اپنی دولت اور نعمتوں میں اضافہ کر رہا ہوتا ہے۔

لائیڈ کولیر کو ملنے کے بعد ہم واقعتاً اس شخص کے جو گلی کی نکڑ پر پنسلوں کے پیکٹ اور خالی ٹین کے ڈبے کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور اس شخص کے درمیان جو مالی طور پر خودمختار اور مکمل ذہنی سکون کا مالک ہے بہت زیادہ فرق محسوس کرتے ہیں۔ یہ فرق دراصل ذہنی رویے کا ہے۔ لائیڈ نے ''مثبت ذہنی رویے'' کو تلاش لیا اور اسے کے ذریعے اس نے اپنی تمام خواہشات کی تکمیل کی۔

جب بھی آپ کو اپنی زندگی پر افسوس ہو اور ''منفی ذہنی رویہ'' آپ کو پستی کی طرف لے کر جا رہا ہو تو وائٹ ویلی جایئے اور لائیڈ کولیر سے چند گھنٹے ملاقات کیجیے آپ یقیناً ''مثبت ذہنی رویے'' سے سرشار واپس آئیں گے۔

دانشمند لوگ اپنی زیادہ تر دولتیں بڑی فیاضی کے ساتھ بانٹتے ہیں۔ وہ اپنے راز بہت کم ظاہر ہونے دیتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں کہ یہ کسی غلط انسان کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ اور جب وہ اپنے اہداف اور منصوبوں کی بات کرتے ہیں تو عام طور پر وہ الفاظ کے بجائے ان کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں۔

دانشمند لوگ بہت زیادہ سنتے ہیں اور بولتے وقت احتیاط سے کام لیتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ جب آدمی سن رہا ہوتا ہے تو وہ کوئی اچھی بات سیکھتا ہے جب بول رہا ہوتا ہے تو کچھ بھی نہیں سیکھ رہا ہوتا۔

ہمیشہ ایک وقت ہوتا ہے جب بولنا فائدہ مند ہوتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے جب خاموش رہنا فائدہ مند ہوتا ہے۔ جب شک پیدا ہو جائے کہ بولنا فائدہ مند ہے یا خاموش رہنا تو عقلمند انسان اپنے آپ کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں۔

گفتگو کے ذریعے تبادلہ خیالات ایک اہم ذریعہ ہے جس سے لوگ مفید علم حاصل کرتے ہیں' اپنے قطعی اہم مقصد کے حصول کے لیے منصوبے تیار کرتے ہیں اور ان منصوبوں کی تکمیل کیلیے راستے اور ذرائع تلاش کرتے ہیں اور اعلیٰ سطح کی کامیابیوں کے لیے گول میز کانفرنسیں نمایاں کردار کی حامل ہوتی ہیں۔ لیکن یہ اس بے کار گفتگو سے جو بہت مختلف ہیں جن میں کچھ لوگ ہر اس شخص کے آگے اپنا ذہن کھول کر رکھ دیتے ہیں جو ان کی باتیں سننا چاہتا ہے۔

اس وقت آپ کو ایک ایسا محفوظ طریقہ بتاؤں گا جس کے ذریعے آپ لوگوں کیساتھ اس یقین دہانی کے ساتھ تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں کہ آپ جتنا دیں گے اس جتنا یا اس سے زیادہ حاصل کریں گے۔ اس طریقے سے آپ نہ صرف اپنے عزیز ترین منصوبوں پر کھل کر گفتگو کر سکیں گے بلکہ ایسا کرنا آپ کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

میں آپ کو ایک ایسے انٹرسیکشن (مقام اتصال) سے روشناس کراؤں گا جہاں آپ اپنے اس ذیلی راستے کو جس پر آپ اپنی کامیابی کے لیے گامزن ہیں' چھوڑ کر بڑی شاہراہ پر آ سکتے ہیں۔ اس راستے کی بڑی واضح نشاندہی کی جائے گی تاکہ آپ اسے کھو نہ سکیں۔ جس انٹرسیکشن کی میں بات کر رہا ہوں' وہ مقام ہے جس پر بڑی

کامیابیاں حاصل کرنے والے لوگ اپنے بہت سے سابقہ ساتھیوں اور رازداروں سے اپنے راستے جدا کر لیتے ہیں اور ان لوگوں کی محبت میں شامل ہو جاتے ہیں جو دولت کی جانب ان کے سفر میں ان کی مدد کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔

☆☆☆

باب ۴:

چند قدم زیادہ چلنے کی عادت

زندگی کے تمام میدانوں میں اور تمام پیشوں میں کامیابی کا ایک اہم اصول "چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کے لیے تیار رہنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو جتنا معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس کی نسبت زیادہ اور بہتر کام کارنا اور یہ کام مثبت ذہنی رویے کے ساتھ کرنا۔

آپ دنیا کے کسی بھی کونے میں جہاں بھی رہ رہے ہیں اس اصول کے خلاف ایک چھوٹی سی دلیل بھی ڈھونڈنے کی کوشش کریں، آپ نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔ اسی طرح کامیابی کی آپ ایک مثال نہیں ڈھونڈ سکتے جس میں یہ اصول کارفرمانہ رہا ہو۔

یہ انسانوں کا بنایا ہوا اصول نہیں ہے بلکہ قدرت کا تشکیل کردہ اصول ہے کیونکہ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ انسانون کی سطح سے نیچے والی تمام زندہ مخلوق کو زندہ رہنے کے لیے اس اصول پر لازماً عمل کرنا پڑتا ہے۔

انسان اگر چاہے تو اس اصول سے بے اتفاقی برت سکتا ہے لیکن وہ ایسے کرتے ہوئے بیک وقت پائیدار کامیابی کے ثمرات سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

مشاہدہ کریں کہ قدرت کس طرح اس اصول کا اطلاق اس خوراک کی پیداوار پر کرتی ہے جو زمین سے اگتی ہے، جس میں کسان کو زمین صاف کرتے ہوئے، ہل چلاتے ہوئے اور سال کے درست موسم میں بیج بوتے ہوئے چند قدم زیادہ چلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ اس سارے کام کے لیے اسے پیشگی ادائیگی نہیں ہوتی۔

لیکن یہ دیکھیں کہ اگر وہ اپنا کام قدرت کے قوانین سے ہم آہنگی میں انجام دیتا ہے اور مناسب مقدار میں محنت کرتا ہے تو جہاں کسان کی محنت ختم ہوتی ہے وہاں سے قدرت کام اپنے ہاتھ میں لے لیتی ہے اور جو بیج اس نے بوئے ہوتے ہیں انہیں اگاتی ہے اور انہیں فصل کی صورت میں پروان چڑھاتی ہے۔

اور اس حقیقت پر ذرا غور کریں۔ گندم یا مکئی کے ہر دانے کے بدلے جو وہ زمین میں بوتا ہے اسے شاہد سو دانے دیتی ہے۔

قدرت ہر چیز کو اپنی ضرورت کے مطابق پیدا کرتے ہوئے اور ساتھ ہی ہنگامی حالات اور زیاں کو مدنظر رکھتے ہوئے چند قدم زیادہ چلتے ہوئے ضرورت سے زیادہ پیدا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر درخت پر لگنے والے پھل وہ پھول جن سے پھل بنتے ہیں' تالاب میں مینڈک اور سمندر میں مچھلیاں وغیرہ۔ قدرت جانوروں کی نسلوں کو قائم رکھنے کے لیے اور ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے تمام زندہ اشیاء کی پیداوار میں ''چند قدم زیادہ چلنے'' کے اصول کو مدنظر رکھتی ہے۔ یعنی ان کی پیداوار ہمیشہ ضرورت سے زیادہ ہوتی ہے اگر یہ بات درست نہ ہوتی تو بہت سے جانوروں کی نسلیں ختم ہو چکی ہوتیں۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جنگلوں کے جانور اور فضاؤں میں اڑنے والے پرندے محنت کے بغیر زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ لیکن سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ قدرت نے ہر زندہ چیز کے لیے خوراک پیدا کی ہوئی ہے لیکن ہر مخلوق کو اس خوراک میں سے حصہ لینے کے لیے لازمی محنت کرنا پڑتی ہے

۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت اس عادت کی حوصلہ شکنی کرتی ہے جو بعض لوگوں میں پائی جاتی ہے یعنی بغیر کسی محنت یا جدوجہد کے کوئی چیز حاصل کرنے کی کوشش۔

''چند قدم زیادہ چلنے'' کی عادت سے حاصل ہونے والے فوائد یقینی اور قابل فہم ہیں۔ آیئے چند ایک کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم مزید قائل ہو سکیں۔

اس عادت سے انسان ان لوگوں کی حمایت اور توجہ حاصل کر لیتا ہے جو شخص ترقی کے موقع فراہم کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں۔

یہ عادت انسان کو کئی قسم کے انسانی تعلقات میں ناگزیر بنا دیتی ہے اور اس طرح وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی خدمات کا اوسط سے زیادہ معاوضہ طلب کر سکے۔

یہ عادت ذہنی نشوونما' جسمانی ہنر مندی اور برداشت کی مختلف صورتوں کی تکمیل کرتی ہے۔ اس طرح یہ انسان کی کمانے کی صلاحیت میں اضافے کا موجب بنتی ہے۔

جب ملازمتیں کم ہوں تو یہ عادت بے روزگاری سے بچاتی ہے اور انسان کو اپنی پسند کی ملازمت اختیار کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔

یہ مثبت اور خوشگوار ذہنی رویے کی تشکیل میں مددگار ہوتی ہے جو کہ پائیدار کامیابی کے لیے ضروری ہے۔

یہ ذاتی پیش قدمی کی اہم ترین خاصیت کو پروان چڑھاتی ہے۔

یہ خود اعتمادی اور جرات کو پروان چڑھاتی ہے۔

اس سے انسان دیانت داری پر دوسرے لوگوں کے دلوں میں پختہ اعتماد پیدا کرتا ہے۔ یہ ذمہ داری سے پہلو تہی کی خطرناک عادت کو ختم کرنے میں مددگار ہوتی ہے ۔ یہ انسان کو بے مقصد زندگی گزارنے سے بچاتی ہے اور زندگی کا ایک حتمی مقصد فراہم کرتی ہے۔

زیادہ دو زیادہ لو

"چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کی پیروی کرنے کی ایک اور بڑی وجہ بھی ہے۔ کہ کسی بھی شخص کو زیادہ صلہ طلب کرنے کی واحد معقول وجہ مہیا کرتی ہے۔

اگر کوئی شخص اس سے زیادہ محنت نہیں کرتا جتنا کہ اسے معاوضہ ادا کیا جا رہا ہے تو پھر صاف ظاہر ہے کہ اسے وہ پورا معاوضہ مل رہا ہے جس کا وہ حق دار ہے۔

اپنی ملازمت یا ذریعہ آمدن کو قائم رکھنے کے لیے اسے لازمی اتنا کام کرنا ہوگا جتنا

کہ اسے معاوضہ دیا جا رہا ہے۔

ہر وہ شخص جو تنخواہ یا معاوضے پر کام کر رہا ہے اگر اس اصول کو اپناتا ہے تو اس کے لیے یقیناً آگے بڑھنے اور ترقی کرنے کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے والے شخص کی ساکھ میں اضافہ ہوتا ہے اور زیادہ معاوضے یا اچھی پوزیشن کے لیے مطالبہ کرنے کا اس کے پاس معقول جواز ہوتا ہے۔

کوئی بھی نظام یا فلسفہ جس میں انسان کے لیے "چند قدم زیادہ چلنے" کے مواقع موجود نہ ہوں وہ کمزور ہوگا اور آخر کار ناکام ثابت ہوگا۔ کیونکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہ اصول کا اہم ترین ذریعہ ہے جس کی مدد سے کوئی شخص اپنے غیر معمولی ہنر تجربے اور تعلیم کا صلہ حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا اصول ہے جو انسان کو قطع نظر اس کے کاروبار پیشے یا روزگار کے عزم و استقلال بخشتا ہے۔

امریکہ میں کوئی بھی شخص "چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کے بغیر اپنی روزی کما سکتا ہے۔ اور بہت سے لوگ یہی کر رہے ہیں۔ لیکن امریکن طرز زندگی کے تحت حاصل شدہ معاشی تحفظ اور آسائشیں صرف ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہیں جو اس اصول کو اپنے فلسفہ زندگی کا حصہ بنا لیتے ہیں' اور یہ ان کی زندگی میں ایک عادت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

تمام عقلی دلائل اور خود ہماری عقل سلیم بھی اسے درست تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ اگر ہم بہت بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کرنے والے انسانوں کی زندگیوں کا تجزیہ کریں تو بھی یہ اصول درست ثابت ہوگا۔

یہ ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ کارنیگی نے کسی بھی دوسرے بڑے امریکی صنعتکار کی نسبت زیادہ کامیاب صنعتی لیڈر پیدا کیے۔ ان میں سے اکثر عام دیہاڑی دار مزدوروں میں سے تھے۔ ان میں سے اکثر نے بہت زیادہ ذاتی دولت اکٹھی کی' اس سے بھی بہت زیادہ جتنی وہ کارنیگی کی راہنمائی کے بغیر حاصل کر سکتے تھے۔

کارنیگی جس بھی کارکن کو ترقی دینے کا ارادہ کرتا تھا اس کا سب سے پہلا ٹیسٹ یہی لیتا تھا کہ وہ کس حد تک "چند قدم زیادہ چلنے" کو تیار ہے۔

اسی ٹیسٹ کے نتیجے میں چارلس ایم شواب اس کی نظروں میں آیا۔ اس وقت وہ سٹیل کے بڑے پلانٹ پر دیہاڑی دار مزدور کے طور پر کام کر رہا تھا۔ اس کے کام کا قریبی مشاہدہ کرنے سے یہ بات سامنے آئی کہ مسٹر شواب کو جو معاوضہ ادا کیا جاتا ہے وہ ہمیشہ اس سے زیادہ اور بہتر کام کرتا ہے۔ مزید برآں وہ یہ سارا کام ایک ایسے خوشگوار انداز میں کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے ساتھی کارکنوں میں بہت مقبول تھا۔

اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ ترقی دی جاتی رہی حتیٰ کہ وہ 75000 ڈالر سالانہ پر یونائیٹڈ سٹیٹس سٹیل کارپوریشن کا پریذیڈنٹ بنا دیا گیا۔

انسان کی تمام تر عقل و دانش اور ان تمام تدابیر کے باوجود جو انسان کسی چیز کو حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے چارلس ایم شواب جو کہ ایک دیہاڑی دار مزدور تھا 75000 ڈالر اپنی ساری زندگی میں نہیں کما سکتا تھا۔ اگر وہ رضامندی کے ساتھ "چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کو اپناتے ہوئے اس پر عمل پیرا نہ ہوتا۔

مسٹر کارنیگی نے مسٹر شواب کو اس کی باقاعدہ تنخواہ کے علاوہ جو کہ واقعتاً بہت زیادہ فیاضانہ تھی گاہے گاہے 1000000 ڈالر کا بونس بھی دیا۔

جب مسٹر کارنیگی سے سوال کیا گیا کہ اس نے مسٹر شواب کو اتنا خطیر بونس کیوں ادا کیا ہے جو اس کی سالانہ تنخواہ سے بھی تجاوز کر جاتا ہے تو اس نے جو جواب دیا وہ دنیا کے ہر کارکن کے لیے قابل غور ہے "میں اسے تنخواہ اس کام کی دیتا ہوں جو وہ حقیقتاً انجام دے رہا ہے اور بونس اسے چند قدم اور چلنے کی عادت کا دیا ہے"۔

75000 ڈالر سالانہ تنخواہ پر غور کریں جو کہ ایک ایسا شخص لے رہا ہے جس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک دیہاڑی دار مزدور کی حیثیت سے کیا ہو۔ اور پھر اس بونس

کے بارے میں سوچیے جو کہ اس کی تنخواہ سے دس گنا سے بھی زیادہ ہے۔ یہ سب کچھ مسٹ شواب نے اپنی ''چند قدم زیادہ چلنے کی عادت'' کے بدلے حاصل کیا۔

یقیناً ''چند قدم زیادہ چلنا'' فائدہ پہنچاتا ہے۔ کیونکہ جب بھی کوئی شخص ایسا کرتا ہے وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا رہین منت بناتا ہے۔

کسی کو بھی ''چند قدم زیادہ چلنے'' پر مجبور نہیں کیا جاتا اور شاید ہی کسی کو بھی درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس معاوضے سے زیادہ کام کرے جو اُسے دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس عادت کو ہمیشہ اپنی مرضی سے اپنے طور پر اپنانا پڑتا ہے۔

تاہم یہ ناممکن ہے کہ کسی شخص کو یہ عادت اپنانے پر مناسب صلہ یا عوضانہ نہ ملے۔ یہ صلہ مختلف صورتوں میں ہو سکتا ہے۔ تنخواہ میں اضافہ ایک یقینی امر ہے اور رضاکارانہ ترقیاں ناگزیر ہیں۔ کام کا دوستانہ ماحول اور خوشگوار انسانی تعلقات یقینی امر ہے اور یہ چیزیں معاشی تحفظ کی ضامن ہوتی ہیں جو ایک شخص اپنے استحقاق پر حاصل کرتا ہے۔

ایک اور فائدہ بھی ہے جو ''چند قدم زیادہ چلنے'' والے شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے اس کا ضمیر مطمئن رہتا ہے اور یوں اسے روحانی سکون اور تقویت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ عادت ایک مضبوط کردار کی تشکیل میں ایسا اہم کردار ادا کرتی ہے کوئی دوسری انسانی عادت اس کی ثانی نہیں ہو سکتی۔

آپ ایک بچے کو کوئی بھی کام معمول کی نسبت زیادہ اور قدرے بہتر کرنے کی عادت ڈال دیں تو گویا آپ نے اس بچے میں ایک ایسی صفت پیدا کر دی ہے جو اسے اس کی ساری زندگی میں بے شمار فائدے پہنچا سکے۔

کارنیگی کا فلسفہ بنیادی طور پر معاشی فلسفہ ہے۔ لیکن یہ بات اس سے بڑھ کر ہے۔ یہ انسانی تعلقات کے حوالے سے فلسفہ اخلاق بھی ہے۔ یہ کمزور بدنصیب لوگوں کے ساتھ ہم آہنگی، مفاہمت اور ہمدردی کو جنم دیتی ہے۔

''چند قدم زیادہ چلنے کی عادت'' محض اس فلاسفی کے سترہ اصولوں میں سے ایک ہے جوان لوگوں کے لیے تشکیل دی گئی ہے جو دولتوں کے متلاشی ہیں۔ لیکن آیئے غور کریں کہ کس طرح بارہ دولتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کا براہ راست تعلق ہے۔

سب سے پہلے اس عادت کا بارہ دولتوں میں سے سب سے اہم دولت یعنی ''مثبت ذہنی رویے'' کو پروان چڑھانے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ جب انسان اپنے جذبات پر قابو پانے کے قابل ہو جاتا ہے اور دوسروں کیلیے مفید کام انجام دیتے ہوئے اظہار نفس کا فن سیکھ جاتا ہے تو وہ مثبت ذہنی رویے کی نشو ونما میں کافی پیش رفت کر چکا ہوتا ہے۔

مثبت ذہنی رویہ سوچ کے ایک نمونے کو جنم دیتا ہے جو باقی ماندہ بارہ دولتوں کو اس طرح یقینی طور پر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جیسے دن کے بعد رات آتی ہے' اور یہ ایک ناگزیر عمل ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لیں اور آپ کو سمجھ آجائے گی کہ ''چند قدم زیادہ چلنے کی عادت'' محض مادی دولتیں اکٹھی کرنے سے بڑھ کر بھی بہت سے فوائد کی حامل ہے۔ آپ کو یہ بھی سمجھ آجائے گی کہ انفرادی کامیابی کے فلسفے میں اس اصول کو اولین حیثیت کیوں دی گئی ہے۔

ایسا انسان جسے کوئی بھی کھونا نہ چاہتا ہو

آیئے اب اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ کسی شخص کو جتنا معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس کی نسبت قدرے زیادہ اور بہتر کام کرنے کی نصیحت اپنے وجود میں متناقض نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ کسی بھی شخص کے لیے ناممکن ہے کہ وہ مناسب صلہ پائے بغیر ایسا کام کرے گا۔ لیکن یاد رکھیں کہ معاوضہ مختلف شکلوں یا صورتوں میں بھی ہو سکتا ہے۔ بعض اوقات یہ عجیب اور غیر متوقع ذرائع سے مل جاتا ہے لیکن ملتا ضرور ہے۔

ہو سکتا ہے کہ اس طرح کی خدمات انجام دینے والے کارکن ہمیشہ اس شخص سے

صلہ یا معاوضہ نہ ملتا ہو جس کے لیے وہ کام کر رہا ہے۔ لیکن یہ عادت اس کے لیے آگے بڑھنے کے بہت سے مواقع پیدا کرتی ہے' ان میں نئے اور زیادہ فائدہ مند روزگار کے زرائع بھی ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اسے یہ معاوضہ بالواسطہ طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔

شاید رالف والڈو ایمرسن (Ralph Waldo Emerson) کے ذہن میں یہی حقیقت تھی جب اس نے ''صلہ'' کے بارے میں اپنے مضمون میں یہ بات کہی ''اگر آپ ایک احسان ناشناس شخص کی ملازمت کر رہے ہیں تو اس کی زیادہ خدمت کریں۔ خدا پر قرض چڑھاتے جائیں۔ آپ کی ہر کوشش اور ہر کام کا معاوضہ مل جائے گا۔ معاوضہ ملنے میں جتنی زیادہ دیر ہوتی جائے گی اتنا ہی آپ کے حق میں بہتر ہو گا کیونکہ اس کے خزانے کی روایت سود مرکب کی ادائیگی پر ہے''۔

اس فلسفے میں ایک اور پہلو جو بظاہر متناقض نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان اپنا قیمتی وقت جو محنت پر صرف کرتا ہے اس کا اسے کوئی براہ راست اور فوری معاوضہ یا صلہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے لیے یہ بات یاد رکھیں کہ ایک آدمی جو معاوضے یا مزدوری پر کام کر رہا ہوتا ہے اسے اس کا معاوضہ یا صلہ دو شکلوں میں مل رہا ہوتا ہے۔ ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اس کا معاوضہ نقدی کی صورت میں حاصل کرتا ہے۔ اور دوسری صورت وہ ہنر ہوتا ہے جو وہ کام کے تجربے سے حاصل کر رہا ہوتا ہے۔ یہ صلے یا معاوضے کی ایسی صورت ہوتی ہے جو اکثر نقد تنخواہ سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ کیونکہ تجربہ اور ہنر کاروبار کی دنیا میں کارکن کا سب سے بڑا اثاثہ ہوتا ہے' جس کی مدد سے وہ زیادہ تنخواہ اور بڑی ذمہ داریوں والے کام حاصل کر سکتا ہے۔

وہ شخص جو ''چند قدم زیادہ چلنے'' کا عادی ہوتا ہے وہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ اسے بہتر پوزیشن اور زیادہ تنخواہ والے کام کی تربیت حاصل کرنے کا معاوضہ دیا جا رہا ہے۔

یہ ایک ایسا اصول ہے جس پر کسی بھی کارکن کے ساتھ دھوکا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا

مالک خواہ کتنا ہی خودغرض یا لالچی کیوں نہ ہو وہ معاوضے کی اس شکل کو روک کر نہیں رکھ سکتا۔ یہی وہ ''سود مرکب پر سود مرکب'' ہے جس کا ذکر ایمرسن نے کیا تھا۔

یہی وہ اثاثہ تھا جس نے مسٹر شواب کو ایک معمولی دیہاڑی دار مزدور سے اٹھا کر زینہ بہ زینہ اس اعلیٰ ترین پوزیشن تک پہنچا دیا جو اس کا مالک اسے پیش کر سکتا تھا۔ اور یہی وہ اثاثہ تھا جو مسٹر شواب کے لیے اس کی تنخواہ سے بھی دس گنا زیادہ بونس کا تحفہ لے کر آیا تھا۔

مسٹر شواب کو جو کام بھی سونپا گیا اس میں اس نے اپنی معمول کی ذمہ داری سے بڑھ کر محنت اور جدوجہد کا مظاہرہ کیا۔ اور اس کی اس جدوجہد اور محنت کے صلے کے طور پر اسے 10 لاکھ ڈالر کا بونس دیا گیا۔ اگر اسے ہر کام میں ''چند قدم زیادہ چلنے کی عادت'' نہ ہوتی تو شاید وہ یہ سب کچھ حاصل نہ کر سکتا۔ اور ظاہر ہے یہ چیز اس کے اپنے ذاتی اختیار میں تھی۔

آیئے ہم فیاضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ فرض کر لیتے ہیں کہ مسٹر کارنیگی نے اسے یہ بونس اس کا حق سمجھ کر دیا تھا کیونکہ اس کے خیال میں مسٹر شواب نے اپنی محنت اور لگن کی وجہ سے اپنے آپ کو اس کا حق دار ثابت کر دیا تھا۔ لیکن اصل حقیقت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ اس مفید آدمی کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔ یعنی اسے خوف تھا کہ کہیں یہ آدمی اسے چھوڑ کر نہ چلا جائے۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ''چند قدم زیادہ چلنے'' کے اصول کو جس پہلو سے بھی دیکھیں ہم صرف ایک ہی نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو شخص بھی اس پر عمل کرتا ہے اسے ''سود مرکب پر سود مرکب'' حاصل ہوتا ہے۔

اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ عظیم صنعتی لیڈر کے ذہن میں کیا بات تھی جب اس نے کہا تھا۔ ''ذاتی طور پر مجھے ہفتے میں کم از کم چالیس گھنٹے کام کرنے کے قانون میں اتنی دلچسپی نہیں جتنی اس بات میں کہ میں چالیس گھنٹوں کو ایک دن میں کس طرح سمو

سکتا ہوں''۔

جس آدمی نے یہ بیان دیا تھا اس کے پاس بارہ دولتیں وافر مقدار میں موجود تھیں ۔اور وہ کھلے الفاظ میں یہ تسلیم کرتا تھا کہ اس نے اپنی یہ دولتیں نہایت نچلی سطح سے کام کا آغاز کرتے ہوئے ''چند قدم زیادہ چلنے کی عادت'' کو اپناتے ہوئے حاصل کی ہیں۔

یہی وہ آدمی تھا جس نے کہا تھا ''اگر مجھے مجبور کیا جائے کہ میں اپنی کامیابی کے لیے سترہ اصولوں میں سے صرف ایک اصول پر انحصار کروں تو میں بغیر کسی ہچکچاہٹ یا تذبذب کے ''چند قدم زیادہ چلنے'' کی عادت کے اصول کا انتخاب کروں گا''۔

خوش قسمتی سے اس کے لیے اس انتخاب کی نوبت نہیں آئی' کیوں کہ انفرادی کامیابی کے سترہ اصول آپس میں ایک زنجیر کی کڑیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں لہٰذا ان سب کا مربوط استعمال ہی ان کو بہت بڑی قوت میں تبدیل کرتا ہے۔ان میں سے کسی ایک اصول کو بھی چھوڑ دینا ان کی مجموعی قوت میں کمی کا باعث بن جاتا ہے بالکل اسی طرح جس طرح ایک واحد کڑی نکال دینے سے زنجیر کمزور ہو جاتی ہے۔

ان سترہ اصولوں کی قوت ان اصولوں میں پوشیدہ نہیں بلکہ ان کے اطلاق اور استعمال میں ہے۔جب ان اصولوں کا اطلاق کیا جاتا ہے تو یہ ذہن کی کیمسٹری کو منفی سے مثبت ذہنی رویے میں تبدیل کر دیتے ہیں اور یہی مثبت ذہنی رویہ ہے جو کامیابی کو کھینچتا ہے اور انسان کو بارہ دولتوں کے حصول کی جانب لے کر جاتا ہے۔

یہ سترہ اصول حروف تہجی کے اکیاون حروف کی مانند ہیں جن کے مختلف مجموعوں سے ہم تمام انسانی خیالات ظاہر کر سکتے ہیں۔حروف تہجی کے انفرادی حروف کسی مفہوم کے حامل نہیں ہوتے' لیکن جب انہیں الفاظ کی شکل میں جمع کر دیا جاتا ہے تو یہ انسان کی ہر سوچ اور خیال کو ظاہر کرتے ہیں۔

سترہ اصول انفرادی کامیابی کے حروف تہجی ہیں، جن کے ذریعے تمام صلاحیتوں کا ان کی اعلیٰ ترین اور مفید ترین شکل میں اظہار کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یہ وہ ذرائع مہیا کرتے ہیں جن کے ذریعے آپ دولتوں کی ”ماسٹر چابی“ حاصل کر سکتے ہیں۔

☆☆☆



باب 5

محبت انسانوں کی حقیقی نجات دہندہ

محبت انسان کا سب سے بڑا تجربہ ہے۔ یہ انسان کا عظیم دانش کے ساتھ رابطہ قائم کرتی ہے۔

جب یہ جنسی اور روحانی جذبات کے ساتھ مدغم ہو جاتی ہے تو یہ تخلیقی بصیرت کے ذریعے انسان کو انفرادی پیش رفت کی بلند چوٹیوں تک لے جا سکتی ہے۔

محبت جنس اور عشق کے جذبات کامیابی کی ابدی تکون جسے فطانت کے طور پر جانا جاتا ہے' کے تین پہلو ہیں۔ فطانت کی تخلیق کے لیے قدرت کے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا وسیلہ نہیں ہے۔

محبت انسان کی روحانی فطرت کا ایک بیرونی اظہار ہے۔

جنسی فعل اگرچہ حیاتیاتی عمل ہے لیکن یہ زمین پر رینگنے والی معمولی ترین مخلوق سے لے کر انسان جیسی اعلیٰ ترین مخلوق تک تخلیقی سرگرمیوں کا سرچشمہ ہے۔

محبت تمام انسانیت کو ایک رشتے میں باندھ دیتی ہے۔

یہ خودغرضی' لالچ' حسد اور بغض کا خاتمہ کرتی ہے اور ادنیٰ ترین انسانوں کو براہ راست بادشاہوں کے منصب پر فائز کر دیتی ہے۔ جہاں محبت کا وجود نہ ہو وہاں حقیقی عظمت نظر نہیں آ سکتی۔

جس محبت کی میں بات کر رہا ہوں اس کو جنسی جذبات کے ساتھ غلط ملط نہیں کرنا چاہیے کیونکہ محبت اپنے بلند ترین اور خالص ترین اظہار میں ابدی تکون کا حصہ ہے لیکن اس کے باوجود یہ اس تکون کے تینوں اجزا میں سے سب سے عظیم ہے۔

جس محبت کی میں بات کر رہا ہوں وہ زندگی عطا کرتی ہے اور اس کی کوکھ سے وہ تخلیقی جدوجہد جنم لیتی ہے' جس نے انسان کو اس کے موجودہ شائستگی اور تہذیب کے مقام تک پہنچایا ہے۔

یہ ایک ایسا عنصر ہے جو انسان اور اس سے نیچے دنیا کی تمام تر مخلوق کے درمیان ایک خط امتیاز کھینچتا ہے۔ یہ ایک ایسا عنصر ہے جو اس بات کا تعین کرتا ہے کہ ہر انسان اپنے ارد گرد بسنے والے انسانوں کے دلوں میں کتنی جگہ پا سکتا ہے۔

محبت ایک ایسی مضبوط بنیاد ہے جس پر بارہ دولتوں میں سے پہلی دولت' مثبت ذہنی رویے کی عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے اور ہمیں یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اس کے بغیر کوئی بھی شخص حقیقی دولتمند نہیں بن سکتا۔

محبت باقی ماندہ گیارہ دولتوں کا تانا اور بانا ہے۔ یہ تمام دولتوں کی سج دھج میں اضافہ کرتی ہے اور انہیں پائیداری کی صفت سے نوازتی ہے۔ اس بات کی شہادت ہمیں ان لوگوں کے سرسری مشاہدے سے مل جاتی ہے جنہوں نے مادی دولتیں تو حاصل کر لی ہیں لیکن محبت کا جذبہ حاصل نہیں کر سکے۔

"چند قدم زیادہ چلنے کی عادت"

محبت کی اس روح کو حاصل کرنے کی طرف لے جاتی ہے۔ کیوں کہ اس محبت سے بڑھ کر محبت کا اظہار کوئی اور نہیں کر سکتا جس کا اظہار بغیر کسی ذاتی مفاد کے محض دوسروں کے فائدے کے لیے کام کر کے کیا جاتا ہے۔

ہر دور کے عظیم دانشوروں نے محبت کو ایک ایسی اکسیر طاقت قرار دیا ہے جو انسان کے زخمی دلوں کو شفا بخشتی ہے اور انسانوں کو اپنے بھائیوں کا محافظ بناتی ہے۔ امریکی قوم کے ایک عظیم دانشور نے محبت کی ایسے کلاسیک انداز میں تشریح کی ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔ وہ کہتا ہے:

"زندگی کے کالے بادل میں محبت واحد قوس قزح ہے"۔

"یہ صبح اور شام کا ستارہ ہے"۔

"یہ بچے پر چمکتی ہے اور اپنی شعاعیں خاموش مقبرے پر بکھیرتی ہے"

"یہ فن کی ماں ہے شاعر' محب وطن' اور فلاسفر کو جذبہ عطا کرتی ہے"

"یہ ہر دل کی روشنی' ہر گھر کی معمار ہے اور ہر آتش دان میں آگ روشن کرنے والی قوت ہے۔

"حیات جاوداں کی نوید ہے"۔

"یہ دنیا کو ترنم سے بھر دیتی ہے' کیونکہ موسیقی محبت کی آواز ہے"۔

"محبت ایک ایسا جادو ہے' ایک ایسا طلسم ہے جو بے کار چیزوں کو شادمانی میں بدل دیتی ہے اور عام افراد کو بادشاہوں ماکاؤں کا مقام پر فائز کر دیتی ہے۔"

"یہ ہمارے قلب کے پھول کی خوشبو ہے اور اس مقدس جذبے کے بغیر ہم حیوانوں سے بھی کمتر ہیں۔ لیکن اس کی موجودگی میں زمین جنت ہے اور ہم دیوتا ہیں"۔

"محبت ایک کایا کلپ ہے' یہ انسان کو شرافت' پاکیزگی' اور شان وشوکت سے نوازتی ہے' محب باطن کی روشنی اور ایک تخلیق ہے۔ محبت سے زمین اپنا حسن اور آسمان اپنی شان وشوکت مستعار لیتا ہے۔ انصاف' نفس کشی' سخاوت اور رحم محبت کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ محبت کے بغیر شان وشوکت ماند پڑ جاتی ہے' شرافت دم توڑ جاتی ہے' فن مر جاتا ہے' موسیقی اپنا مفہوم کھو دیتی ہے اور نیکی کا وجود ختم ہو جاتا ہے"۔

جو انسان حقیقت میں عظیم ہے وہ تمام انسانیت سے محبت کرتا ہے۔

وہ اچھے اور برے تمام انسانوں سے محبت کرتا ہے۔ اچھے لوگوں سے وہ فخر و انبساط کا اظہار کرتے ہوئے محبت کرتا ہے۔ برے لوگوں سے وہ رحم اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے محبت کرتا ہے۔ اگر وہ حقیقت میں عظیم ہے تو وہ جانتا ہے کہ اچھے اور برے لوگ دراصل حالات کی پیداوار ہوتے ہیں کیونکہ اپنی جہالت کی وجہ سے حالات ان کے قابو میں نہیں ہوتے۔

اگر کوئی آدمی حقیقت میں عظیم ہے تو وہ رحم دل' ہمدرد اور بردبار ہوگا۔ جب وہ

دوسرے لوگوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے پر مجبور ہوتا ہے تو وہ رحم کے جذبے کے ساتھ انصاف کے تقاضوں میں قدرے نرمی کا مظاہرہ کرتا ہے اور ہمیشہ کمزور بے علم اور غربت کے ماروں کی طرفداری کی کوشش کرتا ہے۔

ان چند لوگوں کا تذکرہ جنہوں نے "چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" سے فائدہ حاصل کیا

کوئی آدمی بھی کسی محرک کے بغیر رضا کارانہ طور پر کوئی کام نہیں کرتا۔ یہاں ہم ان چند لوگوں کا ذکر کر رہے ہیں جنہوں نے "چند قدم زیادہ چلنے" کی عادت سے فائدہ حاصل کیا شاید ان کے ذکر سے آپ میں بھی اس عادت کو اپنانے کے لیے کوئی محرک پیدا ہو۔

کئی سال پہلے پٹس برگ ڈیپارٹمنٹ سٹور میں ایک بوڑھی عورت محض وقت گزاری کے لیے چہل قدمی کر رہی تھی۔ وہ مختلف کاؤنٹروں کے سامنے سے گزرتی چلی گئی لیکن کسی نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ تمام کلرک اسے ایک بے کار بوڑھی عورت خیال کر رہے تھے جو کچھ بھی خریدنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ جب وہ ان میں سے کسی کاؤنٹر پر کھڑی ہوتی تو وہاں موجود کلرک کسی اور سمت دیکھنا شروع کر دیتا۔

آخر وہ خاتون ایک کاؤنٹر پر آئی جہاں ایک نوجوان کلرک کھڑا تھا۔ اس نے بڑی شائستگی سے جھکتے ہوئے پوچھا کہ کیا وہ اس کے کسی کام آ سکتا ہے۔ "نہیں" بوڑھی خاتون نے جواب دیا "میں صرف وقت گزار رہی ہوں۔ بارش رکنے کا انتظار کر رہی ہوں تاکہ گھر جا سکوں"۔

"بہت اچھی بات ہے میڈم"۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا "کیا میں آپ کے لیے کرسی لے آؤں" اور اس نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر ایک کرسی لا کر اسے دے دی۔ جب بارش قدرے تھم گئی تو نوجوان بوڑھی خاتون کو بازو سے پکڑ کر گلی تک لے گیا اور اسے خدا حافظ کہا۔ جانے سے پہلے اس نے اس سے اس کا کارڈ

لے لیا۔

کئی ماہ بعد سٹور کے مالک کو ایک خط ملا کہ اس نوجوان کو ایک گھر کی تزئین و آرائش کے لیے آرڈر وصول کرنے کے لیے سکاٹ لینڈ بھیجا جائے۔ سٹور کے مالک نے جواب میں لکھا کہ اسے افسوس ہے کہ نوجوان گھروں کی آرائش اور تزئین کرنے والے ڈیپارٹمنٹ میں کام نہیں کرتا۔ تاہم اس نے وضاحت کی کہ اس کام کے لیے ایک تجربہ کار آدمی کو بھیجنے میں وہ خوشی محسوس کرے گا۔

جواب میں اسے کہا گیا کہ اس خاص نوجوان کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی نہیں چاہیے۔ یہ خطوط اینڈریو کارنیگی کی جانب سے تھے اور جس گھر کی وہ تزئین و آرائش کروانا چاہتا تھا وہ سکاٹ لینڈ میں سکیبو کاسل (Skibo Castle) تھا۔ وہ بوڑھی خاتون کارنیگی کی والدہ تھی۔ نوجوان آدمی کو سکاٹ لینڈ بھیجا گیا۔ اسے گھریلو آرائش و تزئین کی مختلف اشیاء کے کوئی سو ہزار ڈالر کے آرڈر ملے اور ان کی مدد سے وہ سٹور کا حصہ دار بن گیا۔ بعد میں وہ سٹور کے آدھے منافع میں حصہ دار بن چکا تھا۔

یقیناً جب آپ چند قدم زیادہ چلتے ہیں تو اس کا معاوضہ ضرور ملتا ہے۔

چند سال بیشتر ''دی گولڈن رول میگزین'' کے ایڈیٹر کو ڈیون پورٹ کے پالمر سکول میں تقریر کے لیے مدعو کیا گیا۔ اس نے اپنی معمول کی فیس 100 ڈالر اور آنے جانے کے اخراجات کی ادائیگی پر پیشکش قبول کر لی۔

جب ایڈیٹر کالج میں پہنچا تو اس نے وہاں سے اپنے میگزین کے لیے بہت سی کہانیوں کا مواد اکٹھا کر لیا۔ جب اس نے تقریر کر لی اور واپسی کی تیاری کی تو اسے اپنے آنے جانے کے اخراجات بتانے کو کہا گیا تاکہ اسے معاوضے کا چیک دیا جا سکے۔

اس نے اپنی تقریر اور اخراجات کے لیے کوئی بھی رقم لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اس نے اپنے میگزین کے لیے جو مواد اکٹھا کیا ہے اس صورت میں اسے پہلے سے

مناسب ادائیگی ہو چکی ہے۔ اس خیال کے ساتھ کہ اسے کافی اجرت مل گئی ہے وہ ٹرین پر بیٹھا اور واپس شکاگو آ گیا۔

اگلے ہفتے اسے ڈیون پورٹ سے میگزین کی سالانہ خریداری کے لیے بہت سے آرڈر وصول ہونے شروع ہو گئے۔ ہفتے کے اختتام تک 6000 ڈالر نقد وصول ہو چکے تھے۔ پھر اسے ڈاکٹر پالمر کا ایک خط ملا جس میں یہ وضاحت کی گئی تھی۔ کہ خریداری کے لیے یہ ممبر شپ اس کے طالب علموں کی جانب سے آ رہی تھی، جن کو بتایا گیا تھا کہ ایڈیٹر نے وہ رقم لینے سے انکار کر دیا تھا جس کا اس کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا اور جس کا وہ حقدار تھا۔

اگلے دو سالوں میں پالمر سکول کے گریجوایٹس اور طالب علموں نے 50000 ڈالر سے زائد چندہ خریداری بھیجا۔ یہ واقعہ اتنا متاثر کن تھا کہ اسے ایک ایسے میگزین نے بھی شائع کر دیا جس کی سرکولیشن انگلش بولنے والی دنیا میں تھی۔ اور اس طرح اسے بہت سے دیگر ممالک سے بھی چندہ خریداری موصول ہوا۔

اس طرح محض 100 ڈالر کی مفت خدمت کرنے کے عوض ایڈیٹر نے اپنی سرمایہ کاری کی نسبت 500 گنا زیادہ منافع حاصل کر لیا۔ "چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" محض ایک موہوم بات نہیں، اس کا صلہ ضرور ملتا ہے اور بہت زیادہ ملتا ہے۔

اس کے علاوہ "چند قدم زیادہ چلنے" کی عادت دوسری سرمایہ کاریوں کی طرح کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اس کا صلہ ساری عمر ملتا رہتا ہے۔

آیئے اب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ جب ایک آدمی "چند قدم زیادہ چلنے" کی عادت کو نظر انداز کر دیتا ہے تو کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ایک بارش والے دن شام کے وقت نیویارک میں ایک ایسے شوروم میں جہاں بہت زیادہ قیمتی گاڑیاں کھڑی تھیں ایک سیلز مین معمول کے مطابق اپنی میز پر بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلا اور ایک آدمی بڑی خوشدلی سے چھڑی گھماتا ہوا اندر داخل ہوا۔

سیلز مین نے شام کا اخبار پڑھتے ہوئے نظریں اوپر اٹھائیں اور اندر آنے والے پر ایک سرسری نظر ڈالی اور اسے ایک ایسا شخص خیال کیا جس نے خریدنا کچھ بھی نہیں ہوتا اور محض قیمتیں اور مختلف باتیں پوچھتے ہوئے اپنا دوسروں کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اس نے کرسی سے اٹھنے کی زحمت نہ کی اور دوبارہ اخبار بینی شروع کر دی۔

چھڑی والا آدمی شوروم میں گھومتے ہوئے کبھی ایک کار کے پاس رکتا کبھی دوسری کار کے پاس رکتا۔ آخر میں وہ چلتا ہوا وہاں آیا جہاں سیلز مین بیٹھا ہوا تھا۔ اپنی چھڑی پر جھکتے ہوئے بڑی بے پرواہی سے وہاں کھڑی تین مختلف گاڑیوں کی قیمت پوچھی۔ اخبار سے نظریں اٹھائے بغیر سیلز مین نے قیمتیں بتائیں اور دوبارہ اخبار پڑھنے لگا۔

چھڑی والا آدمی دوبارہ ان گاڑیوں کی طرف گیا جنہیں وہ پہلے دیکھتا رہا تھا ہر ایک کے ٹائروں کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر دیکھا اور اس مصروف سیلز مین کے پاس واپس آیا اور کہا ''ٹھیک ہ! مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں یہ خریدوں یا وہ خریدوں یا وہ جو پرے کھڑی ہ وہ خریدوں یا پھر میں تینوں ہی خرید لوں''۔

مصروف آدمی جواب میں محض مسکرا دیا' گویا کہ اپنی دانش پر نازاں ہو کہ میرا اندازہ درست تھا۔

پھر چھڑی والے آدمی نے کہا ''اوہ! میرا خیال ہے میں ان میں سے ہی ایک خریدوں گا۔ یہ ایک جو پیلے پہیوں والی ہے کل میرے گھر بھیج دینا۔ ہاں تو! آپ نے اس کی قیمت کیا بتائی تھی؟''

اس نے اپنی چیک بک نکالی۔ ایک چیک لکھا اور سیلز مین کو تھماتے ہوئے باہر نکل گیا۔ جب سیلز مین نے چیک پر نام دیکھا تو اس کے کئی رنگ بدلے اور وہ تقریباً بے ہوش ہونے کو پہنچ گیا۔ چیک دینے والا شخص ہیری پینی وٹنی (Harry Payne Whitney) تھا اور سیلز مین کو پتا چل چکا تھا کہ اگر وہ کرسی سے اٹھنے کی زحمت گوارا

کر لیتا تو بغیر کسی جدوجہد کے تینوں گاڑیاں بیچ سکتا تھا۔

اپنی اہلیت کے مطابق بہتر کام یا خدمت مہیا نہ کرنا اور خواہ مخواہ کی کوتاہی برتنا بہت مہنگا پڑ سکتا ہے اور جب اس حقیقت کا علم ہوتا ہے تو وقت گزر چکا ہوتا ہے۔

چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ ہارڈویئر سٹور پر ایک نوجوان سیلز مین نے دیکھا کہ بہت چھوٹی موٹی چیزیں ایسی پڑی تھیں جن کا رواج ختم ہو چکا تھا اور اس لیے بک نہیں رہی تھیں۔ اس نے تھوڑا وقت نکال کر سٹور کے درمیان ایک بڑا میز لگ دیا اور کچھ نہ بکنے والی اشیا رکھ دیں اور اس پر ہر مال ایک ڈائم (دس سینٹ) کا بورڈ لگا دیا وہ خود بھی اور سٹور کا مالک بھی حیران رہ گئے جب یہ تمام اشیاء ریوڑیوں کی طرح بکنے لگیں۔

اسی تجربے نے ایف ڈبلیو وول ورتھ پانچ اور دس سینٹ کے چین سٹور سسٹم کو جنم دیا۔ جس نوجوان نے ''چند قدم زیادہ چلنے'' کی عادت کے نتیجے میں فروخت کے اس تصور تک رسائی حاصل کی اس کا نام فرینک ڈبلیو وول ورتھ تھا۔ اس تصور نے اسے 50000000 ڈالر سے زیادہ دولت سے نوازا۔ اس کے علاوہ اسی تصور نے اور بھی بہت سے لوگوں کو دولت مند بنا دیا۔

کسی نے بھی نوجوان وول ورتھ کو اس کی ذاتی صوابدید کے حق کو استعمال کرنے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ نہ ہی کسی نے اسے اس کام کا معاوضہ ادا کیا تھا۔ لیکن اس کا یہ عمل اسے ہمیشہ کے لیے دولت سے نوازتا چلا گیا۔ جب اس نے اس تصور کو عملی شکل دے دی تو بڑھتی ہوئی مسلسل آمدنی نے اسے آرام سے بٹھا دیا۔

جتنا کسی کو معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کام کرنے کی عادت میں ایک عجیب خاصیت پائی جاتی ہے کہ یہ اس شخص کو اس وقت بھی فائدہ پہنچا رہی ہوتی ہے جب کہ وہ سویا ہوتا ہے۔ جب یہ ایک دفعہ کام شروع کر دیتی ہے تو پھر اتنی تیزی سے دولت کے ڈھیر لگاتی چلی جاتی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے گویا الہ دین کے چراغ سے

جنوں کی ایک فوج اس کام پر لگا دی ہے جو سونے کے بیگ بھر بھر کر لا رہے ہیں۔

تقریباً تیس سال پہلے چارلس ایم شواب کی ذاتی ریل کار ٹرین سے علیحدہ ہو کر پنسلوینیا میں واقع اس کے سٹیل پلانٹ کے قریب آ کر رکی۔ یہ ایک سرد دھندآلود صبح تھی۔ جیسے ہی وہ کار سے باہر نکلا اس کا استقبال ایک نوجوان نے کیا جس کے ہاتھ میں سٹینوگرافروں والی نوٹ بک تھی۔ اس نے فوری طور پر اپنا تعارف کروایا کہ وہ سٹیل کمپنی کے جنرل آفس میں سٹینوگرافر ہے اور وہ نیچے کار کے پاس اس لیے آیا ہے کہ شاید مسٹر شواب کوئی خط لکھوانا یا کوئی ٹیلی گرام بھیجنا چاہتے ہوں۔

''مجھے ملنے کے لیے تمھیں کس نے کہا تھا''؟ مسٹر شواب نے پوچھا۔ ''کسی نے بھی نہیں''۔ نوجوان نے جواب دیا۔ ''میں نے وہ ٹیلی گرام دیکھی تھی جس میں آپ کے آنے کی اطلاع تھی۔ لہٰذا میں آپ کو ملنے کے لیے نیچے آ گیا تھا کہ شاید میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں''۔

ذرا غور کریں! وہ اس امید سے نیچے آیا تھا کہ شاید اسے کرنے کے لیے کوئی کام مل جائے جس کے لیے اسے کوئی ادائیگی نہیں کی گئی تھی۔ اور وہ بغیر کسی کے کہنے پر اپنی ذاتی صوابدید پر نیچے آیا تھا۔

مسٹر شواب نے بڑی نرمی کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اسے اس وقت سٹینوگرافر کی ضرورت نہیں ہے۔ احتیاط کے ساتھ نوجوان آدمی کا نام نوٹ کرتے ہوئے اس نے اسے واپس اپنے کام پر جانے کو کہا۔

اُسی رات جب پرائیویٹ کار واپس نیویارک جانے کے لیے رات کی ٹرین کے ساتھ جوڑی گئی تو اس میں وہ نوجوان سٹینوگرافر بھی سوار تھا۔ مسٹر شواب کی درخواست پر اس کا تقرر نیویارک میں سٹیل میگنیٹ کے ایک اسسٹنٹ کے طور پر کر دیا گیا تھا۔ اس نوجوان کا نام ولیمز تھا۔ وہ مسٹر شواب کے زیر سایہ کئی سال تک خدمات انجام دیتا رہا۔ اس دوران بغیر کسی مطالبے یا توقع کے اسے بار بار ترقی کے بے شمار مواقع میسر

آئے۔

یہ بات بہت اہمیت کی حامل ہے کہ وہ لوگ جو"چند قدم زیادہ چلنے" کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے ہیں مواقع ان کے پیچھے پیچھے بھاگتے ہیں آخر کار اسے ایک ایسا موقع ملا جسے وہ نظر انداز نہ کر سکا اسے امریکہ کی سب سے بڑی ڈرگ کمپنی کا صدر اور بہت بڑا اسٹاک ہولڈر بنا دیا گیا۔ یہ ایک ایسی ملازمت تھی جس نے اسے اس کی ضرورت سے زیادہ دولت سے نوازا۔

"چند قدم زیادہ چلنے کی عادت" کے فوائد صرف تنخواہ دار طبقہ تک ہی محدود نہیں ہیں۔ یہ ملازم رکھنے والے کے لیے بھی ایسا ہی کام دکھاتی ہے جیسا کہ ملازمت کرنے والے کے لیے۔ جیسا کہ ایسا تاجر نے جسے ہم اچھی طرح جانتے ہیں ذاتی طور پر اسے آزما کر دیکھا ہے۔

اس کا نام آرتھر ناش تھا۔ اس کا کاروبار درزیوں کے استعمال کی اشیاء کی سپلائی تھا۔ چند سال پہلے اس کا کاروبار خوب چل رہا تھا۔ کچھ ایسے حالات نے جن پر اس کا ظاہرا کوئی اختیار نہ تھا اس کے کاروبار کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا۔

اس کے راستے میں ایک اور بڑی رکاوٹ یہ پیدا ہو گئی تھی کہ اس کے ملازمین اس کے شکست خوردگی کے جذبے کو بھانپ گئے تھے اور انہوں نے بھی اپنے کام میں سستی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا تھا اور مایوسی کا شکار ہو گئے تھے۔ اس کی حالت بہت زیادہ مایوسانہ ہو چکی تھی۔ فوری طور پر کچھ نہ کچھ کرنا ضروری ہو چکا تھا کہ وہ اپنا کاروبار جاری رکھ سکے۔

محض مایوسی کے عالم میں اس نے اپنے ملازمین کو اکٹھا کیا اور انہیں صورتحال سے آگاہ کیا۔ جب وہ بات کر رہا تھا تو اس کے ذہن میں ایک خیال آیا۔ اس نے بتایا کہ وہ "گولڈن رول میگزین" میں ایک کہانی پڑھ رہا تھا۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ کس طرح اس کے ایڈیٹر نے "چند قدم زیادہ چلنے" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے

معاوضہ لینے سے انکار کر دیا تھا اور اس کے بدلے اسے رضا کارانہ طور پر 6000 ڈالر سے زیادہ چندہ خریداری حاصل ہو گیا تھا۔

اس نے یہ کہتے ہوئے بات ختم کر دی کہ اگر وہ اور اس کے سارے ملازمین اس جذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے "چند قدم زیادہ چلنے" کا تہیہ کر لیں تو وہ کاروبار کو بچا سکتے ہیں۔

اس نے اپنے ملازمین سے کہا کہ اگر وہ اس شرط پر اس کے ساتھ اس تجربے میں شامل ہونے کو تیار ہوں کہ وہ وقتی طور پر تنخواہ کو بھول جائیں گے، کام کے گھنٹوں کو بھول جائیں گے اور اپنی بہترین کوششیں کاروبار کے لیے وقف کر دیں گے تو وہ کاروبار کو جاری رکھ سکے گا اور اس نے وعدہ کیا کہ اگر کاروبار اس بحران سے نکل گیا اور آمدنی شروع ہو گئی تو ہر ملازم کو اچھے معقول بونس کے ساتھ تنخواہیں مل جائیں گی۔

ملازمین نے اس بات کو پسند کیا اور یہ تجربہ کرنے پر تیار ہو گئے۔ اگلے دن انہوں نے اپنی تھوڑی بہت بچتیں لا کر رضا کارانہ طور پر مسٹر ناش کو قرض کے طور پر دے دیں۔

ہر ایک نے ایک نئے جذبے کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا اور جلد ہی کاروبار میں ایک نئی زندگی نظر آنا شروع ہو گئی۔ بہت جلد یہ منافع کی بنیادوں پر واپس آ گیا۔ اور پھر یہ اس طرح پھلنے پھولنے لگا کہ پہلے آج تک کبھی ایسا پھیلا اور پھولا نہ تھا۔

دس سال بعد کاروبار نے مسٹر ناش کو دولتمند بنا دیا تھا اور ملازمین پہلے سے زیادہ خوشحال ہو چکے تھے اور ہر کوئی خوش تھا۔

آرتھر ناش فوت ہو چکا ہے لیکن آج اس کا کاروبار امریکہ میں اپنے میدان میں اس دوسرے تمام ہم پیشہ کاروباروں کی نسبت سب سے زیادہ کامیاب کاروبار ہے۔

جب مسٹر ناش نے ہاتھ کھڑے کر دیے تو ملازمین نے کاروبار کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ ان میں سے کسی سے بھی پوچھ لیجیے کہ وہ "چند قدم زیادہ چلنے" کے اصول

کے بارے میں کیا خیال کرتے ہیں آپ کو جواب مل جائے گا۔

اس کے علاوہ تاش کے کسی سیلز مین سے ملیں اور اس جذبے اور ولولے اور اس کی خود اعتمادی کا جائزہ لیں۔ جب "چند قدم زیادہ چلنے" کا جذبہ کسی کے ذہن میں گھر کر لیتا ہے تو وہ ایک دوسری قسم کا انسان بن جاتا ہے۔ دنیا کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ مختلف نظر آتا ہے کیونکہ وہ حقیقت میں مختلف ہوتا ہے۔

شاید یہ مناسب مقام ہے کہ آپ کو "چند قدم زیادہ چلنے" یعنی جتنا کسی کو معاوضہ ادا کیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کام کرنے کی عادت کے بارے میں ایک اہم پہلو سے روشناس کرایا جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ "جو آدمی یہ کام کرتا ہے اس پر یہ ایک عجیب اثر ڈالتی ہے" عمومی فائدہ اس شخص کو نہیں پہنچا جس کے لیے کام کیا جا رہا ہوتا ہے۔ یہ فائدہ اسے حاصل ہوتا ہے جو یہ کام کر رہا ہوتا ہے۔ جو کہ ایک تبدیل ہونے کی صلاحیت' زیادہ خود اعتمادی' پیش قدمی کی زیادہ جرات' زیادہ ولولہ اور جذبہ' زیادہ بصیرت اور مقصد کی قطعیت عطا کرتا ہے اور یہ تمام خاصیتیں ہیں جو یقینی کامیابی کی ضامن ہیں۔

جو آپ چاہتے ہیں اسے حاصل کرنے کا ایک آسان طریقہ

آپ لوگ جو معاوضے کی خاطر کام کرتے ہیں انہیں بونے اور کاٹنے کے پیشے کے بارے میں زیادہ جاننے کی ضرورت ہے۔ پھر آپ کو سمجھ لگے گی کہ کیوں کوئی بھی شخص ناکافی محنت کے بیج بوتے ہوئے ہمیشہ بھرپور معاوضے کی فصل نہیں کاٹ سکتا۔ آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ آدھے دن کی محنت کے عوض پورے دن کی مزدوری کا مطالبہ زیادہ دن نہیں چل سکتا۔

اور آپ جو معاوضے کی خاطر کام نہیں کرتے' لیکن زندگی کی بہترین آسائشیں حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں' آیئے آپ سے چند باتیں کرتے ہیں۔ آپ

عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جن اشیاء کی آپ کو خواہش ہے ان کو حاصل کرنے کا آسان اور یقینی طریقہ کیوں نہیں اختیار کرتے؟ جی ہاں! ایک ایسا طریقہ موجود ہے جسکے ذریعے آپ زندگی کے جس میدان میں بھی آگے بڑھنا چاہتے ہیں اس میں آسانی اور یقینی طور پر آگے بڑھ سکتے ہیں اور اس راز سے ہر وہ شخص آگاہ ہے جو "چند قدم زیادہ چلنے" کی عادت کو اپنا وطیرہ بنا لیتے ہیں۔ اس راز کو آپ کسی اور طریقے سے عیاں نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ان "زیادہ قدموں" میں لیٹا ہوا ہے۔

قوس قزح کے سرے پر سونے کی دیگ کا ہونا محض پریوں کی کہانی نہیں ہے۔ "چند مزید قدم" جہاں ختم ہوتے ہیں وہاں پر قوس قزح کا سرا ہوتا ہے اور یہی جگہ ہے جہاں سونے کی دیگ دفن ہے۔

قوس قزح کے سرے کو کوئی بھی شخص نہیں پکڑ سکتا۔ جب کوئی شخص اس جگہ پہنچتا ہے جہاں وہ سمجھتا ہے کہ قوس قزح کا سرا موجود ہوگا تو وہ اسے اس سے بھی آگے دور نظر آ رہا ہوتا ہے۔ ہم میں سے اکثر کے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ قوس قزح کا پیچھا کیسے کیا جائے۔ جو لوگ اس راز سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ قوس قزح کے سرے تک صرف "چند قدم زیادہ چلتے" ہوئے ہی پہنچا جا سکتا ہے۔

پینتالیس برس قبل سہ پہر دیر گئے جنرل موٹرز کا بانی ولیم سی ڈیورنٹ بنک مین داخل ہوا۔ بینکنگ کا وقت ختم ہو چکا تھا اور ایک ایسے کام کے لیے کہا جو عام طور پر بینکنگ اوقات میں ہی ممکن ہو سکتا تھا۔

وہ آدمی جس نے یہ بے وقت خدمت انجام دی ایک انڈر آفیسر کارل ڈاؤنی تھا۔ اس نے نہ صرف اس کا کام کر دیا بلکہ چند قدم زیادہ چلتے ہوئے اس کی عزت افزائی بھی کی۔ اس کا رویہ ایسا تھا کہ ڈیورنٹ کو یوں محسوس ہوا کہ وہ حقیقتاً بڑی خوش دلی سے اس کی خدمت کر رہا ہے۔ یہ ایک عام سا واقعہ تھا۔ اور اپنے وجود میں کسی اہمیت کا حامل نہ تھا۔ مسٹر ڈاؤنی کو یہ خیال بھی نہیں گزرا تھا کہ اس کی یہ عزت افزائی جو اس

نے اسے دی تھی اس قدر دوررس اثرات کی حامل ہوگی۔

دوسرے دن مسٹر ڈیورنٹ نے ڈاؤنی کو اپنے دفتر آنے کے لیے کہا اور اسے ملازمت کی پیشکش کی جسے ڈاؤنی نے قبول کر لیا۔ اسے جنرل آفس میں ایک میز دیا گیا جہاں اندازاً سو کے لگ بھگ آدمی بھی کام کرتے تھے۔ اسے بتایا گیا کہ کام کے اوقات 8:30 سے 5:30 تک ہوں گے اور اس کی معمولی تنخواہ مقرر کی گئی۔

پہلے دن کے اختتام پر جب دن کے خاتمے کا اعلان کرتے ہوئے گھنٹی بجی، تو ڈاؤنی نے دیکھا کہ ہر شخص ہیٹ اور کوٹ کو اٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف لپکا۔ وہ خاموش بیٹھا دوسروں کے دفتر سے نکل جانے کا انتظار کرتا رہا۔ جب وہ چلے گئے وہ اپنی میز پر بیٹھا رہا اور اس جلد بازی پر تیزی سے غور کرتا رہا جس کا مظاہرہ ہر کسی نے چھٹی کے موقعے پر کیا تھا۔

پندرہ منٹ بعد مسٹر ڈیورنٹ نے اپنے پرائیویٹ دفتر کا دروازہ کھولا اور مسٹر ڈاؤنی کو ابھی تک اپنے میز پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور ڈاؤنی سے پوچھا کہ کیا اسے علم ہے کہ اسے 5:30 پر کام بند کر دینے کا حق ہے۔

''اوہ! ہاں'' ڈاؤنی نے جواب دیا۔ ''لیکن میں اس قدر تیزی سے باہر نکلنا نہیں چاہتا۔ پھر اس نے پوچھا کہ اگر وہ مسٹر ڈیورنٹ کے کسی کام آ سکتا ہو۔ ڈیورنٹ نے اسے پوچھا کہ کیا اس کے پاس پنسل ہے۔ اس نے ایک پنسل کو پنسل تراش میں ڈال کر تراشا اور مسٹر ڈیورنٹ کو پیش کر دی۔ مسٹر ڈیورنٹ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اسے شب بخیر کہا۔

اگلے دن چھٹی کے وقت ڈاؤنی دوبارہ اپنے میز پر بیٹھا رہا تاکہ بھیڑ کم ہو جائے۔ اس مرتبہ وہ جان بوجھ کر انتظار کرتا رہا تھوڑی دیر بعد مسٹر ڈیورنٹ اپنے پرائیویٹ دفتر سے باہر نکلا اور دوبارہ پوچھا کہ کیا اسے علم نہیں ہے کہ 5:30 چھٹی کا وقت ہے۔

''جی ہاں!'' ڈاؤنی مسکرایا ''مجھے علم ہے کہ یہ دوسروں کے لیے نکلنے کا وقت ہے

لیکن مجھے یہ کسی نے نہیں کہا کہ جب چھٹی کا وقت ہو جائے تو مجھے لازمی دفتر سے نکل جانا چاہیے۔ لہٰذا میں یہاں اس امید سے بیٹھا رہتا ہوں کہ شاید آپ کے کسی چھوٹے موٹے کام آسکوں''۔

''بہت غیر معمولی امید ہے''۔ ڈیورانٹ نے کہا کہ ''تمھیں یہ خیال کیسے آیا''۔

''مجھے یہ خیال اس منظر سے آیا ہے جو میں ہر روز یہاں چھٹی کے وقت دیکھتا ہوں ''۔ ڈاؤنی نے جواب دیا۔ مسٹر ڈیورنٹ نے جواب میں کچھ کہا ڈاؤنی صاف طور پر سن نہ سکا اور وہ اپنے دفتر میں واپس چلا گیا۔

اس کے بعد ڈاؤنی ہمیشہ چھٹی کے بعد اس وقت تک میز پر بیٹھا رہتا جب تک وہ مسٹر ڈیورنٹ کو دفتر سے جاتے ہوئے نہ دیکھ لیتا۔ اسے ایسا کرنے کو کسی نے نہیں کہا تھا اور نہ ہی کسی نے اسے یہاں بیٹھے رہنے کا کوئی معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اور ایک عام دیکھنے والے کی نظر میں وہ اپنا وقت ضائع کر رہا تھا۔

کئی ماہ بعد مسٹر ڈیورنٹ نے ڈاؤنی کو اپنے دفتر میں بلایا اور بتایا کہ اسے نئے پلان پر بھیجنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے جو کہ حال ہی میں خریدا گیا ہے اور وہاں اسے پلانٹ مشینری لگانے کی نگرانی کرنا ہوگی۔ ذرا غور کریں ! ایک سابقہ بنک آفیسر چند مہینوں میں مشینری کا ماہر بن گیا ہے۔

بغیر کسی عذر یا بہانے کے ڈاؤنی نے یہ نئی ذمہ داری قبول کر لی اور اپنے کام پر چلا گیا۔ اس نے نہیں کہا ''مسٹر ڈیورنٹ'' ''میں مشین لگانے کے بارے میں کچھ نہیں جانتا''۔ اس نے یہ نہیں کہا ''یہ میرا کام نہیں ہے'' یا ''مجھے مشین لگانے کے پیسے تو ادا نہیں کیے جا رہے''۔ اس نے کوئی بات نہ کی اور اپنے کام پر چلا گیا اور جو اسے کہا گیا تھا اس کے مطابق کام کرنے لگا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے کام پر خوشگوار ذہنی رویے کے ساتھ گیا۔

تین ماہ بعد کام مکمل ہو گیا۔ یہ سارا کام ایسے اچھے اور خوبصورت طریقے سے

انجام دیا گیا کہ مسٹر ڈیورنٹ نے ڈاوٗنی کو اپنے دفتر میں بلایا اور اسے پوچھا کہ اس نے مشینری کے بارے میں کہاں سے سیکھا تھا۔ ''میں نے کبھی بھی نہیں سیکھا۔ میں نے اپنے اردگرد جائزہ لیا' وہ آدمی تلاش کیے جو جانتے تھے کہ یہ کام کیسے ہوگا' انہیں کام پر لگایا اور انہوں نے یہ کام کر دیا''

''بہت خوب'' مسٹر ڈیورنٹ نے کہا'' دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں جو کسی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ایک آدمی وہ ہوتا ہے جو کوئی کام کر سکتا ہے اور بغیر شکایت کیے مجھ پر کام کا بہت بوجھ ہے کام کو اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ اور دوسرا آدمی وہ ہوتا ہے جو بغیر شکایت کیے دوسرے لوگوں سے کام کروا سکتا ہے۔ اور تم میں دونوں خاصیتیں بیک وقت پائی جاتی ہیں''۔

ڈاوٗنی نے اپنی اس قدر دانی پر شکریہ ادا کیا اور جانے کے لیے پلٹا۔

''ایک منٹ ٹھہرو''۔ ڈیورنٹ نے کہا ''میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا تھا کہ تم اس پلانٹ کے جو تم نے لگایا ہے نئے مینجر ہو اور تمہاری تنخواہ 50000 ڈالر سالانہ ہوگی۔

اگلے دس سالوں میں مسٹر ڈیورنٹ کے ساتھ رفاقت نے کارول ڈاوٗنی کو دس سے بارہ ملین ڈالر سے نوازا۔ وہ موٹر کنگ کا ایک بڑی قریبی مشیر بن گیا اور اس کے نتیجے میں بہت زیادہ دولتمند شخص بن گیا۔

ہم میں سے زیادہ تر لوگوں کے ساتھ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو مقام حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔ اور ہم ان کی قدر و منزلت کا اندازہ ان کی کامیابی کے دور میں کرتے ہیں۔ اور یہ سوچنے کی تکلیف نہیں کرتے کہ انہوں نے یہ مقام کیسے حاصل کیا۔

کارول ڈاوٗنی کی کہانی کوئی خاص چونکا دینے والی نہیں ہے۔ واقعات جو بیان کیے گئے ہیں وہ روزمرہ زندگی کے معمول کا حصہ ہیں۔ جن کا شاید اس کے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں نے بھی کوئی نوٹس نہ لیا ہو۔ اور ہمیں اس بات پر بھی کوئی

شک نہیں کہ اسکے ساتھ کام کرنے والے اکثر ساتھی اسے رشک کی نظروں سے دیکھتے ہوں گے کہ کسی خاص تعلق یا محض قسمت کی بنا پر مسٹر ڈیورنٹ اس پر خاص طور پر مہربان ہے۔ یا ان کے دل میں کوئی اور بھی بات ہو سکتی تھی جس کی عدم موجودگی کا رونا اکثر لوگ روتے ہیں جو زندگی میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

بہر حال اگر ہم صاف گوئی سے کام لیں تو ڈاوئنی نے مسٹر ڈیورنٹ سے ایک خاص تعلق تو قائم کر ہی لیا تھا۔

اور اس نے یہ تعلق محض اپنی ذاتی پیش قدمی سے پیدا کیا تھا۔

اس نے ضرورت کے وقت محض ایک معمولی سی پنسل مہیا کرتے ہوئے "چند قدم زیادہ چلتے" ہوئے یہ تعلق استوار کیا تھا۔

اس نے یہ تعلق شام پانچ بج کر تیس منٹ پر رش ختم ہونے تک چند منٹ مزید اپنے میز پر اس امید کے ساتھ بیٹھے رہنے سے قائم کیا تھا کہ شاید وہ اپنے مالک کے کسی کام آ سکے۔

اس نے اپنی ذاتی صوابدید پر ایسے آدمی تلاش کرتے ہوئے جو مشینری لگا سکیں یہ تعلق قائم کیا تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ ڈیورنٹ سے پوچھتا کہ ایسے آدمی کہاں سے اور کیسے تلاش کیے جائیں۔

ان واقعات پر قدم بہ قدم غور کرتے آئیں تو آپ کو علم ہوگا کہ ڈاوئنی کی کامیابی مکمل طور پر اس کی ذاتی پیش قدمیوں کی مرہون منت تھی۔ اس کے علاوہ اس کی کامیابی کی داستان چھوٹے چھوٹے معمولی کاموں کو بہتر انداز میں اور درست "ذہنی رویے" کے ساتھ انجام دینے پر مشتمل ہے۔

شاید وہاں سو کے قریب دوسرے افراد تھے جو مسٹر ڈیورنٹ کے لیے کام کر رہے تھے اور وہ اتنا ہی بہتر کام کر سکتے تھے جتنا ڈاوئنی نے کیا۔ لیکن ان کے ساتھ مصیبت یہ تھی کہ وہ قوس قزح کے سرے کی تلاش میں ہر شام پیر ٹھیک 5:30 پر اس سے دور

بھاگ جاتے تھے۔

کئی سالوں بعد کارول ڈاؤنی کے ایک دوست نے اس سے پوچھا کہ اس نے مسٹر ڈیورنٹ کے ساتھ اپنے لیے ترقی کے مواقع کس طرح تلاش کیے "وہ" اس نے سادگی سے جواب دیا "میں نے یہ اپنی عادت بنالی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس کے سامنے موجود رہوں تاکہ وہ مجھے دیکھ سکے۔ جب وہ کسی معمولی کام کے لیے ادھر ادھر دیکھتا تو مجھے ہی آواز دیتا کیونکہ وہاں میرے علاوہ کوئی اور ہوتا ہی نہیں تھا۔

اس طرح ہر کام کے لیے مجھے آواز دینا اس کی عادت بن گئی تھی۔

محض ایک اس بات سے ہمیں مسٹر ڈاؤنی کی ترقی کا سارا راز سمجھ آجاتا ہے کہ "ڈاؤنی کو آواز دینا مسٹر ڈیورنٹ کی عادت بن چکی تھی"۔ اس ک علاوہ اسے یہ بات بھی سمجھ آگئی تھی کہ ڈاؤنی اپنی ہر ذمہ داری کو "چند قدم زیادہ چلتے" ہوئے نبھانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو سنجیدگی سے یہ دعویٰ کر سکے کہ اگر کارول ڈاؤنی قانون کے مطابق رعایت کے مطابق ٹھیک 5:30 شام کو دفتر سے نکل جایا کرتا تو اس کی پوزیشن بہتر ہو سکتی تھی؟ اگر وہ ایسا کرتا تو اسے وہی معمولی تنخواہ ملنی تھی کہ جو اس کے کام کے مطابق ہوتی اور اس سے زیادہ کچھ بھی حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ وہ اس سے زیادہ کس طرح حاصل کرسکتا تھا؟

اس کی قسمت اس کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ یہ اس واحد استحقاق میں لپٹی ہوئی تھی جو کہ دنیا کے ہر شہری کا بنیادی استحقاق ہے۔ یعنی ذاتی صوابدید کا حق جس کو استعمال کرتے ہوئے اس نے "چند قدم زیادہ چلنے" کو اپنی عادت بنالیا تھا۔ اسی لیے ساری کہانی سمجھ آجاتی ہے۔ ڈاؤنی کی کامیابی کا اس کے علاوہ کوئی اور راز نہیں ہے۔ وہ اسے تسلیم کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو غربت تک اس کے سفر کے حالات سے باخبر ہے وہ اس راز کو جانتا ہے۔

اس بات کا جواب شاید کسی کے پاس نہیں ہوگا کہ کارول ڈاؤنی جیسے لوگ اتنے کم کیوں ہیں جو چند قدم زیادہ چلنے یعنی جتنا کسی کو معاوضہ دیا جاتا ہے اس سے قدرے زیادہ کام کرنے میں جو طاقت پوشیدہ ہے اسے سمجھ سکے ہوں۔ یہ تمام قابل ذکر کامیابیوں کا راز ہے اس کے باوجود اسے بہت کم لوگ سمجھ سکے ہیں۔ اکثر لوگ اسے مالکوں کی ایک ایسی شاطرانہ چال خیال کرتے ہیں جس کی آڑ میں وہ اپنے ملازمین سے زیادہ کام لینے کی کوشش کرتے ہیں۔

ہسپانوی اور امریکی جنگ کے فوراً بعد البرٹ ہبرڈ نے ایک کہانی لکھی جس کا عنوان تھا ''گارسیا کو ایک پیغام''۔ اس نے مختصراً بیان کیا کہ کس طرح صدر ولیم میک کینلے نے حکومت ریاست ہائے متحدہ کا ایک پیغام باغیوں کے سردار گارسیا تک پہنچانے کا کام ایک نوجوان امریکی فوجی رووان کے سپرد کیا' جبکہ گارسیا کے قیام کی درست جگہ کا کسی کو بھی علم نہ تھا۔

وہ کیوبا کے دشوار گزار جنگلوں میں ڈھونڈتے ہوئے آخر کار گارسیا تک جا پہنچا۔ اور اسے پیغام پہنچا دیا۔ کہانی میں یہی بات بیان کی گئی تھی ...... کہ ایک نوجوان فوجی نے انتہائی مشکل حالات میں حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کام مکمل کیا اور کوئی بہانہ تراش کر پسپائی اختیار نہ کی۔

کہانی نے بہت زیادہ مقبولیت حاصل کی اور پوری دنیا میں مشہور ہوگئی۔ ایک آدمی کو جو حکم دیا گیا اس کی بڑے احسن طریقے سے تعمیل ہر محفل می گفتگو کا ایک اہم موضوع بن چکا تھا۔ ''گارسیا کو ایک پیغام' ایک کتابچے کی شکل میں شائع کی گئی اور اس کی تقریباً دس ملین کاپیاں ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئیں۔ اس ایک کہانی نے البرٹ ہبرڈ کو نہ صرف پوری دنیا میں بام شہرت پر پہنچا دیا بلکہ اسے بہت زیادہ دولتمند بھی بنا دیا۔

یہ کہانی کئی زبانوں میں ترجمہ کی گئی۔ جاپانی حکومت نے اسے چھپوا کر جاپانی روسی

جنگ میں اپنے ہر سپاہی کو تقسیم کی۔ پنسلوینیا ریلوے کمپنی نے اسے ہزاروں ملازمین میں تقسیم کیا۔ امریکہ کی بڑی بڑی لائف انشورنس کمپنیوں نے اسے اپنے تمام سیلزمینوں میں تقسیم کیا۔ 1915ء میں بدقسمت بحری جہاز لوسی ٹینیا میں سوار البرٹ ہبرڈ ڈوب مرنے کے بعد بھی بہت عرصے تک ''گارسیا کو ایک پیغام'' امریکہ میں بہت زیادہ فروخت ہونے والی کتاب رہی۔

اس کہانی کے مقبول ہونے کی وجہ اس آدمی کی طلسماتی قوت تھی جس نے یہ کام انجام دیا اور بہتر طور پر انجام دیا۔

ایسے لوگوں کی اس دنیا میں ہمیشہ مانگ رہی ہے۔ ان کی زندگی کے ہر میدان میں ضرورت ہوتی ہے۔ امریکی صنعت نے 'ایسے لوگوں کو جو ذمہ داریاں قبول کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں' اور جو مناسب ''ذہنی رویے'' کے ساتھ ''چند قدم زیادہ چلتے'' ہوئے کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں ہمیشہ اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔

اینڈریو کارنیگی نے کم از کم ایسے چالیس سے زائد آدمیوں کو دیہاڑی دار مزدوروں سے اٹھا کر کروڑوں پتی بنایا ہے۔ وہ ایسے آدمیوں کی قدر کو جو چند قدم زیادہ چلنے کے عادی ہوتے ہیں بخوبی سمجھتا تھا۔ جہاں کہیں بھی اسے ایسا آدمی نظر آتا وہ اسے اپنے کاروبار کے اندرونی حصے میں لے کر آتا اور اسے مواقع مہیا کرتا کہ وہ اپنی استعداد کے مطابق جتنا کما سکتا ہے کما سکے۔

لوگوں کے کسی کام کرنے یا کسی کام سے باز رہنے کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے۔ ''چند قدم زیادہ چلنے'' کی عادت کے پیچھے سب سے مضبوط اور بڑا محرک یہ حقیقت ہے کہ یہ عادت ان لوگوں کو جو اس پر عمل کرتے ہیں کسی نہ کسی طور پر جن سب کا ذکر یہاں ممکن نہیں ہے صلہ ضرور دیتی ہے۔ اور یہ صلہ ہمیشہ پائیدار اور مستقل ہوتا ہے۔

آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا گیا جس نے جتنا کسی کو ادا کیا جاتا ہے اس سے

زیادہ محنت نہ کرتے ہوئے کوئی مستقل کامیابی حاصل کی ہو۔ یہ اصول ہمیں قوانین قدرت میں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ اس اصول کی سچائی میں بے شمار موثر دلائل موجود ہیں۔ یہ عقل سلیم اور انصاف پر مبنی ہے۔ ہم وہ اصول جانتے ہیں جن سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آیئے ان کو دانشمندی سے استعمال کرتے ہوئے اپنی خواہش کے مطابق ذاتی دولتیں حاصل کریں اور ساتھ ہی قومی دولت میں اضافہ کریں۔

لالچی مالک کا معاملہ

کوئی شخص کہہ سکتا ہے ''میں پہلے ہی اپنے معاوضے سے زیادہ کام کر رہا ہوں لیکن میرا مالک اس قدر خودغرض اور لالچی ہے کہ وہ کبھی بھی میری ان خدمات کا اعتراف نہیں کرے گا''۔ ہم سب جانتے ہیں کہ کچھ لوگ لالچی ہوتے ہیں اور ان کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جتنا وہ ادا کر رہے ہیں اس سے زیادہ کام لے سکیں۔

خودغرض مالک کمہار کے ہاتھ میں کچے برتن کی طرح ہے۔ ان کے لالچ کی بنا پر انہیں اس بات کی طرف لایا جاسکتا ہے کہ وہ اس آدمی کو جو اس سے بڑھ کر کام کر رہا ہے جتنی کہ اسے ادائیگی کی جارہی ہے، کوئی صلہ یا انعام دیں۔

لالچی آدمی ایسے آدمی کا چھوڑ کر جانا برداشت نہیں کرسکتا جو چند قدم زیادہ چلنے کا عادی ہو۔ وہ ایسے شخص کی قدر و قیمت جانتا ہے۔ لہٰذا یہی وہ لیور ہے جس کی مدد سے لالچی آدمی کو اس کے لالچ سے اکھاڑا جاسکتا ہے۔

زیرک آدمی جانتا ہے کہ اس لیور کو کیسے استعمال کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کام کے معیار اور مقدار میں کمی کے بجائے اضافہ کیا جائے۔

اپنی خدمات بیچنے والا ایک زیرک انسان اپنی خدمات کے ایک لالچی خریدار کو اتنی ہی جلدی سے متاثر کرسکتا ہے جتنا کہ ایک خوبصورت خاتون اپنی پسند کے مرد کو متاثر کرسکتی ہے۔ اس کام کے لیے ایک موثر طریقہ کار وہی ہے جو ایک خوبصورت

خاتون کسی مرد کو لبھانے کے لیے استعمال کرتی ہے۔

ایک زیرک شخص دوسرے ملازمین کی نسبت زیادہ اور بہتر کام کرکے اپنے آپ کو لالچی مالک کے لیے ناگزیر بنالیتا ہے۔ لالچی مالک ایسے ملازم کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتے ہیں۔ اس طرح مالکوں کا لالچ بھی اس شخص کے لیے ایک اثاثہ بن جاتا ہے جو "چند قدم زیادہ چلنے" کا عادی ہوتا ہے۔

ہم نے سو سے زیادہ مرتبہ اس طریقہ کار کا استعمال ہوتے دیکھا ہے جبکہ لالچی مالکوں کو ان کی اپنی کمزوری کے ذریعے ہی کامیابی سے قابو کیا گیا اور ایک مرتبہ بھی اس طریقہ کار کو غلط ہوتے نہیں دیکھا۔

بعض اوقات لالچی مالک بروقت کوئی قدم اٹھانے میں ناکام رہ جاتے ہیں۔ لیکن یہ ان کی اپنی ہی بدقسمتی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ ملازم کسی حریف مالک کی نگاہوں میں آجاتا ہے اور وہ اسے زیادہ تنخواہ اور زیادہ سہولتوں کے ساتھ لے جاتا ہے۔

جو شخص "چند قدم زیادہ چلنے" کا عادی ہوتا ہے اس کے خلاف کسی کا دغا کرنا یا زیادتی کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اگر اسے اک ذریعے سے مکمل پذیرائی نہیں ملتی تو یہ دوسرے ذرائع سے خود بخود رضا کارانہ طور پر حاصل ہو جاتی ہے۔ اور عام طور پر اس وقت ملتی ہے جب اس کی توقع ہی نہیں کی جا رہی ہوتی۔ اگر ایک شخص جتنا اسے معاوضہ دیا جاتا ہے اس سے بڑھ کر کام کرتا ہے تو اسے یہ پذیرائی ضرور ملتی ہے۔

ایک شخص جو درست ذہنی رویے کے ساتھ "چند قدم زیادہ چلنے" کا عادی ہوتا ہے اسے کبھی بھی کام کی تلاش میں وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ کام اسے خود تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ منڈیوں میں اچھے اور برے وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ کاروبار اچھا یا مندا ہو سکتا ہے۔ ملک جنگ کی حالت میں بھی ہو سکتا ہے اور امن کی حالت میں بھی، لیکن جو شخص ادا کیے جانے والے معاوضے سے زیادہ بہتر کام کرنے کا عادی

ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی کے لیے ضرور ناگزیر ہوتا ہے اور یوں وہ ہر حالت میں اپنے روزگار کو یقینی بنائے رکھتا ہے۔

زیادہ معاوضوں اور ناگزیر پن میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اور یہ ہمیشہ کام ملتا رہتا ہے اور ان معاوضوں پر ملتا ہے جن کا مطالبہ انتہائی لالچی مزدور راہنما بھی نہیں کرتا۔

اکثر لوگ مواقعوں کی تلاش میں اپنی زندگیاں صرف کر دیتے ہیں وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ قسمت ان کے لیے ایسے مواقع لے کر آئے گی جنکے ذریعے انہیں وہ سب کچھ حاصل ہو جائے گا جس کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن وہ انہیں اپنا ہدف کبھی نظر نہیں آتا کیونکہ انکا کوئی واضح ہدف ہوتا ہی نہیں۔ اس لیے ان کے پاس ایسا محرک نہیں ہوتا جو انہیں "چند قدم زیادہ چلنے" کی عادت اپنانے پر اکسا سکے۔
ان کی جلد بازی اس لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ وہ ایک چھوٹے حوض میں تیرتی ہوئی رنگین مچھلی کی طرح چکر پہ چکر کاٹتے چلے جاتے ہیں اور بار بار اسی جگہ پر جہاں سے وہ شروع کرتے ہیں خالی ہاتھ اور مایوسی کے عالم میں واپس آ جاتے ہیں
۔

لیکن ہمیں یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہیے کہ "چند قدم زیادہ چلنے" کے عمل کا معاوضہ ہمیشہ مادی دولتوں کی صورت میں ہی ملتا ہے۔ یہ عادت یقیناً روحانی دولتوں کا دروازہ کھٹکھٹانے میں اور اس ذریعے سے تمام تر انسانی ضروریات حاصل کرنے میں بھی مددگار رہوتی ہے۔

ایڈورڈ چوایٹ کی ولولہ انگیز کہانی

کچھ لوگ جو زیرک اور دانشمند ہیں انہوں نے مالی منفعت کی خاطر ارادتاً "چند قدم زیادہ چلنے" کے اصول کو اپناتے ہوئے زندگی کی دولتوں کا راستہ تلاش کیا ہے۔
تاہم جو حقیقی طور پر عقلمند ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس اصول پر عمل کرنے سے جو

صلہ ملتا ہے وہ زندگی بھر کی پائیدار دوستیوں' ہم آہنگ انسانی تعلقات' اپنی مرضی کے کام کے مواقعوں' لوگوں کو سمجھنے کی صلاحیتوں' اپنی نعمتوں میں دوسروں کو شریک کرنے پر آمادگی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سب کی سب زندگی کی بارہ دولتوں میں شامل ہیں۔

ایڈورڈ چوایٹ ایک وہ انسان ہے جس نے اس حقیقت کو تسلیم کیا اور تمام دولتوں کی ماسٹر چابی ڈھونڈ لی۔ اس کا گھر لاس اینجلز میں ہے اور اس کا کاروبار لائف انشورنس پالیسیاں بیچنا ہے۔

لائف انشورنس سیلز مین کے طور پر اپنے پیشے کی ابتدا میں وہ اپنی محنت سے ایک درمیانی زندگی بسر کر رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنے میدان میں کوئی ریکارڈ وغیرہ نہیں توڑا تھا۔ ایک بدقسمت کاروباری مہم میں وہ اپنی ساری رقم ضائع کر بیٹھا اور واپس زمین پر آ گرا' اور مجبوراً اسے نئے سرے سے ابتدا کرنا پڑی۔

میں نے اسے "ایک بدقسمت کاروباری مہم" کہا ہے جبکہ شاید مجھے "ایک خوش بخت کاروباری مہم" کہنا چاہیے تھا کیونکہ اس ناکامی کی وجہ سے اس نے انسانوں کی قسمتوں کے بارے میں غور کرنا شروع کیا جو کسی کو کامیابیوں کی بلندیوں تک لے جاتی ہے اور کچھ کو وقتی شکستوں یا مستقل ناکامی سے دوچار کر دیتی ہے۔

اسی غور و فکر کے نتیجے میں وہ انفرادی کامیابی کے فلسفے کا طالب علم بن گیا۔ جب مسٹر چوایٹ "چند قدم زیادہ چلنے" کے سبق پر پہنچا تو اس کے رموز کو اس قدر باریکی سے سمجھ گیا کہ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اس حقیقت کو بھی پا گیا تھا کہ مادی دولتوں کا نقصان ایک شخص کو ان بڑی دولتوں کے چشمے پر لے جاتا ہے جو اس کی روحانی قوتوں پر مشتمل ہوتی ہیں۔

اس عظیم انکشاف کے ساتھ مسٹر چوایٹ نے ایک ایک کر کے زندگی کی بارہ دولتیں حاصل کرنا شروع کر دیں۔ اس نے ان دولتوں میں سرفہرست دولت "مثبت

ذہنی رویے'' کو حاصل کرتے ہوئے اپنے اس کام کا آغاز کیا۔

وقتی طور پر اس نے لائف انشورنس پالیسیوں کے بارے میں جو اسے بیچنی چاہئیں تھیں سوچنا چھوڑ دیا۔ اور اپنے اردگرد ان لوگوں کے کام آنے کے مواقع تلاش کرنا شروع کردیے جو ایسے مسائل میں دبے ہوئے تھے جنہیں وہ حل نہیں کرسکتے تھے۔

اسے پہلا موقع اس وقت حاصل ہوا جب اسے کیلیفورنیا کے صحراؤں میں ایک ایسا شخص ملا جو کان کنی کی مہم میں ناکام ہوچکا تھا اور فاقوں تک پہنچ گیا تھا۔ وہ نوجوان آدمی کو اپنے گھر لے آیا۔ اسے کھانا کھلایا' اس کی حوصلہ افزائی کی اور اسے اس وقت تک اپنے گھر میں رکھا جب تک اس کے لیے اچھی ملازمت تلاش نہ کرلی۔

اس قسم کا غریب نوازی پر مبنی فیاضانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے چوایٹ کے ذہن میں مالی منعت کا کوئی خیال نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک غربت کا مارا روحانی طور پر ٹوٹا پھوٹا نوجوان لائف انشورنس کا متوقع خریدار کبھی نہیں بن سکتا تھا۔

اس کے بعد دیگر بدقسمت افراد کی امداد کے مواقع اس طرح پیدا ہونے شروع ہو گئے کہ یوں محسوس ہوتا تھا گویا مسٹر چوایٹ ایک ایسا مقناطیس بن گیا ہے جو صرف مشکل مسائل میں گھرے ہوئے افراد کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔

پھر منظر نامہ تبدیل ہوگیا اور ایڈورڈ چوایٹ کے حالات ایک ایسا رخ اختیار کرنے لگے جسکی اسے کوئی توقع نہ تھی۔ اس کی لائف انشورنس کی فروخت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور پھر معجزے پر معجزے ہوتے چلے گئے۔ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی لائف انشورنس اس شخص کے ملازمین کو فروخت کی جس کی اس نے صحرا سے ڈھونڈ کر مدد کی تھی۔ اور اس فروخت کے لیے مسٹر چوایٹ نے نہ تو درخواست کی تھی اور نہ ہی کوئی اسے محنت کرنا پڑی تھی۔

پھر اس کی لائف انشورنس پالیسیاں فروخت ہوتی چلی گئیں۔ اسے خود بھی علم نہیں تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہورہا ہے۔ اور اسے پہلے کی نسبت بہت زیادہ کم محنت کرنا پڑتی

تھی۔ گاہک خودبخود اس کے پاس پہنچ جاتے تھے۔

اس کا کاروبار پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ اس نے وہ ہدف حاصل کر لیا جس کی لائف انشورنس کا ہر سیلز مین شدید خواہش رکھتا ہے۔ اسے "ملین ڈالر راؤنڈ ٹیبل" کا ساری عمر کے لیے مستقل ممبر بنا دیا گیا۔ یہ اعزاز ان لوگوں کو دیا جاتا ہے جو مسلسل تین سال تک ملین ڈالر کی انشورنس فروخت کرتے ہیں۔

لہٰذا روحانی دولتیں حال کرتے ہوئے اسے مادی دولتیں بھی حاصل ہو گئیں، اور اس قدر بہتات میں حاصل ہوئیں کہ اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ غریب نوازی کا کردار ادا کرتے ہوئے اسے بمشکل 6 سال کا مختصر عرصہ گزرا تھا جب اس نے سال کے پہلے چار مہینوں میں دو ملین ڈالر سے بھی زیادہ انشورنس پالیسیاں فروخت کی تھیں۔

اس کی کامیابی کی یہ داستان پورے ملک میں پھیل گئی۔ اور اسے مختلف انشورنس کنونشنوں سے خطاب کرنے کی دعوتیں ملنے لگیں۔ کیونکہ دوسرے سیلز مین بھی یہ جاننا چاہتے تھے کہ اس نے اس میدان میں ایسی قابل رشک پوزیشن کیسے حاصل کر لی۔

اور اس نے ایسے دوسرے تمام لوگوں کے برعکس جنہوں نے زندگی میں اعلیٰ کامیابیاں حاصل کی ہوتی ہیں، بڑے واضح اور کھلے دل کے ساتھ یہ تسلیم کیا کہ اس نے اپنی تمام تر کامیابیاں دوسروں کے فلسفے کو استعمال کرتے ہوئے حاصل کی ہیں۔

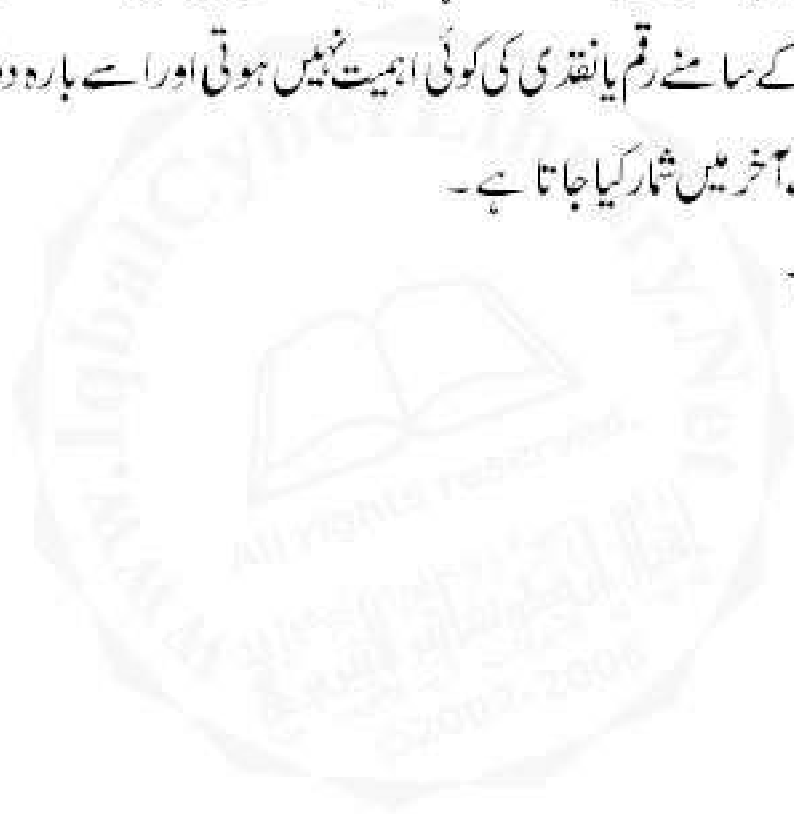
عام لوگ جو کامیابیاں حاصل کرتے ہیں ان کے بارے میں وہ عام طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کی اپنی عقل و دانش کا نتیجہ ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کھلے دل سے اپنے کسی محسن کا ذکر کرتے ہیں۔

یہ ایک افسوس ناک بات ہے کہ دنیا میں ایڈورڈ چوایٹ جیسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔

ایڈورڈ چوایٹ مادی لحاظ سے بھی اتنا دولت مند ہے جتنا کہ وہ چاہتا ہے۔ جبکہ وہ

روحانی طور پر بہت ہی زیادہ دولتمند ہے۔ کیونکہ زندگی کی ان بارہ دولتوں سے مالا مال ہے جن کے سامنے رقم یا نقدی کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور اسے بارہ دولتوں میں سے سب سے آخر میں شمار کیا جاتا ہے۔

☆☆☆



باب 6

ماسٹر ذہن

''تشریح: دو یا دو سے زیادہ ذہنوں کا ایسا اتحاد جس سے میں مکمل ہم آہنگی کی روح پائی جاتی ہو' یہ ایک قطعی مقصد کے حصول کے لیے باہمی رفاقت میں کام کر رہے ہوں''۔

اس اصول کی تشریح کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں' کیونکہ اسی میں وہ حقیقت پوشیدہ ہے جو عظیم انفرادی قوت کے حصول میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

اس قوت کو حاصل کرنے کا راز ہمیں لفظ ''ہم آہنگی'' میں ملتا ہے۔

اس عنصر کے بغیر تمام اجتماعی کوششیں باہمی تاون کی غمازی تو کرتی ہیں لیکن اس قوت سے محروم رہتی ہیں جو ہم آہنگی کوششوں میں باہمی ربط پیدا کر کے مہیا کرتی ہے۔

ماسٹر ذہن کے اصول کی اہم ترین خصوصیات یہ ہیں:

ا۔ ماسٹر ذہن کا اصول ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ہم دوسروں کے تجربے' تربیت' تعلیم' مخصوص جانکاری اور پیدائشی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ گویا ان کے ذہن ہمارے ذہن ہوں۔

۲۔ دو یا دو سے زائد ذہنوں کا اتحاد جس میں قطعی مقصد کے حصول کے لیے مکمل ہم آہنگی کی روح پائی جاتی ہو' ہر فرد کے ذہن میں مکمل جوش اور ولولہ پیدا کر دیتا ہے اور ایسی ذہنی حالت کو جنم دیتا ہے جسے ہم ''یقین محکم'' کہتے ہیں۔ اس میں کارفرما قوت کا ہمیں ہلکا سا تجربہ گہری دوستی اور عشق و محبت کے تعلقات میں ہوتا ہے۔

۳۔ ہر انسانی ذہن خیالات کے ارتعاش کو نشر بھی کر رہا ہوتا ہے اور وصول بھی کر رہا ہوتا ہے۔ اور ماسٹر ذہن کے اصول کا تحریک پیدا کرنے والا عنصر چھٹی حس کے ذریعے کام کرتے ہوئے خیالات کے عمل کو متحرک کرتا ہے جسے ہم عام طور پر ''ٹیلی

پیشتھی'' کا نام دیتے ہیں۔

اس طریقے سے بہت سے کاروباری اور پیشہ ورانہ اتحادوں نے حقیقت کا روپ دھارا ہے وار ماسٹر ذہن کے اصول کو استعمال کیے بغیر شاید ہی کسی ایک نے اعلیٰ مرتبہ یا پائیدار طاقت حاصل کی ہو جس میں وہ دوسروں کے ذہن سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

صرف ایک یہی حقیقت ماسٹر ذہن کے اصول کی فرزانگی اور اہمیت کی کافی شہادت ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کا مشاہدہ ہر کوئی آسانی کے ساتھ کر سکتا ہے۔

۴۔ ماسٹر ذہن کے اصول کو جب عملی طور پر لاگو کیا جائے تو یہ فرد کو اس کے ذہن کے تحت الشعور والے حصے کے ساتھ اور اس کے ساتھیوں کے ذہنوں کے تحت الشعور والے حصوں کے ساتھ رابطے میں لاتا ہے۔ یہ وہ حقیت ہے جو ماسٹر ذہن کے ذریعے حاصل کیے جانے والے معجزانہ نتائج کی تشریح کرتی ہے۔

۵۔ وہ اہم ترین انسانی تعلقات جن میں کوئی بھی شخص ماسٹر ذہن کے اصول کا فائدہ مند اطلاق کر سکتا ہے یہ ہیں:

(1) ازدواجی تعلقات یعنی میاں بیوی کے تعلقات

(2) مذہبی تعلقات

(3) کاروباری اور پیشہ ورانہ تعلقات

ماسٹر ذہن کے اصول کی وجہ ہی سے تھامس ایڈیسن کے لیے یہ ممکن ہوا کہ وہ تعلیم اور سائنسی علم سے محروم ہونے کے باوجود بہت بڑا موجد بن سکا۔ یہ بات ان لوگوں کے لیے یقیناً حوصلہ افزا ہوگی جو غلط فہمی کی بنا پر رسمی تعلیم سے محرومی اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ خیال کرتے ہیں۔

ماسٹر ذہن کے اصول کی مدد سے کوئی بھی شخص ماہر ارضیات کے علم کی بدولت اس

زمین کی تاریخ اور ساخت کو سمجھ سکتا ہے۔

تجربہ کار کیمیادانوں کے علم اور تجربے کے ذریعے کوئی بھی شخص کیمسٹری کا عملی استعمال کر سکتا ہے۔

سائنسدانوں، ٹیکنیشنوں، طبعیات کے ماہرین اور ریاضی دانوں کی مدد سے کوئی بھی شخص ان میدانوں میں عملی تربیت حاصل کیے بغیر ایک کامیاب موجد بن سکتا ہے۔

ذہنی اتحاد کی دو عام اقسام:

ا۔ اپنے رشتہ داروں، مذہبی رہنماؤں اور دوستوں کے ساتھ خالصتاً سماجی یا ذاتی وجوہات کی بنا پر تا حال جس میں کسی بھی قسم کے مادی فوائد یا اہداف مدنظر نہیں ہوتے۔ اس قسم کے اتحادوں میں سب سے اہم اتحاد میاں اور بیوی کے تعلقات ہیں۔

۲۔ کاروباری، پیشہ ورانہ یا معاشی ترقی کے لیے اتحاد،

جو کہ ایسے افراد پر مشتمل ہوتا ہے جن میں اتحاد کا مقصد ان کے ذاتی محرکات ہوتے ہیں۔

ماسٹر ذہن کا اصول صرف امیر اور طاقتور لوگوں کی میراث نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک اہم ذریعہ ہے جس سے آدمی اپنے پسندیدہ مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔

ادنیٰ ترین شخص بھی اپنی پسند کے کسی بھی شخص کے ساتھ ہم آہنگ اتحاد کر کے اس اصول سے مستفید ہو سکتا ہے۔ اس اصول کا انتہائی فائدہ مند اطلاق جو کہ شاید کوئی بھی شخص کر سکتا ہو وہ شادی کے ذریعے دو ذہنوں کا اشتراک ہے، بشرطیکہ اس کا محرک محبت ہو۔

اس قسم کا اشتراک نہ صرف میاں بیوی کے ذہنوں کو باہم مربوط کر دیتا ہے بلکہ ان کی روحوں کی روحانی خصوصیات کو بھی باہم یک جا کر دیتا ہے۔

اس قسم کے اشتراک کے فوائد نہ صرف میاں اور بیوی کے لیے مسرت اور خوشی لے کر آتے ہیں' بلکہ یہ ان بچوں کو بھی ایک مضبوط کردار عطا کرتے ہیں اور انہیں کامیاب زندگی کی بنیادیں مہیا کرتے ہیں۔

اب آپ ''ماسٹر ذہن'' کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں جو کہ ذاتی قوت کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اس کا درست استعمال آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔

آپ اس کا درست استعمال کریں آپ کو نہ صرف مادی فوائد حاصل ہوں گے بلکہ انسانوں کے ساتھ آپ کے مضبوط اور گہرے رشتے استوار ہوتے چلے جائیں گے ایسے رشتے جو دوستی اور تعاون کے جذبے پر قائم ہوں۔



باب 7

ماسٹر ذہن کے اصول کا تجزیہ

جب کارنیگی نے انفرادی کامیابی کا فلسفہ ترتیب دینے کا کام میرے سپرد کیا تو میں نے اسے ماسٹر ذہن کے اصول کی تشریح کرنے کو کہا تاکہ دوسرے لوگ بھی اسے سمجھ سکیں اور استعمال میں لاتے ہوئے اپنے قطعی اہم مقصد کو حاصل کر سکیں۔

کارنیگی نے جواب دیا ''میں ماسٹر ذہن کے اصول چند انفرادی استعمالات کی تشریح کروں گا۔ جیسا کہ اسکا اطلاق مختلف انسانی رشتوں اور تعلقات پر ہو سکتا ہے جو کہ کسی کے قطعی اہم مقصد کے حصول میں مددگار ہو سکتا ہے۔

''لیکن سب سے پہلے میں اس حقیقت پر زور دوں گا کہ کسی بھی قطعی اہم مقصد کا حصول سلسلہ وار مراحل کی صورت ہی میں ہو سکتا ہے۔ ہر خیال جو کوئی سوچتا ہے' ہر معاملہ جس میں وہ دوسروں کے حوالے سے ملوث ہوتا ہے۔ ہر منصوبہ جو وہ تشکیل دیتا ہے' ہر غلطی جو اس سے سرزد ہوتی ہے۔ یہ سب باتیں اس کے اپنے منتخب شدہ ہدف کو حاصل کرنے کی صلاحیت پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔

''محض ایک قطعی اہم مقصد کا انتخاب' خواہ وہ واضح الفاظ میں لکھا بھی گیا ہو اور پوری طرح ذہن نشین بھی کر لیا ہو اس مقصد کے یقینی حصول کی ضمانت نہیں ہو سکتا۔

''واضح مقصد کے یقینی حصول کے لیے ضروری ہے کہ اس کے لیے مسلسل جدوجہد جاری رکھی جائے۔ اس جدوجہد کا سب سے اہم حصہ وہ تعلقات ہیں جو ہم دوسروں کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔

''اس حقیقت کو ذہن میں راسخ کر لینے کے بعد کسی بھی شخص کے لیے یہ بات سمجھنی مشکل نہیں رہتی کہ ہمیں اپنے ساتھیوں کی تلاش میں محتاط رہنے کی کس قدر ضرورت ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کے ساتھ اپنے پیشے کے حوالے سے ہمارا قریبی تعلق ہوتا ہے۔

''لہٰذا یہاں چند انسانی تعلقات اور رشتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے' جو ایک قطعی اہم مقصد رکھنے والے شخص کو اپنے منتخب مقصد کو حاصل کرنے کے لیے لازماً پروان چڑھانے' منظم کرنے اور استعمال کرنے ہوں گے۔

پیشہ

''شادی کے تعلق کے علاوہ (جو کہ ماسٹر ذہن تعلقات میں سب سے اہم ہے) سب سے اہم تعلق وہ ہے جو ایک آدمی اور ان لوگوں کے درمیان پایا جاتا ہے جن کے ساتھ وہ اپنے منتخبہ پیشے کا کام کر رہا ہوتا ہے۔

تقریباً ہر آدمی میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے کام کاج میں جن لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے وہ ان میں سے بہت زیادہ باتیں کرنے والے لوگوں کے عادات و اطوار' ذہنی رویے' سیاسی اور معاشی نظریات اور دیگر جملہ اوصاف بھی اپناتا چلا جاتا ہے۔

''اس رجحان میں سب سے بڑی قباحت یہ ہوتی ہے کہ روزمرہ زندگی میں ہم جن لوگوں کو ملتے ہیں ان میں سے بہت زیادہ باتیں کرنے والا شخص ہمیشہ بہت اعلیٰ سوچ اور سمجھ رکھنے والا شخص نہیں ہوتا۔ اکثر اوقات وہ ایک شاکی انسان ہوتا ہے اور اپنے ساتھی کارکنوں میں رنجیدگی اور شاکی پن پیدا کر کے خوشی محسوس کرتا ہے۔

''اور اکثر اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ بہت زیادہ باتیں کرنے والے شخص کے سامنے کوئی اپنا قطعی اہم مقصد نہیں ہوتا۔ اور زیادہ تر ایسے آدمی کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے جو کوئی مقصد لے کر چل رہا ہو۔

مضبوط کردار کے حامل لوگ جو واضح طور پر جانتے ہیں کہ انہیں کیا کرنا ہے اور عام طور پر اتنی دانش کے مالک ہوتے ہیں کہ اپنی بات اپنے دل تک ہی رکھتے ہیں' اور دوسروں کی حوصلہ شکنی کرنے کی کوشش میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول میں اس قدر مصروف ہوتے ہیں کہ وہ کسی بھی ایسے شخص یا کسی بھی

ایسی چیز کے لیے اپنا وقت ضائع نہیں کرتے جو کسی نہ کسی صورت میں ان کے لیے فائدہ مند ثابت نہ ہو سکیں۔

تقریباً ہر شخص کے دوستوں اور ساتھیوں میں کچھ لوگ ضرور ایسے ہوتے ہیں جن کا اثر و رسوخ اور تعاون فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک باشعور شخص جو زندگی میں کوئی واضح مقصد رکھتا ہے اور اس کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہا ہوتا ہے۔ وہ دانشمندی سے کام لیتے ہوئے صرف ان لوگوں سے تعلق استوار کرتا ہے جو اس کے لیے فائدہ مند ہو سکتے ہیں اور اسے فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ دوسرے بے کار لوگوں سے وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ دامن بچا کر نکل جاتا ہے۔

وہ صرف ان لوگوں سے قریبی روابط قائم کرتا ہے جن کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ ان کا کردار، علم اور شخصیت اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی ہے اور یقیناً وہ ان لوگوں کو بھی نظر انداز نہیں کرتا جو اس سے بلند رتبے اور عہدے پر فائز ہوتے ہیں ۔اس نے اپنی نگاہیں اس دن پر مرکوز کی ہوتی ہیں جب وہ نہ صرف ان لوگوں کے برابر پہنچ جائے گا بلکہ ان سے آگے نکل جائے گا۔ اس کے سامنے ابراہم لنکن کے یہ الفاظ ہوتے ہیں "میں علم حاصل کرتا رہتا ہوں اور اپنے آپ کو تیار رکھتا ہوں کسی دن کوئی موقع مجھے نصیب ہو سکتا ہے"۔

ایک ایسا شخص جس کے مد نظر کوئی اہم تعمیری مقصد ہوتا ہے وہ اپنے سے اعلیٰ رتبے کے لوگوں کو کبھی بھی حسد نہیں کرتا بلکہ وہ ان کے طریقہ کار کا مطالعہ کرتا رہتا ہے اور ان کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ ایک بین حقیقت ہے کہ جو شخص اپنے سے اعلیٰ رتبے کے لوگوں میں نقائص تلاش کرنے میں اپنا وقت صرف کرتا ہے وہ کبھی بھی اپنے طور پر ایک کامیاب لیڈر نہیں بن سکتا۔

"عظیم سپاہی وہ ہوتے ہیں جو اپنے افسروں کے تمام احکام بجا لاتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایسا نہیں کرتے یا نہیں کر سکتے کبھی بھی کامیاب فوجی لیڈر نہیں بن سکتے۔ یہی

اصول زندگی کے دوسرے میدانوں میں ہر انسان پر لاگو ہوتا ہے۔ اگر وہ ہم آہنگی کے پورے جذبے کے ساتھ اپنے سے اوپر آدمی کی تقلید نہیں کرتا تو وہ اس شخص کے ساتھ اپنی رفاقت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔

میرے اپنے ادارے میں ایسے لوگ سو سے کم نہیں ہوں گے جو معمولی درجے سے اوپر اٹھے ہیں اور اس وقت اپنی ضرورت سے زیادہ دولت مند ہیں۔ ان کی یہ ترقی انکی بدمزاجی یا اپنے اوپر یا اپنے نیچے کے افراد کی عیب جوئی کرنے سے نہیں ہوئی بلکہ انہوں نے ترقی کی یہ منازل ان لوگوں کے تجربے کا عملی استعمال کرتے ہوئے طے کیں جن کے ساتھ ان کا تعلق تھا۔

وہ آدمی جس کے سامنے کوئی واضح مقصد نہیں ہوتا ان تمام اشخاص کی ایک محتاط فہرست مرتب کر لیتا ہے جن کے ساتھ روزمرہ زندگی میں اس کا میل جول ہوتا ہے۔ وہ ہر ایسے شخص کو مفید علم یا اثر و رسوخ کے ایک ذریعے کے طور پر پرکھتا ہے جس کو استعمال کرتے ہوئے وہ اپنی ترقی کی راہیں ہموار کر سکے۔

اگر ایک شخص ذہانت سے اپنے آپ کو دیکھے تو اسے معلوم ہوگا کہ اس کا روزمرہ کا کام کاج اس کے لیے ایک سکول کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس میں وہ اعلیٰ ترین تعلیم جو مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہوتی ہے حاصل کر سکتا ہے۔

اس قسم کی تعلیم سے کس حد تک فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے؟ کوئی آدمی یہ سوال کر سکتا ہے۔

اس کا جواب ان نو بنیادی محرکات کے مطالعہ سے مل سکتا ہے جو لوگوں کو رضاکارانہ کاموں کی طرف راغب کرتے ہیں۔ لوگ اس وقت اپنا تجربہ، اپنا علم بانٹتے ہیں اور دوسرے لوگوں سے تعاون کرتے ہیں جب ان کو اس کام کے لیے کافی محرک مہیا کیا جاتا ہے وہ شخص جو درست ذہنی رویے کے ساتھ اپنے روزمرہ کے ساتھیوں سے دوست اور تعاون پر مبنی تعلقات استوار کر لیتا ہے اس کے پاس ان

سے سیکھنے اور علم حاصل کرنے کے بہتر امکانات ہوتے ہیں، بجائے اس شخص کے جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مخالفانہ، تکلیف دہ اور غیر شائستہ رویہ رکھتا ہے۔ اور ان چھوٹے چھوٹے اخلاقی پہلوؤں کو نظر انداز کیے رکھتا ہے جو مہذب لوگوں کا شیوہ ہوتے ہیں۔

پرانی کہاوت ہے کہ "ایک آدمی نمک کے بجائے شہد سے زیادہ مکھیاں پکڑ سکتا ہے" اس شخص کو جو اپنے روزمرہ ساتھیوں سے، جو بہت سی چیزوں کے بارے میں اس سے زیادہ جانتے ہیں، کچھ سیکھنا چاہتا ہے، اس محاورے کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

تعلیم

"کسی بھی شخص کی تعلیم کبھی مکمل نہیں ہوتی"۔

"ایک ایسا شخص جس کا قطعی اہم مقصد کافی حد تک بلند ہے اس کے لیے ہر وقت علم حاصل کرتے رہنا بہت ضروری ہے۔ اسے ہر ممکنہ ذریعے سے علم حاصل کرنا چاہیے۔ خاص طور پر ان ذرائع سے اسے اپنے قطعی اہم مقصد کے متعلق مخصوص علم اور تجربہ حاصل ہو سکتا ہے۔

"پبلک لائبریریں مفت ہوتی ہیں۔ وہاں ہر موضوع پر علم کے منظم ذخائر موجود ہوتے ہیں۔ وہاں آپ کسی بھی موضوع پر انسان کا مکمل علم حاصل ہو سکتا ہے۔ ایک واضح مقصد حیات رکھنے والا انسان کتابیں پڑھنے کو اپنی عادت بنالیتا ہے اور مطالعہ کو اپنی ذمہ داری تصور کرتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے خاص مقصد کے لیے وہ تمام تر ضروری علم حاصل کر لیتا ہے جو اس سے پہلے اسی مقصد کے لیے جدوجہد کرنے والے انسانوں کے تجربے پر مبنی ہوتا ہے۔

ایک آدمی کا مطالعہ کا پروگرام بھی اتنی ہی احتیاط سے ترتیب دینا چاہیے جتنی احتیاط سے اس کا کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک ایسی غذا ہے جس کے بغیر وہ ذہنی طور پر پروان نہیں چڑھ سکتا۔

وہ شخص اپنا فالتو وقت مزاحیہ مواد اور جنسی رسائل پڑھنے میں صرف کر دیتا ہے۔ وہ بڑی کامیابیوں کو حاصل نہیں کر سکتا۔

یہی بات اس شخص کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے جو اپنے روزمرہ پروگرام میں پڑھنے کے لیے کوئی ایسا مواد شامل نہیں کرتا جو اس کے اہم مقصد کے حصول میں کام آ سکے۔ یونہی بے سوچا سمجھا اٹکل پچو مطالعہ تفریح کا باعث تو ہو سکتا ہے لیکن کسی کے پیشے کے لیے کارآمد نہیں ہو سکتا۔

تاہم تعلیم حاصل کرنے کا واحد طریقہ صرف مطالعہ ہی نہیں ہے۔ آپ اپنے کو ہم پیشہ ساتھیوں میں احتیاط کے ساتھ ایسے افراد کا انتخاب کر سکتے ہیں جن سے آپ عام گفتگو کرتے ہوئے آزادانہ تعلیم حاصل کر سکیں۔

کاروباری اور پیشہ ورانہ کلب آپ کو ایسے مواقع مہیا کرتے ہیں کہ آپ بہت زیادہ تعلیمی اہمیت کے تعلقات قائم کر سکیں۔ بشرطیکہ آپ اپنے کلب اور اس کے ممبران میں سے اپنے ساتھیوں کا انتخاب کرتے وقت اپنا اہم مقصد پیش نظر رکھیں۔ اس قسم کے تعلقات کے ذریعے بہت سے لوگ ایسی کاروباری اور سماجی دوستیاں قائم کر لیتے ہیں جو ان کے اہم مقصد کے حصول میں بہت کارآمد ثابت ہو سکتی ہیں۔

کوئی بھی شخص بغیر دوست بنانے کے کامیاب زندگی بسر نہیں کر سکتا۔

لفظ ''رابطہ'' جو کہ ہم شخصی شناسائیوں کے حوالے سے استعمال کرتے ہیں ایک اہم لفظ ہے۔ اگر ایک شخص اپنے روزمرہ کا معمول کا ایک حصہ ''ذاتی رابطوں'' میں اضافہ کرنے کے لیے وقف کر دیتا ہے تو وہ دیکھے گا کہ اس عادت سے اس کو ایسے عظیم فوائد حاصل ہو رہے ہیں جن کے بارے میں ہم پہلے کچھ نہیں بتا سکتے۔ لیکن ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب وہ اس کی مدد کرنے کے لیے نہ صرف تیار ہوں گے بلکہ دل و جان سے مدد کرنا چاہتے ہوں گے۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں ایک اہم قطعی مقصد کے حامل شخص کو ہر ممکنہ ذریعے

سے رابطے قائم کرنیکی عادت اپنانی چاہیے۔ تاہم اسے یہ احتیاط برتنی چاہے کہ ان ذرائع کا انتخاب کرے جہاں اس ایسے لوگوں کے ساتھ ملنے کا امکان زیادہ ہو جو اس کے لیے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ مسجد بھی ایک ایسا پسندیدہ ذریعہ ثابت ہو سکتی ہے جہاں وہ لوگوں سے مل سکتا ہے اور دوستی پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہاں جو لوگ اکٹھے ہوتے ہیں ان میں بھائی چارے کا جذبہ جاگزین ہوتا ہے۔

ہر آدمی کو ایسے وسیلوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے ذریعے وہ اپنے ہمسایوں سے تعلقات استوار کر سکتے ہیں اور باہمی افہام وتفہیم اور دوستی کی خاطر بغیر کسی مالی لالچ کے تعلقات قائم کر سکے۔ وہ شخص جو اپنے آپ کو اپنے خول میں بند کر لیتا ہے وہ مستقل طور پر اپنی ذات میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور جلد ہی خود غرض اور زندگی کے بارے میں تنگ نظر ہو جاتا ہے۔

سیاست

یہ ہر ملک کے شہری کا فرض اور حق ہے کہ وہ سیاست میں دلچسپی لے اور اس طرح عوامی اداروں میں قابل اور اہل مرد وخواتین کو منتخب کرنے کا حق ادا کرے۔

سیاسی پارٹی جس سے کسی شخص کا تعلق ہوتا ہے اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہوتی جتنا کہ ووٹ کا حق استعمال کرنا اہم ہے۔ اگر سیاست بددیانتیوں اور بدعنوانیوں سے داغدار ہو رہی ہے تو اس کا الزام سوائے لوگوں کے کسی پر نہیں دیا جا سکتا جن کے اختیار میں ہے کہ بددیانت اور نا اہل لوگوں کو اقتدار میں نہ آنے دیں۔

ووٹنگ کے حق اور اس کے ساتھ جو فرائض وابستہ ہیں

اس کے علاوہ آپ کو ان فوائد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے جو آپ سیاست میں عملی حصہ لیتے ہوئے ان لوگوں سے تعلقات اور روابط پیدا کر کے حاصل کر سکتے ہیں جو آپ کے اہم مقصد کے حصول میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

بہت سے کاموں، پیشوں اور کاروباروں میں سیاسی اثر ورسوخ فائدہ مند ثابت ہو

سکتا ہے۔ پیشہ ور اور کاروباری حضرات اور خواتین کو عملی سیاسی وابستگیوں سے حاصل ہونے والے فوائد کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

ایک ہوشیار شخص جو ہر سمت ایسی دوستانہ وابستگیوں کا متلاشی ہوتا ہے جو اس کے اہم مقصد کے حصول میں مددگار ثابت ہو سکیں وہ اپنے ووٹ کے حق کو بھی پوری طرح اپنے مقصد کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔

لیکن سب سے اہم وجہ جس کی بنا پر میں زور دیتا ہوں کہ ہر شہری کو سیاست میں عملی دل چسپی کا مظاہرہ کرنا چاہیے یہ ہے کہ اگر اچھی سوچ رکھنے والے شہری اپنے ووٹ کے حق کو استعمال نہیں کریں گے تو سیاست خلفشار کا شکار ہو جائے گی اور ایک ایسی برائی میں تبدیل ہو جائے گی جو قوم کو تباہ کر دے گی۔

ہر چیز جو قابل قدر ہوتی ہے ایک قیمت رکھتی ہے۔

اگر آپ شخصی اور انفرادی آزادی کے خواہاں ہیں تو پھر آپ کو اس حق کی حفاظت دیانت دار اور محب وطن افراد کے ساتھ ذہنی اتحاد کر کے کرنا ہو گی اور ساتھ ہی اپنا فرض سمجھ کر صرف دیانت دار لوگوں کو ہی منتخب کرنا ہو گا۔ آپ کو یہ کام نہ صرف اپنی ذات کے لیے بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کے لیے کرنا ہو گا۔ آپ اپنے آپ کو صحیح معنوں میں محب الوطن نہیں کہلا سکتے جب تک آپ محب الوطنی کی یہ قمت ادا نہیں کرتے۔

سماجی اور معاشرتی روابط

آپ کے اردگرد دوستانہ روابط قائم کرنے کے لیے ہمیشہ بہت زرخیز اور تقریباً لامحدود میدان موجود ہوتا ہے۔ اور شادی شدہ حضرات کے لیے یہ مواقع اور بھی زیادہ ہو جاتے ہیں اگر اس کی بیوی سماجی سرگرمیوں کے ذریعے دوست بنانے کے فن سے آگاہ ہے۔

اگر کسی آدمی کا پیشہ ایسا ہے کہ اسے اپنے دوستوں اور خیر خواہوں کی تعداد میں

اضافہ فائدے کا باعث ہو سکتا ہے تو ایسی بیوی کی سماجی سرگرمیاں اس کے خاوند کے لیے ایک اثاثہ ثابت ہو سکتی ہیں

بہت سے افراد جو ایسے پیشوں سے منسلک ہوتے ہیں جن میں پیشہ ورانہ اخلاقیات اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ براہ راست اشتہار بازی یا خود ستائی سے کام لیا جا سکے وہ اپنے سماجی تعلقات کا موثر استعمال کر سکتے ہیں۔

ایک لائف انشورنس سیلز مین محض اپنی بیوی کی مدد سے جو کہ کئی ایک کاروباری خواتین کے کلبوں کی ممبر تھی، سال میں لاکھوں کی پالیسیاں فروخت کر دیتا تھا۔ اس کی بیوی کا کردار بہت سادا سا تھا۔ وہ گاہے گاہے کلب کی ساتھی خواتین کو ان کے خاوندوں سمیت گھر میں مدعو کرتی تھی اس طرح اس کا خاوند ان لوگوں سے دوستانہ ماحول میں واقفیت پیدا کر لیتا تھا۔

اسی طرح ایک وکیل کی بیوی نے اپنی سماجی سرگرمیوں کے ذریعے دولتمند لوگوں کی بیویوں کو گھر میں مدعو کرتے ہوئے اپنے خاوند کے کاروبار کو مستحکم بنیادوں پر استوار کر دیا۔ اس سمت میں لامحدود امکانات ہمیشہ موجود ہوتے ہیں۔

اگر کسی کے واقف کاروں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ مختلف موضوعات پر معلومات کا اک قیمتی ذریعہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ اس طرح دانش کا جو تبادلہ ہوتا ہے وہ ذہنی لچک اور ہمہ گیری کو پروان چڑھاتا ہے جس سے بہت سے پیشوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

جب بہت سے افراد مل کر بیٹھتے ہیں اور کسی موضوع پر بات چیت کرتے ہیں تو اس قسم کا بے ساختہ اظہار اور تبادلہ خیالات سب کے لیے ذہنی بالیدگی کا باعث بنتا ہے۔ ہر آدمی کو اپنے نظریات اور منصوبوں کو تقویت دینے کے لیے نئے خیالات کی ضرورت پیش آتی ہے جو کہ اسے ایسے لوگوں کے ساتھ کھلی اور سنجیدہ گفتگو کے ذریعے سے حاصل ہو سکتے ہیں جن کا تجربہ اور تعلیم اس سے مختلف ہو۔

اعلیٰ درجے کے تمام مصنفین کو اپنی پوزیشن قائم رکھنے کے لیے لازماً مطالعے اور ذاتی رابطوں کے ذریعے دوسروں کے خیالات اور نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے علم میں مسلسل اضافہ کرتے رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ایک روشن چوکس اور لچکدار ذہن کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے ذہنی ذخائر سے مسلسل استفادہ حاصل کرتا رہے۔ اگر تجدید خیالات کے اس سلسلے کو نظر انداز کر دیا جائے تو ذہن بالکل ناکارہ ہو جائے گا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اگر ہم اپنے بازو کو کافی عرصہ تک استعمال نہ کریں تو یہ بے کار ہو جائے گا۔ یہ ایک قدرت کا قانون ہے۔ قدرت کے طریقہ کار کا مطالعہ کریں تو آپ کو علم ہو گا کہ ایک معمولی کیڑے سے لے کر انسان کی پیچیدہ مشینری تک ہر چیز صرف مسلسل استعمال سے ہی صحت مند رہتی اور پروان چڑھتی ہے۔

آپس کی گفت و شنید اور بحث مباحثے نہ صرف کسی شخص کے مفید علم کے ذخیرے میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں بلکہ ذہنی صلاحیتوں میں بھی اضافے اور فروغ کا باعث بنتے ہیں۔ ایک آدمی جو سکول کی رسمی تعلیم کے خاتمے کیساتھ ہی مطالعہ وغیرہ چھوڑ دیتا ہے وہ کبھی بھی تعلیم یافتہ آدمی نہیں بن سکتا۔ چاہے سکول جانے کے دوران اس نے کتنا ہی علم کیوں نہ حاصل کیا ہو۔

زندگی خود سب سے بڑا اسکول ہے اور سب سے بڑی چیز جو ہمارے خیالات کو ابھارتی ہے استاد ہے۔ عقلمند انسان اس حقیقت سے آگاہ ہوتا ہے اور وہ دوسرے ذہنوں سے رابطہ اپنی روزمرہ زندگی کا معمول بنالیتا ہے اس طرح وہ تبادلہ خیالات کے ذریعے وہ دراصل اپنی ذاتی ذہنی نشوونما کر رہا ہوتا ہے۔

اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ماسٹر ذہن کے اصولوں کے عملی استعمال کے وسیع امکانات موجود ہیں۔ یہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے ایک فرد دوسروں کے علم، تجربات اور ذہنی رویوں سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی ذہنی قوت اور استطاعت

میں اضافہ کرتا ہے۔

جیسا کہ کسی نے بہت اچھی بات کہی ہے کہ ''اگر میں آپ] کو آپ کے ایک ڈالر کے بدلے میں ایک ڈالر ادا کرتا ہوں تو ہم دونوں کے پاس رقم سے زیادہ رقم نہیں ہو گی جو پہلے ہی ہمارے پاس موجود تھی۔ لیکن اگر میں آپ کو ایک خیال کے بدلے میں آپ کو ایک خیال دیتا ہوں تو ہم میں سے ہر ایک اپنے صرف شدہ وقت کا سو فیصد منافع حاصل کر سکتا ہے۔

انسانی تعلقات میں سب سے سودمند تعلق وہ ہے جس کے ذریعے ہم آپس میں تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ بات آپ کے لیے حیران کن ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ بعض اوقات ہم انتہائی ادنی شخص سے بھی کوئی ایسا نظریہ حاصل کر سکتے ہیں جو ہمارے لیے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہو سکتا ہے۔

اس بات کی وضاحت کے لیے میں آپ کو ایک پادری کی سچی کہانی سناتا ہوں جس نے اپنے چرچ کے اک معمولی دربان سے ایک ایسا خیال حاصل کیا جس کی مدد سے وہ اپنے اہم مقصد کے حصول میں کامیاب ہوا۔

پادری کا نام رسل کانویل تھا اور اس کی زندگی کا اہم ترین مقصد ایک کالج کی بنیاد رکھنا تھا جس کو قائم کرنے کی خواہش عرصہ دراز سے اس کے دل میں جاگزیں تھی۔ جس کے لیے کم از کم ایک ملین ڈالر سے زیادہ کی ضرورت تھی۔

ایک دن رسل کانویل چرچ کے دربان کے پاس بات چیت کے لیے رکا جو کہ چرچ کے لان کی گھاس کاٹنے میں مصروف تھا۔ اس نے یونہی بات کی کہ چرچ کے لان کے ساتھ والی گھاس زیادہ سرسبز ہے اور اس کی دیکھ بھال ان کے لان کی نسبت بہتر کی جا رہی ہے۔ اس کا مقصد بوڑھے آدمی کی ہلکی سی سرزنش کرنا تھا۔

چہرے پر ایک کشادہ مسکراہٹ کے ساتھ دربان نے جواب دیا ''ہاں! یقیناً وہ گھاس زیادہ سرسبز نظر آتی ہے لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جنگلے کے اس سمت والی

گھاس کے بہت زیادہ عادی ہو چکے ہیں''۔

اب ظاہراً اس جملے میں کوئی ایسی خاص بات نظر نہیں آتی۔ کیونکہ اس میں محض اپنی ناواہی کا عذر پیش کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔ لیکن اس نے رسل کے ذرخیز ذہن میں ایک ایسا چھوٹا سا بیج بو دیا جس سے خیالات کے تنومند درخت نے جنم لیا جو بعد میں اس اہم ترین مسئلے کا حل ثابت ہوا۔

ایک معمولی سے جملے سے پادری کے ذہن میں وعظ کے لیے ایک خیال نے جنم لیا جسے اس نے ترتیب دے کر چار ہزار سے زائد مرتبہ سامعین کے سامنے پیش کیا۔ اس نے اسے ''ہیروں کی سرزمین'' کا نام دیا۔ وعظ کا مرکزی خیال یہ تھا کہ ایک انسان کو اپنے کسی مناسب موقع کی تلاش میں دور دراز جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اس حقیقت کو پہچانتے ہوئے کہ جنگلے کے پار کی گھاس اس کی نسب زیادہ سرسبز نہیں ہے جہاں وہ کھڑا ہے' اپنے قدموں کے نیچے ہی بے شمار مواقع تلاش کر سکتا ہے۔

ان واعظوں نے رسل کی زندگی میں چھ ملین ڈالر سے زیادہ کی آمدنی پیدا کی۔ یہ ایک کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا اور اس کے بعد کئی سال تک سب سے زیادہ فروخت ہوتا رہا' اور یہ اج بھی کتابوں کی دکان پر دستیاب ہے۔ یہ رقم پنسلوینیا کی ٹیمپل یونیورسٹی آف فلاڈلفیا قائم کرنے پر خرچ کی گئی' جو کہ ملک کے سب سے بڑے تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے۔

اس خیال نے جس کے گرد یہ وعظ ترتیب دیا گیا تھا اس یونیورسٹی کے قیام کے علاوہ بھی بہت کچھ دیا۔ اس نے بہت سے لوگوں کے ذہنوں کو مالا مال کیا اور انہیں اس قابل بنایا کہ وہ زندگی کی دوڑ میں جس مقام پر بھی کھڑے ہیں وہیں مواقع تلاش کر سکیں۔ اس وعظ کا فلسفہ اج بھی اتنا ہی جاندار ہے جتنا ہی اس وقت تھا جب یہ ایک معمولی کارکن کے ذہن سے نکلا تھا۔

یہ بات یاد رکھیں ''ہر مستعد ذہن تخلیقی تحریک کا ایسا سرچشمہ ہوتا ہے جہاں سے آپ خیالات اور نظریات یا محض ان کے بیج حاصل کر سکتے ہیں۔ جو کہ آپ کے ذاتی مسائل یا آپ کی زندگی کے اہم مقاصد کے حصول کے لیے انمول قدر و قیمت کے حامل ہو سکتے ہیں''۔

بعض اوقات عظیم نظریات ادنیٰ ذہنوں سے جنم لیتے ہیں لیکن عام طور پر ان ذہنوں سے پھوٹتے ہیں جو فرد کے نزدیک ترین ہوتے ہیں' جہاں ماسٹر ذہن کا تعلق بالا ارادہ قائم کیا گیا اور برقرار رکھا گیا ہوتا ہے۔

میری اپنی زندگی کا سب سے منفعت بخش خیال ایک سہ پہر کو اس وقت آیا جب میں اور چارلی شواب گالف گراؤنڈ میں چلے جا رہے تھے جیسے ہی ہم تیرھویں سوراخ پر اپنی شاٹس مکمل کیں چارلی نے چہرے پر چھپی ہوئی مسکراہٹ لاتے ہوئے میری طرف دیکھا اور کہا ''چیف! تم سے تین سٹروکس آگے ہوں' لیکن ابھی ابھی میرے ذہن میں ایک ایسی تجویز آئی ہے جو کہ تمہیں گالف کھیلنے کے لیے بہت سا وقت مہیا کر سکتی ہے''

میں نے بے چینی سے اس تجویز کے بارے میں پوچھا اس نے ایک مختصر سے فقرے میں جواب دیا جس کا ہر لفظ ایک ملین ڈالر سے کم اہمیت کا نہ تھا: ''اپنے فولاد کے تمام کارخانوں کو ایک بڑی کارپوریشن میں مدغم کر دیں اور اسے وال سٹریٹ کے بنکرز کے آگے فروخت کر دیں''۔

کھیل کے دوران اس موضوع پر مزید کوئی گفتگو نہ ہوئی' لیکن اس شام میں نے اس مشورے کو اپنے ذہن میں پرکھنا شروع کیا اور اس رات سونے سے پہلے میں اس کی تجویز کے بیج کو ایک قطعی اہم مقصد کی شکل دے چکا تھا۔ اگلے ہفتے میں نے چارلی کو بنکرز کے ایک گروپ کے سامنے جن میں جے پائیر پونٹ مارگن بھی شامل تھا ایک خطاب کرنے کے لیے نیویارک بھیج دیا۔

اس خطاب کا لب لباب یونائیٹڈ سٹیٹس سٹیل کارپوریشن کے قیام کا منصوبہ تھا جس میں میں نے اپنے تمام فولاد کے کارخانے مدغم کر دیے تھے اور عملی کاروبار سے دست بردار ہو گیا تھا۔ مجھے اس سے بہتر زیادہ رقم مل گئی تھی جس کی کسی کو ضرورت ہو سکتی ہے۔

اب مجھے ایک اور نقطے پر قدرے زور دینے کی اجازت دیں۔ چارلی شواب کی تجویز کبھی بھی سامنے نہ آتی اور میں اس سے کبھی بھی فائدہ حاصل نہ کر سکتا تھا' اگر میں نے اپنے ساتھیوں میں نئے خیالات اور نظریات پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کرنے کو اپنی عادت نہ بنایا ہوتا۔ یہ حوصلہ افزائی میں نے اپنے کاروبار کی انتظامیہ کے ممبران کے ساتھ جن میں چارلی شواب بھی شامل تھا' ایک قریبی اور مسلسل ماسٹر ذہن اتحاد قائم کر کے مہیا کی تھی۔

رابطہ میں دوبارہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ایک اہم لفظ ہے۔

یہ اور بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہو جاتا اگر ہم اس کے ساتھ لفظ ہم آہنگ کو شامل کر لیں۔ دوسرے افراد کے ذہنوں کے ساتھ ہم آہنگ تعلقات کو قائم کرتے ہوئے ایک شخص خیالات اور نظریات پیدا کرنے کی صلاحیت کا بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ شخص جو اس عظیم حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے غربت و افلاس اور محرومی کے راستے کا انتخاب کر لیتا ہے۔

کوئی بھی آدمی اتنا عقلمند اور ہوشیار نہیں ہو سکتا کہ دوسرے لوگوں کے دوستانہ تعاون کے بغیر اپنے اثرات دنیا میں دور تک پھیلا سکے۔ اس خیال کو پوری طرح اپنا لیں کیونکہ آپ کے لیے اعلیٰ انفرادی کامیابیوں کے دروازے کھولنے کے لیے صرف یہی ایک خیال اپنے وجود میں کافی ہے۔

بہت سے لوگ جہاں وہ ہوتے ہیں اس سے بہت دور کامیابی تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔ اور اکثر لوگ اس کی تلاش ایسے پیچیدہ منصوبوں کے ذریعے کر رہے

ہوتے ہیں جو خوش قسمتی اور معجزوں پر مبنی ہوتے ہیں اور وہ یقین رکھتے ہیں کہ قسمت ان کا ساتھ دے گی اور ان کے حق میں معجزے رونما ہوں گے۔

جیسا کہ رسل کانویل نے اپنے وعظ میں بڑے شاندار موثر انداز میں یہ معاملہ بیان کیا تھا کہ بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جہاں وہ کھڑے ہیں اس کی نسبت جنگلے کے پار کی گھاس زیادہ سرسبز ہے۔ اور اس طرح وہ ''ہیروں کی اس سرزمین'' کو کھو دیتے ہیں جو انہیں اپنے روزمرہ کے ساتھیوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے خیالات اور مواقعوں کی شکل میں مہیا ہو سکتی ہے۔

سب سے اہم بات یہ جاننا ہے کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد اہم بات یہ ہے کہ آپ جس جگہ کھڑے ہیں بالکل اسی جگہ جو بھی ہتھیار میسر ہو خواہ یہ محض خیالات کا ہتھیار ہی کیوں نہ ہو، ہیرے کھودنے شروع کر دیں۔ کتنے یقین کے ساتھ آپ اس ہتھیار کو جو آپ کے ہاتھ میں ہے استعمال کرنا شروع کریں گے اتنا ہی بہتر ہتھیار خود بخود آپ کے ہاتھ میں آ جائے گا جب آپ اس کے لیے تیار ہوں گے۔

وہ آدمی ماسٹر ذہن کے اصول کو سمجھتا ہے اور اس کا استعمال کرتا ہے وہ ضروری ہتھیار اس شخص کی نسبت بہت جلد تیار کر لیتا ہے جو اس اصول کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔

ہر ذہن کو اپنی وسعت اور بالیدگی کے لیے دوسرے ذہنوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک ذی شعور شخص جو زندگی میں کوئی واضح اہم مقصد رکھتا ہے وہ بڑی احتیاط کے ساتھ ان اشخاص کا انتخاب کرتا ہے جن کے ساتھ اس کا قریبی ذہنی تعلق ہو، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس شخص کے ساتھ بھی اس کا اس قسم کا تعلق ہوگا اس کی شخصیت کا ایک واضح اثر اس کی ذات پر بھی مرتب ہوگا۔

میں اس شخص کے بارے میں کوئی اچھی امید نہیں رکھتا جو ان لوگوں کی صحبت اختیار

کرنے کی کوشش نہیں کرتا جو اس سے زیادہ جانتے ہیں۔ ایک شخص جس قسم کے ساتھیوں کا انتخاب کرتا ہے اس کے مطابق ہی وہ اوپر کی جانب ترقی کرتا ہے یا نیچے کی جانب تنزلی اختیار کرتا ہے۔

آخر میں ایک اور بات کہ جو ہر اس شخص کو مدنظر رکھنی چاہیے جو معاوضے یا تنخواہ کی خاطر کام کر رہا ہے۔ اور وہ بات یہ ہے کہ اس کا کام اس کے لیے تربیت گاہ ہے اور ہونا چاہیے جو اسے زندگی کے بلند مقامات کے لیے تیار کر رہا ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسی تربیت گاہ ہے جہاں اسے تربیت حاصل کرنے کا معاوضہ دو اہم شکلوں میں ادا کیا جا رہا ہوتا ہے۔ ایک تو وہ اپنے کام کی براہ راست تنخواہ یا معاوضہ حاصل کر رہا ہوتا ہے اور دوسرا وہ تجربہ جو کام کرنے سے اُسے حاصل ہو رہا ہوتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی کی سب سے بڑی تنخواہ وہ نہیں ہوتی جو اسے نقدی کی صورت میں ادا کی جاتی ہے۔ بلکہ اصل تنخواہ وہ تجربہ ہوتا ہے جو وہ اپنے کام سے حاصل کرتا ہے۔

اپنے تجربے سے کوئی شخص کس قدر فائدہ حاصل کر سکتا ہے اس کا انحصار براہ راست اس ذہنی رویے کے ساتھ ہوتا ہے، جو وہ اپنے ساتھ کام کرنے والے ان افراد کے ساتھ روا رکھتا ہے جو اس کے اوپر کام کر رہے ہیں اور جو اس کے نیچے کام کر رہے ہیں۔ اگر اس کا رویہ مثبت اور تعاون پر مبنی ہو اور اسے ''چند قدم زیادہ چلنے'' کی عادت ہو اس کی ترقی اور تیز تر ہوتی ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ جو شخص آگے بڑھتا ہے اور ترقی کرتا ہے وہ نہ صرف ماسٹر ذہن کے اصول کا عملی استعمال کر رہا ہوتا ہے بلکہ ''چند قدم زیادہ چلنے'' کے اصول اور ''مقصد کی قطعیت'' کے اصول کو بھی استعمال کر رہا ہوتا ہے۔ یہ وہ تین اصول ہیں جو زندگی کے ہر میدان میں کامیاب انسانوں کا جزو لاینفک ہوتے ہیں۔

شادی

شادی ایک سب سے اہم اتحاد ہے جس کا تجربہ کوئی بھی شخص اپنی زندگی میں کرتا

ہے۔

یہ مالی' جسمانی' ذہنی اور روحانی طور پر اہمیت کا حامل ہوتا ہے' کیونکہ یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو ان سب کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔

گھر وہ جگہ ہے جہاں زیادہ تر ماسٹر ذہن اتحاد جنم لیتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اپنے ساتھی کا انتخاب دانش مندی سے کرتا ہے' اگر وہ معاشی طور پر دانشمند ہے تو وہ اپنی بیوی کو اپنے ذاتی ماسٹر ذہن گروپ کا پہلا ممبر بناتا ہے۔

گھریلو اتحاد میں صرف میاں بیوی شریک نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ اس میں خاندان کے دوسرے ممبران اگر وہ ایک ہی گھر میں رہ رہے ہیں' خاص طور پر بچے بھی شامل ہونے چاہئیں۔

ماسٹر ذہن اصول ان لوگوں کی روحانی قوتوں کو متحرک کرتا ہے جو اس کے ذریعے ایک قطعی مقصد کے لیے متحد ہوتے ہیں۔ اور روحانی طاقت اگرچہ غیر مادی نظر آتی ہے تاہم یہ تمام قوتوں میں سب سے بڑی قوت ہے۔

شادی شدہ مرد جس کے تعلقات اپنی بیوی کے ساتھ بہت اچھے ہیں اور یہ تعلقات مکمل ہم آہنگی' افہام و تفہیم' ہمدردی اور مقصد کی وحدانیت پر مبنی ہیں تو یہ اس کے لیے بہت بڑا اثاثہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ جو اسے ذاتی کامیابیوں کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔

صرف بیویوں کے لیے

یہاں میں ایک تجویز محض بیویوں کے لیے پیش کرنا چاہوں گا۔

اس تجویز پر اگر کان دھرے جائیں اور عمل کیا جائے تو زندگی بھر کی غربت اور نکبت اور زندگی بھر کی امارت اور فراوانی میں فرق ڈال سکتی ہے۔

بیوی کا اپنے خاوند پر کسی بھی دوسرے شخص سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کا اپنے خاوند پر برتر اثر اس وقت ہوتا ہے جب اس نے اپنے خاوند

سے بہت اچھے تعلقات قائم کیے ہوں۔ اس نے اسے اپنی دوسری تمام واقف کار خواتین میں سے منتخب کیا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے اس کی محبت اور اعتماد حاصل ہے۔

زندگی کے نو بنیادی محرکات میں سے محبت کا محرک سرفہرست ہے' جو انسانوں میں تمام رضاکارانہ سرگرمیوں کو ایک تحریک بخشتے ہیں۔ اپنی محبت سے سرشار کرتے ہوئے بیوی اپنے خاوند کو اس کے روزمرہ کے کام پر اس جذبے کے ساتھ بھیج سکتی ہے جو ناکامی جیسی حقیقت سے ناآشنا ہوتا ہے لیکن یاد رکھیں جھاڑ جھنپاڑ' حسد' نقائص اور نشاندہی اور لاتعلقی جیسے جذبات محبت کے جذبے کو تقویت نہیں دیتے بلکہ الٹا اسے کچل دیتے ہیں۔

اگر بیوی دانشمند ہے تو وہ ہر روز اپنے خاوند کے ساتھ ماسٹر ذہن کے تعلق کے لیے چند گھنٹے وقف کر سکتی ہے' جس دوران وہ محبت اور مفاہمت کی فضا میں اپنی باہمی دلچسپیوں کو یکجا کرتے ہیں اور ان پر تفصیل سے تبادلہ خیال کرتے ہیں۔ اس ماسٹر ذہن گفتگو کے لیے مناسب ترین وقت صبح کے کھانے کے بعد یا رات سونے سے پہلے کا ہے۔

اور پھر کھانے کا وقت میاں بیوی میں دوستانہ تبادلہ خیالات کا وقت ہونا چاہیے۔ یہ ایک دوسرے کو کریدنے اور نقائص تلاش کرنے کا وقت نہیں ہونا چاہی بلکہ یہ خوشگوار باتوں اور میاں بیوی کی باہمی دلچسپی کے مختلف خوش کن پہلوؤں پر بات چیت کا وقت ہونا چاہیے۔

اکثر خاندانی تعلقات اس وقت انتشار اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں جب سب مل جل کر بیٹھے کھانا کھا رہے ہوتے ہی۔ کیونکہ یہ وہ لمحات ہوتے ہیں جب اکثر خاندان اپنے خاندانی اختلافات حل کرنے یا بچوں کی تادیب و تربیت کے مسائل کے بارے میں بات چیت کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مرد کے دل میں جانے کا راستہ اس کے معدے سے ہو کر گزرتا ہے۔ لہٰذا کھانے کا دورانیہ بیوی کے لیے ایک بہترین وقت ہوتا ہے کہ وہ مرد کے دل میں اتر کر وہاں کسی خواہش یا خیال کا بیج بو سکے۔ لیکن دل تک یہ رسائی نقص تلاش کرنے یا سرزنش کرنے جیسی منفی عادات کے بجائے محبت اور مروت کے جذبات پر مبنی ہونی چاہیے۔

ایک بیوی کو اپنے خاوند کے پیشے میں گہری دلچسپی لینی چاہیے۔ اسے اس کے ہر پہلو سے بخوبی آگاہ ہونا چاہیے۔ اور ہر اس چیز میں' جس کا تعلق اس ذریعے سے ہے جس سے وہ روزی کماتا ہے' گہری دلچسپی لینے کے کسی موقعے کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ اسے ان بیویوں میں سے نہیں ہونا چاہیے جو اپنے خاوندوں کو الفاظ سے نہ ہی اپنے رویے سے یہ بات کہتی ہیں ''تم رقم گھر لاتے ہو' میں خرچ کرتی ہوں' لیکن مجھے ان تفصیلات سے پریشان نہ کیا کرو کہ تم اسے کماتے کیسے ہو' مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں''۔

اگر ایک بیوی اس رویے کو اپنا لیتی ہے تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ خاوند کو اس بات میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہے گی کہ وہ کتنی رقم گھر لے کر آتا ہے۔ اور وہ وقت بھی آ سکتا ہے کہ وہ گھر بالکل ہی کچھ نہیں لائے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ وہ بیویاں جو عقلمند ہیں سمجھ گئی ہوں گی کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔

جب ایک عورت شادی کرتی ہے تو وہ فرم کے اکثریتی حصص کی مالک بن جاتی ہے۔ اگر وہ اپنے خاوند کے ساتھ ماسٹر ذہن کے اصول کے حقیقی اطلاق کے ذریعے جوڑے رکھتی ہے تو جب تک شادی قائم رہتی ہے وہ ان حصص کی بنا پر اپنی رائے کا استعمال کر سکتی ہے۔

وہ بیوی عقلمند ہوتی ہے وہ احتیاط سے تیار کیے گئے بجٹ کے تحت فرم کو چلاتی ہے اور خیال رکھتی ہے آمدنی سے زیادہ خرچ نہ کرے۔ بہت سی شادیاں اس لیے ٹوٹ

پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہیں کیونکہ فرم سرمائے کی کمی کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ صرف ضرب المثل ہی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ جب غربت صدر دروازے پر دستک دیتی ہے تو محبت پچھلے دروازے سے نکل کر سرپٹ دوڑ لگا دیتی ہے۔ محبت کو بھی مادی جسم کی طرح پروان چڑھنے کے لیے خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ محبت لاتعلقی جھاڑ جھنپاڑ اور نقائص کی تلاش جیسے منفی رویوں میں قائم نہیں رہ سکتی۔

محبت اس جگہ پھیلتی اور پھولتی ہے جہاں مرد اور اس کی بیوی اسے مقصد کی وحدانیت سے تقویت مہیا کرتے ہیں۔ وہ بیوی جو اس بات کو یاد رکھتی ہے اپنے خاوند کی زندگی میں ہمیشہ سب سے زیادہ اثر آفریں شخصیت رہتی ہے۔ وہ بیوی جو اس کو بھول جاتی ہے اس پر وہ وقت بھی آ سکتا ہے جب اس کا خاوند کار انڈسٹری کی اصطلاح میں نئے ماڈل کے لیے اسے تبدیل کر لے گا۔

خاوند کی ذمہ داری روزی کمانا ہوتی ہے لیکن بیوی کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان صدمات اور مزاحمتوں کے اثرات کو کم کرنے کی کوشش کرے جن کا سامنا اس کے خاوند کو اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں سے نمٹتے ہوئے ہوتا ہے۔ وہ گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھتے ہوئے اور خاوند کے لیے ایسی سماجی سرگرمیوں کے مواقع پیدا کرتے ہوئے جو اس کے پیشے سے مطابقت رکھتی ہوں یہ فرض بخوبی ادا کر سکتی ہے۔

بیوی کو یہ اہتمام کرنا چاہیے کہ کم از کم خاوند کے گھر ایک ایسی جگہ ہوں جہاں وہ اپنی کاروباری اور پیشہ ورانہ ذمہ داریوں اور پریشانیوں سے آزاد ہو کر کیف و سرور کے چند لمحات گزار سکے' جو کہ صرف بیوی کی محبت و پیار اور مفاہمتی رویے سے ہی میسر آ سکتے ہیں۔ وہ بیوی جو اس پالیسی پر عمل پیرا ہوتی ہے وہ انتہائی دانا اور کئی اک اہم پہلوؤں سے کسی ملکہ سے بھی زیادہ دولت مند ہوتی ہے۔

میں ایک بیوی کو اس بات سے بھی خبردار کرنا چاہوں گا کہ وہ اپنے مادری جذبے سے مغلوب ہو کر اپنے خاوند کے حصے کے پیار کو بھی اپنے بچوں کی طرف منتقل کرنے

کی غلطی نہ کرے۔ اس غلطی نے ہزاروں گھرانے برباد کیے ہیں اور یہ کسی بھی ایسے گھرانے کو برباد کر سکتی ہے جس میں بیوی اس غلطی کو دہرانے کی کوشش کرے گی۔ اکثر بیویاں اپنے خاوند کے حصے کو بھی اپنے بچوں کی طرف منتقل کرنے کی غلطی کرتی ہیں۔

ایک عورت کا پیار اگر یہ درست قسم کا پیار ہے' مقدار میں اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ اپنے بچوں اور خاوند دونوں کو کافی مقدار میں مہیا کر سکتی ہے۔ اور وہ ایک مسرور اور خوش دل بیوی ہوتی ہے جو سمجھتی ہے کہ وہ اپنا پیار بغیر کسی ایک دوسرے پر ترجیح دیے دونوں پہ رفیاضانہ طور پر نچھاور کر سکتی ہے۔

جس خاندان میں ماسٹر ذہن کے رشتے کی بنیاد میں محبت کی فراوانی ہوتی ہے اس خاندان کو مالی پریشانیوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔ کیونکہ محبت میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ ہر رکاوٹ کو عبور کر جاتی ہے' ہر مسئلے سے نمٹ لیتی ہے اور ہر مشکل پر قابو پا لیتی ہے۔

خاندانی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں اور ی ہر خاندان میں ہوتے ہیں لیکن محبت ان سب پر حاوی ہوتی ہے۔ محبت کی روشنی کو پوری آب و تاب سے چمکنے دیں اور ہر چیز آپ کی اعلیٰ ترین خواہشات کے مطابق خود بخود ڈھل جائے گی۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ مشورہ ہر پہلو سے صائب مشورہ ہے کیونکہ میں نے خود اسے اپنے خاندانی تعلقات میں آزمایا ہے اور میں پوری دیانتداری سے کہتا ہوں کہ میں نے جتنی بھی مادی کامیابیاں حاصل کی ہیں وہ سب اسی کی مرہون منت ہیں۔

(مسٹر کارنیگی کا یہ کھلا اور صاف اعتراف اور بھی موثر ہو جاتا ہے جب ہم اس حقیقت کو دیکھتے ہیں کہ اس نے 5000000000 ڈالر سے بھی زیادہ دولت اکٹھی کی تھی۔ مسٹر کارنیگی نے بہت زیادہ دولت سمیٹی لیکن وہ لوگ جو کارنیگی کے

اپنی بیوی کے ساتھ تعلقات کو جانتے تھے ان کے نزدیک مسٹر کارنیگی نے اسے اس قابل بنایا تھا)۔

منظرنامے کے پیچھے موجود خواتین

خاندانی ماسٹر ذہن کے رشتوں کے موضوع کو وہاں سے آگے لے جاتے ہوئے جہاں مسٹر کارنیگی نے اسے چھوڑا تھا' مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کی وضاحت کردوں کہ اس میدان میں کارنیگی کا کامیاب تجربہ اپنی نوعیت کی کوئی واحد مثال نہیں۔

تھامس اے ایڈیسن نے بڑے کھلے دل سے تسلیم کیا ہے کہ اس کی تخلیقی تحریکات کے پیچھے مسز ایڈیسن کا بہت اہم کردار ہے۔ وہ باقاعدگی سے ہر روز اپنے ماسٹر ذہن اجلاس کرتے تھے جو عام طور پر ایڈیسن کے دن بھر کے کام کے اختتام پر ہوتے تھے۔ مسز ایڈیسن اس کا خاص دھیان رکھتی تھی کیونکہ وہ مسٹر ایڈیسن کے تمام تجرباتی کاموں میں اپنی گہری دلچسپی کی اہمیت سے پوری طرح آگاہ تھی۔

ایڈیسن عام طور پر رات گئے تک کام کرتا تھا' لیکن وہ جب بھی گھر آتا تو اپنی بیوی کو منتظر پاتا جو کہ دن بھر اس کی کامیابیوں اور کارناموں کے بارے میں جاننے کے لیے بے تاب ہوتی تھی۔ وہ اس کے ہر تجربے سے جو وہ کر رہا ہوتا تھ پوری طرح آگاہ ہوتی تھی اور ان میں دلچسپی لیتی تھی۔

وہ ایڈیسن کے لیے اسکے کاموں کو پرکھنے کا ایک ذریعہ تھی اور اس کی مدد سے ایڈیسن اپنے کاموں کو دور کھڑے ہو کر دیکھ سکتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایسے مسائل میں جن کا ایڈیسن کو کوئی حل نظر نہیں آتا تھا وہ اکثر ان کی گمشدہ کڑیاں مہیا کرتی تھی۔

اگر اس حیثیت کے آدمی بھی ماسٹر ذہن تعلقات کو اہم خیال کرتے تھے تو یقیناً ان لوگوں کو بھی اسے اہمیت دینی چاہیے جو دنیا میں اپنی جگہ بنانے کے لیے جدوجہد کر

رہے ہیں۔

حقیقی طور پر عظیم راہنماؤں کی زندگیوں میں محبت اور رومان کے شہزادوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ رابرٹ اور ایلزبتھ براؤننگ کی کہانی اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ ان غیر مرئی ہستیوں نے ان عظیم شاعروں میں تخلیقی تحریکیں پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور وہ خود بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں اور ان ہستیوں کی تکریم کرتے ہیں۔

تاریخ نپولین بونا پارٹ کے فوجی عروج کو اس کی پہلی بیوی جوزفین کے فیضان نظر کا کرشمہ قرار دیتی ہے۔ جب اس نے اقتدار کی ہوس میں جوزفین کو نظر انداز کرنا شروع کیا تو اس کی فوجی کامیابیاں ماند پڑنا شروع ہو گئیں اور اس کے بعد جلد ہی اسے شکست کا سامنا ہوا اور اسے سینٹ ہلینا کے جزیرے میں قید کر دیا گیا۔

یہاں سے اس بات کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا کہ جدید دور کے بہت سے ''نپولین'' اسی وجہ سے اسی قسم کی شکست سے دوچار ہو چکے ہیں۔ عام طور پر مرد اپنی بیویوں سے اس وقت تک ماسٹر ذہن تعلق قائم رکھتے ہیں جب تک وہ اقتدار، شہرت اور کافی دولت حاصل نہیں کر لیتے۔ پھر وہ جیسا کہ کارنیگی نے کہا ہے ''نئے ماڈلوں'' کی خاطر انہیں تبدیل کر لیتے ہیں۔

چارلس ایم شواب کی کہانی مختلف ہے۔ اس نے بھی شہرت اور دولت ڈیل کارنیگی کے ساتھ ماسٹر ذہن اتحاد کے ذریعے اور بیوی کے ساتھ ایسے ہی تعلقات کے ذریعے سے مزید تقویت دیتے ہوئے حاصل کی' جو کہ شادی شدہ زندگی کے زیادہ تر حصہ میں اپاہج رہی۔ لیکن اس کی وجہ سے اس نے اسے چھوڑا نہیں تھا۔ بلکہ اس کی موت تک اس کے ساتھ وفاداری سے نبھا کیا۔ کیونکہ اس کا ایمان تھا کہ مضبوط کردار کی پہلی شرط وفاداری ہے۔

وفاداری

اب جب کہ وفاداری کا ذکر ہوا ہے تو اس بات کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ اکثر اوقات کاروبار میں ناکامی کی وجہ کاروبار میں شریک افراد میں وفاداری کا فقدان ہوتا ہے۔ جب تک کاروبار میں شریک تمام ساتھی ایک دوسرے سے وفاداری کے جذبے کو قائم رکھتے ہیں وہ عام طور پر اپنی ناکامیوں اور محرومیوں پر قابو پا لیتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ کارنیگی نے جب بھی کسی نوجوان کو معمولی کارکن کی حیثیت سے اٹھا کر انتظامیہ کے اعلیٰ عہدہ پر فائز کیا تو وہ سب سے پہلے اس کے کردار میں وفاداری کے وصف کو پرکھتا تھا۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ جس آدمی کی موروثی طور پر وفاداری کا وصف نہیں پایا جاتا اس میں ایک مضبوط کردار کے لیے مناسب بنیاد بھی موجود نہیں ہوتی۔

اس کا وفاداری پرکھنے کا طریقہ کار بہت انوکھا اور کثیر الجہتی ہوتا تھا۔ وفاداری کا یہ امتحان ترقی دینے سے پہلے اور ترقی دینے کے بعد اس وقت تک لیا جاتا تھا کہ آدمی کی وفاداری میں کوئی شک باقی نہ رہ جائے۔ کارنیگی کو آدمیوں کی فطرت جانچنے میں جو ملکہ حاصل تھا وہ قابل تحسین تھا اس نے ان کی وفاداری پرکھنے میں شاید ہی کوئی غلطی کی ہو۔

اپنے ماسٹر ذہن اتحاد کا مقصد ان لوگوں کو ہرگز نہ بتائیں جو اتحاد میں شامل نہیں ہیں اور اس بات کا بھی یقین کر لیں کہ آپ کے اتحاد میں شامل دوسرے ارکان بھی ایسا کرنے سے باز رہیں۔ کیونکہ بیکار مذاق اڑانے والے اور حاسد لوگ زندگی کی راہوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ جو اس انتظار میں ہوتے ہیں کہ جو کوئی بھی ان سے آگے نکل رہا ہے اس کے ذہن میں مایوسی کے بیج بوتے ہوئے اس کی حوصلہ شکنی کریں۔ لہٰذا ان گڑھوں میں گرنے سے بچنے کے لیے اپنے منصوبے اپنی ذات تک محدود رکھیں، سوائے ان کے جو آپ کی سرگرمیوں اور کامیابیوں کی وجہ سے خود بخود آشکار ہو جائیں۔

اپنے ماسٹر ذہن اجلاس میں منفی ذہنی رویے ہرگز نہ لے کر جائیں۔ یاد رکھیں کہ اگر آپ ماسٹر ذہن گروپ کے لیڈر رہیں تو یہ آپ کی ذمہ داری ہے کہ گروپ کے ہر رکن کی دلچسپی اور ولولے کو بدرجہ اتم زندہ رکھیں۔ اگر آپ خود منفی سوچوں میں گھرے ہوئے ہیں تو آپ یہ کام نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ جو شخص اپنے اہم مقصد کے ہدف کے بارے میں شک' تذبذب اور عدم یقینی کے رجحان کا اظہار کرتا ہے لوگ اسکی پورے جوش و جذبے کے ساتھ پیروی کرتے ہیں۔ اپنے جوش اور ولولے کو زندہ رکھتے ہوئے اپنے ماسٹر ذہن ساتھیوں کے جذبے اور ولولے کو بام عروج پر رکھیں۔

اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کے ماسٹر ذہن اتحاد کے ہر رکن کو ان کی کوششوں کے تناسب سے جو وہ آپ کی کامیابی کے لیے کر رہا ہے' مناسب معاوضہ مل رہا ہے۔ یاد رکھیں کوئی بھی شخص پورے جوش اور جذبے سے کام نہیں کرتا جب تک اسے خود فائدہ حاصل نہ ہو رہا ہو۔ اپنے آپ کو ان نو محرکات سے آشنا کریں جو تمام رضا کارانہ سرگرمیوں کو جذبہ عطا کرتے ہیں اور دیکھیں کہ آپ کے ماسٹر ذہن کا ہر ساتھی آپ کو اپنی وفاداری' جوش اور مکمل اعتماد دینے کے لیے مناسب تحریک حاصل کر رہا ہے۔

اگر آپ کے اپنے ماسٹر ذہن ساتھیوں کے ساتھ تعلق کا محرک مالی فوائد کا حصول ہے تو ''چند قدم زیادہ چلنے'' کے اصول کو اختیار کرتے ہوئے اور اس پر عمل کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ جتنا وصول کر رہے ہیں اس سے زیادہ دے رہے ہیں۔ اگر آپ اس حقیقت سے مکمل فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو پیشتر اس کے کہ آپ سے درخواست کی جائے آپ یہ کام خود بخود رضا کارانہ طور پر بند کر دیں۔

اپنے ماسٹر ذہن اتحاد میں اپنے مدمقابل یا حریف کو شامل نہ کریں۔ بلکہ روٹری کلب پالیسی پر عمل کریں اپنے اردگرد ان آدمیوں کو رکھیں جن کے پاس آپس میں

معاندانہ رویہ رکھنے کی کوئی وجہ نہ ہو۔ وہ لوگ جو ایک دوسرے کے حریف اور مد مقابل نہ ہوں۔

اپنے ماسٹر ذہن گروپ پر طاقت' خوف یا جبر و استبداد کے ذریعے غلبہ حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں۔ بلکہ اپنی لیڈرشپ کو ڈپلومیسی کے ساتھ وفاداری اور تعاون کی بنیاد پر قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ طاقت کے ذریعے لیڈرشپ قائم کرنے کے دن بیت چکے ہیں۔ ان کی احیائے نو کی کوشش نہ کیجیے۔ کیونکہ مہذب زندگی میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

اپنے ماسٹر ذہن ساتھیوں میں دوستی کے جذبے کو پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں کیونکہ دوستانہ ماحول میں مل جل کر کام کرنے سے جو قوت آپ کو حاصل ہوگی وہ کسی دوسرے طریقے سے ممکن نہیں ہے۔

انسانی تاریخ میں سب سے طاقتور ماسٹر ذہن اتحاد دوسری جنگ عظیم میں اقوام متحدہ نے قائم کیا تھا۔ اس کے لیڈروں نے پوری دنیا میں اعلان کیا تھا کہ ان کا قطعی اہم مقصد پوری دنیا کے لوگوں کی نجات اور آزادی کے پختہ یقین پر مبنی ہے خواہ وہ فاتح ہیں یا مفتوح۔

یہ اعلان میدانِ جنگ میں ہزاروں فتوحات پر بھاری تھا۔ کیونکہ اس نے ان لوگوں کے ذہنوں میں اعتماد قائم کیا تھا جو جنگ کے نتائج سے متاثر تھے۔ بغیر اعتماد کے کوئی بھی ماسٹر ذہن رشتہ استوار ہونا ممکن نہیں خواہ یہ فوجی نقل و حرکت کا میدان ہو یا زندگی کا کوئی اور میدان ہو۔

اعتماد تمام ہم آہنگ تعلقات کی بنیاد ہے۔ اپنا ماسٹر ذہن اتحاد قائم کرتے وقت یہ بات یاد رکھیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا یہ اتحاد پائیدار ہو اور موثر طور پر آپ کے مفاد میں کام کرے۔

اب میں آپ کو شخصی طاقت کے سب سے بڑے ماسٹر ذہن کے پس پردہ کارفرما

اصول سے آگاہ کر چکا ہوں۔

اس فلسفے کے پہلے چار اصولوں (چند قدم زیادہ چلنے کی عادت' مقصد کی قطعیت' ماسٹر ذہن اور ایک جو کہ آئندہ صفحات میں بیان کیا جا رہا ہے) کو مشترکہ طور پر استعمال کرتے ہوئے آپ اس طاقت کے راز تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں جو کہ دولت کی ماسٹر چابی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔

اس لیے میرا یہ انتباہ بے محل نہ ہو گا کہ اگلے باب کا مطالعہ اس امید سے کریں کہ یہ آپ کی زندگی بدلنے میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔

اب میں آپ کو ایک ایسی قوت کے بارے میں مکمل فہم اور سوجھ بوجھ دینے جا رہا ہوں جس نے پوری دنیا کے سائنسی تجزیے کو عاجز کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے امید ہے کہ ایک ایسی ترکیب بتاؤں گا جس کی مدد سے آپ اس قوت تک رسائی حاصل کر سکیں گے اسے اپنے قطعی اہم مقصد کے حصول کے لیے استعمال کر سکیں گے۔ آئیے اب اگلے باب کا مطالعہ شروع کرتے ہیں۔

☆☆☆

باب 8

یقین کا اطلاق

یقین ایک شاہی مہمان ہے جو صرف اس ذہن میں داخل ہوتا ہے جسے مناسب طور پر اس کے لیے تیار کیا گیا ہوتا ہے۔ ایک ایسا ذہن جسے خود تادیبی کے ذریعے منضبط رکھا گیا ہو۔

شاہی روایات کے مطابق یقین ذہن میں رہنے کے لیے بہترین کمرے اور مستعد خادموں کا مطالبہ کرتا ہے۔

اسے ملازمین کے کوارٹروں میں نہیں ٹھہرایا جا سکتا اور یہ حسد' لالچ' اوہام پرستی' نفرت' انتقام' بیجا غرور' شک' پریشانی اور خوف کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتا۔

اس حقیقت کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ لیں تو آپ اس پراسرار قوت کی تفہیم کی طرف گامزن ہو جائیں گے جس نے زمانوں سے سائنسدانوں کو حیران اور پریشان کیا ہوا ہے۔

اب آپ یقین کو اپنا مستقل مہمان بنانے کے لیے خود تادیبی کے ذریعے اپنے ذہن کو تیار کرنے کی اہمیت کو سمجھ چکے ہوں گے

کانکورڈ کے دانشور رالف والڈو کے الفاظ کو یاد کرتے ہوئے جس نے کہا تھا:

"ہر آدمی میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ہوتی ہے جو میں اس سے سیکھ سکتا ہوں اور اس بات میں اس کا شاگرد ہوں"۔ اب میں آپ کو ایک ایسے آدمی سے متعارف کراؤں گا جو انسانیت کا بہت بڑا محسن تھا تاکہ آپ دیکھ سکیں کہ کس طرح کوئی شخص یقین کے اظہار کے لیے ذہن کو تیار کر سکتا ہے۔

آپ یہ کہانی خود اس کی زبانی ہی سنیے:

"1929ء میں شروع ہونے والی کساد بازاری میں میں نے سب سے بڑے سکول یونیورسٹی آف ہارڈ ناکس سے پوسٹ گریجوایٹ کا کورس کیا۔

اسوقت مجھے اپنی پوشیدہ دولت کا احساس ہوا جسے میں فی الحال استعمال نہیں کر رہا تھا۔

ایک صبح مجھے نوٹس موصول ہوا جس سے مجھے پتا چلا کہ میرے بنک نے شاید دوبارہ کبھی نہ کھلنے کے لیے اپنے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیے ہیں۔ اس وقت میں نے اس غیر مرئی اثاثوں کی فہرست تیار کرنا شروع کی۔

میرے ساتھ رہیے! میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اس فہرست میں کیا کچھ تھا۔ آیئے ہم فہرست میں درج سب سے اہم چیز سے ابتدا کرتے ہیں جو کہ غیر استعمال شدہ یقین ہے۔

جب میں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں تلاش کی تو مجھے پتا چلا کہ اپنے تمام تر مالی نقصان کے باوجود میرے پاس عظیم دانش پر یقین اور اپنے ساتھی انسانوں پر یقین کے عظیم ذخائر موجود ہیں۔

اس انکشاف کے ساتھ ایک اور بھی بہت اہم انکشاف ہوا وہ یہ کہ ''یقین سے وہ کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے جو کہ ساری دنیا کی دولت بھی حاصل نہیں کر سکتی''۔

جب میرے پاس میری ضرورت کے مطابق تمام دولت جمع ہو گئی تو مجھ سے ایک بھیانک غلطی سرزد ہوئی اور میں نے اس دولت کو ایک مستقل سرچشمہ سمجھنا شروع کر دیا۔ اب مجھ پر یہ حیرت ناک انکشاف ہوا کہ یقین کے بغیر دولت ایک غیر فعال مادے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ اپنی ذات میں یہ کسی بھی طاقت کی حامل نہیں ہے

اپنی زندگی میں شاید پہلی مرتبہ ''یقین محکم'' کی حیرت انگیز طاقت کو تسلیم کرتے ہوئے میں نے بڑی احتیاط کے ساتھ اپنی ذات کا تجزیہ کرنا شروع کیا کہ میرے اس قسم کی دولت کتنی مقدار میں موجود ہے۔ میرا یہ تجزیہ حیران کن بھی تھا اور تسلی بخش بھی تھا۔

میں نے اس تجزیے کا آغاز جنگل کی سیر کرتے ہوئے کیا۔ میں لوگوں کے ہجوم

سے شہر کے شور شرابے سے' تہذیب و تمدن کی پریشانیوں سے اور لوگوں کے خوف سے دور جانا چاہتا تھا جہاں میں خاموش اور سکون میں غور و فکر کر سکوں۔

یہ خاموش دنیا کس قدر پر سکون اور تسلی بخش تھی۔

اپنے اس سفر کے دوران میں نے شاہ بلوط کا ایک بیج اٹھایا اور اسے اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ میں نے اسے شاہ بلوط کے ایک بہت بڑے درخت کی جڑوں کے قریب سے اٹھایا تھا جس سے یہ گرا تھا۔ میں نے درخت کی عمر کا اندازہ لگایا' یہ اتنا بڑا تھا کہ جب جارج واشنگٹن ابھی بچہ تھا تو یہ یقیناً اچھے خاصے سائز کا ہوگا۔

جب میں وہاں کھڑا اس عظیم درخت کا اس کے خام بیج کو جسے میں نے ہاتھ میں لیا تھا دیکھ رہا تھا تو مجھے خیال آیا اس دنیا میں رہنے والے تمام انسان مل کر بھی ایسا درخت نہیں بنا سکتے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ اس ننھے سے بیج کو جس سے اس عظیم درخت نے جنم لیا ہے کسی غیر مرئی دانش نے تخلیق کیا ہے' پھر اس نے اس میں ایسی خاصیت سمودی ہے کہ یہ پھوٹ کر زمین کی مٹی سے اوپر کی جانب بلند ہوتا چلا گیا ہے۔

پھر مجھے احساس ہوا کہ سب سے بڑی غیر مرئی قوتیں ہیں نہ کہ وہ دولت جو بنکوں میں جمع ہے یا مادی شکل میں پائی جاتی ہے

میں نے کالی مٹی کی ایک مٹھی اٹھائی اور بیج کو اس میں دبا دیا۔ میں نے اس نظر آنے والے مادے کو جس سے یہ شاندار درخت اگا تھا اپنے ہاتھ میں اٹھائے رکھا۔

اس عظیم درخت کی جڑ کے پاس سے ایک ننھی سی جھاڑی کو اکھاڑا۔ اس کے پتے بڑی خوبصورتی سے ڈیزائن کیے گئے تھے۔ اور اس جھاڑی کو دیکھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اس کو بھی اس ازلی دانش نے تخلیق کیا ہے جس نے یہ شاہ بلوط کا درخت پیدا کیا ہے۔

میں نے جنگل میں چلنا جاری رکھا اور شفاف اور چمکتے ہوئے پانی کی ایک بہتی

ہوئی ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ اس وقت تک میں تھک چکا تھا۔ لہٰذا میں آرام کرنے کے لیے اور اس کی مترنم موسیقی کو سننے کے لیے ندی کے پاس بیٹھ گیا۔ یہ سمندر کی جانب اپنے واپسی سفر پر لہراتی ہوئی رواں دواں تھی۔

اس منظر میں مجھے اپنا بچپن کا زمانہ یاد آ گیا جب میں اسی قسم کی ندی میں کھیلا کرتا تھا۔ میں جب اس کے کنارے پہ بیٹھا اس کی موسیقی سے لطف اندوز ہو رہا تھا تو مجھے ایک نظر نہ آنے والی ہستی کا احساس ہوا۔ ایک دانش جو میرے اندر سے بول رہی تھی اور اس نے مجھے پانی کی مسحور کن داستان سنائی۔ اور یہ ہے وہ کہانی جو اس نے مجھے سنائی۔

پانی! خالص چمکتا ہوا پانی۔ جب سے یہ سیارہ ٹھنڈا ہوا ہے اور انسانوں' جانوروں اور نباتات کا مسکن بنا ہے اس وقت سے یہی پانی خدمات انجام دیتا رہا ہے۔

او پانی! اگر تم انسانوں کی زبان بول سکتے تو تم کیسی دلچسپ داستان سنا سکتے تھے۔ تم زمین پر سفر کرنے والے کروڑوں نفوس کی پیاس بجھا چکے ہو۔ زمین پر اگنے والے پھولوں اور پودوں کو سیراب کر چکے ہو۔ بھاپ میں تبدیل ہو کر انسان کی بنائی ہوئی مشینوں کے پہیے گھما چکے ہو اور پھر واپس اپنی اصل شکل میں پلٹ آتے ہو۔ تم گھروں کو دھو چکے ہو فرشوں کو صاف کر چکے ہو۔ انسانوں اور جانوروں کی ان گنت خدمات انجام دے چکے ہو۔ اور ہمیشہ اپنے منبع سمندر کی جانب واپس لوٹ جاتے ہو۔ اور وہاں دوبارہ پاک ہو کر اپنی خدمت کے سفر پر دوبارہ روانہ ہو جاتے ہو۔

جب تم حرکت کرتے ہو تو صرف ایک ہی سمت سمندر کی جانب اپنا سفر کرتے ہو جہاں سے تم آتے ہو۔ تم ہمیشہ سے آ رہے ہو اور جا رہے ہو لیکن تم ہمیشہ اپنی اس محنت میں خوش نظر آتے ہو۔

تمہیں نہ تو پیدا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی تباہ۔ تمام تر زندگی کے ساتھ تمہارا قریبی ناتا ہے۔ تمہارے احسان کے بغیر زمین پر زندگی کی کوئی صورت بھی قائم نہیں رہ

سکتی۔

اور ندی کا پانی موجوں میں اٹھتا، مسکراتا سمندر کی جانب اپنے سفر پر رواں دواں تھا۔

پانی کی داستان ختم ہو گئی لیکن میں ایک عظیم وعظ سن چکا تھا۔ میں دانش کی تمام صورتوں میں سے عظیم تر کے قریب پہنچ چکا تھا۔ میں اس دانش کا مشاہدہ کر چکا تھا جس نے ننھے سے بیج میں سے شاہ بلوط کے عظیم درخت کو تخلیق کیا تھا جس نے جھاڑی کے پتوں کو ایسے میکانکی اور جمالیاتی حسن کے ساتھ تشکیل دیا تھا کہ کوئی انسان اس کی نقل تیار نہیں کر سکتا۔

درختوں کے سایے لمبے ہو رہے تھے دن اپنے اختتام کو پہنچ رہا تھا۔

جب کہ سورج آہستہ آہستہ مغربی افق میں غروب ہو رہا تھا تو مجھے احساس ہوا کہ اس شاندار وعظ میں جو میں نے سنا ہے اس کا بھی اہم کردار تھا۔

سورج کی فیض رسانی کے بغیر شاہ بلوط کے بیج سے شاہ بلوط کا درخت پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ سورج کی مدد کے بغیر بہتی ہوئی ندیوں کا پانی ہمیشہ سمندروں میں قید رہتا، اور زمین پر زندگی کبھی بھی پروان نہیں چڑھ سکتی تھی۔

ان خیالات نے اس وعظ کو جو میں نے سنا تھا خوبصورت اوج کمال سے نواز دیا۔ سورج، پانی، اور زمین پر موجود تمام زندگی کے درمیان ایک ایسا رومانوی تعلق پایا جاتا ہے جس کے بغیر دوسرے تمام رومانس غیر اہم معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے ایک چھوٹا سا سفید کنکر اٹھایا جسے ندی کے بہتے ہوئے پانی نے بڑی صفائی کے ساتھ پالش کیا ہوا تھا۔ میں نے جب اسے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا تو مجھے اپنے اندر سے ایک اور وعظ سنائی دیا۔ وہ دانش جو میرے ذہن کو وعظ سنا رہی تھی کہہ رہی تھی۔

میں ایک چھوٹا سا پتھر کا کنکر ہوں۔ اس کے باوجود اس حقیقت میں ایک چھوٹی سی کائنات ہوں جس میں تمہیں ہر وہ چیز ملے گی جو تم اپنے باہر پھیلی ہوئی ستاروں کی

شکل میں دیکھتے ہو۔

میں مردہ اور بے حس و حرکت نظر آتا ہوں لیکن یہ سب نظر کا دھوکا ہے۔ میں مالیکیولز سے بنا ہوا ہوں۔ ہر مالیکیول کے اندر ایٹموں کے انبار ہیں' جو کہ ہر ایک اپنی جگہ ایک پوری کائنات ہے۔ ہر ایٹم کے اندر الیکٹرونز کی ان گنت تعداد ہے جو کہ ناقابل تصور رفتار سے گھوم رہے ہیں۔

میں ایک پتھر کا مردہ ٹکڑا نہیں ہوں بلکہ لاحدود قوت کی اکائیوں کا ایک منظم مجموعہ ہوں۔

میں ایک ٹھوس مادہ نظر آتا ہوں لیکن یہ بھی فریب نظر ہے۔ کیونکہ میرے الیکٹرونز کے درمیان ان کے حجم کی نسبت کئی ہزار گنا فاصلہ پایا جاتا ہے۔

اے زمین پر چلنے والے ادنیٰ مسافر میرا غور سے مشاہدہ کرو' اور یاد رکھو کہ کائنات کی عظیم طاقتیں غیر مرئی ہیں جنہیں محسوس نہیں کیا جا سکتا۔ زندگی کی اقدار وہ ہیں جن کو بنکوں میں جمع نہیں کیا جا سکتا۔

اس وقت جو خیالات میرے ذہن میں گھوم رہے تھے انہوں نے مجھے متحیر کر دیا تھا۔ کیونکہ مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ میں ایک قوت کا ایک چھوٹا سا حصہ اٹھا رکھا تھا جس نے سورج' کو تاروں کو اور زمین کو جس پر ہم مختصر عرصے کے لیے قیام کرتے ہیں ایک دوسرے کے حوالے سے ان کو اپنی اپنی متعلقہ جگہوں پر قائم رکھا ہوا ہے۔

اس غور و فکر نے مجھ پر یہ خوبصورت حقیقت آشکار کی کہ اے اس پتھر کے چھوٹے سے کنکر کی حدود کے اندر بھی مکمل نظم و ضبط قائم ہے مجھے احساس ہوا کہ اس چھوٹے سے کنکر کے جسم کے اندر رومانس اور قدرت کے حقائق یکجا موجود ہیں۔ مجھے احساس ہوا کہ اس چھوٹے سے کنکر کے اندر تصور سے ماورا حقائق موجود ہیں۔

اس سے پہلے میں نے کبھی بھی اس قدر باریک بینی سے قدرت کے نظم و ضبط اور

مقصد کے شواہد کو محسوس نہیں کیا تھا جو ہر اس چیز سے منکشف ہیں جن پر انسانی ذہن غور کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے میں نے کبھی بھی اپنے آپ یقین اور لامحدود دانش کے سر چشمے کے اس قدر قریب محسوس نہیں کیا تھا۔

یہ ایک خوبصورت تجربہ تھا جو مجھے قدرت ماں کی آغوش میں ان درختوں اور بہتی ہوئی ندیوں کے درمیان ہوا۔ جہاں اردگرد کے سکون اور خاموشی نے میری تھکی ماندی روح کو تھوڑی دیر کے لیے سکون اور راحت کی چادر میں لپیٹ لیا تھا تاکہ میں دیکھ سکوں محسوس کر سکوں جب لامحدود دانش مجھے اپنی حقیقت کی داستان سنا رہی تھی۔

اس سے پہلے مجھے زندگی میں کبھی بھی لامحدود دانش یا اپنے یقین کے سر چشمے کے حقیقی وجود کا اس قدر شدید شعور حاصل نہ ہوا تھا۔

میں اس نئی ملنے والی جنت میں کچھ دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ شام کے ستارے آسمان پر ٹمٹمانے لگے۔ پھر میں بے دلی کے ساتھ اٹھا اور اپنے قدموں پر واپس چلتا ہوا شہر کی جانب چل پڑا۔ دوبارہ اس ہجوم میں شامل ہونے کے لیے جسے تہذیب و تمدن کے کٹھور اصول جہازوں کے چپو چلانے والے غلاموں کی طرح ہانکے پھر رہے ہیں۔ اور وہ دیوانہ وار ان مادی اشیا کو جمع کر رہے ہیں جس کی انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اب میں واپس اپنے مطالعے کے کمرے میں پہنچ چکا ہوں۔ جہاں میں اپنی یہ داستان ٹائپ رائٹر پر بیٹھا لکھ رہا ہوں۔ لیکن مجھے تنہائی کے احساس نے گھیر رکھا ہے۔ اور خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ دوبارہ اس غم خوارندی کے کنارے جا کر بیٹھ جاؤں جہاں چند گھنٹے پہلے میں نے اپنی روح کو لامحدود دانش کے پرسکون حقائق میں غسل دیا تھا۔

میں جانتا ہوں کہ لامحدود دانش پر میرا حقیقی اور پائیدار ہے۔ یہ اندھا یقین نہیں

ہے۔اس کی بنیاد لامحدود دانش کی دست کاری کے قریبی مشاہدے پر ہے۔

میں اپنے یقین کے سرچشمے کی تلاش میں غلط سمتوں میں بھٹک رہا ہوں۔میں اسے لوگوں کے کاموں میں انسانی رشتوں میں، بنکوں میں جمع دولت میں اور مادی اشیا میں تلاش کر رہا ہوں۔

لیکن یہ مجھے چھوٹے سے بیج عظیم شاہ بلوط کے درخت، پتھر کے چھوٹے سے کنکر، جھاڑی کے پتوں میں، زمین کی مٹی میں، سورج میں جو زمین کو تپش مہیا کرتا ہے اور پانیوں کو حرکت بخشتا ہے، شام کے ستارے میں، جنگل میں خاموشی اور سکون میں ملا ہے۔

اور میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ لامحدود دانش کو لوگوں کے ہلے گلے اور مادی اشیا اکٹھی کرنے کی دیوانہ وار دوڑ کی نسبت خاموشی اور سکون کے ماحول میں جلدی تلاش کر لیتے ہیں۔

میرا بنک اکاؤنٹ ختم ہو چکا تھا میرا بنک تباہ ہو گیا تھا۔لیکن میں کئی ایک کروڑ پتیوں سے زیادہ خوش نصیب ہوں کیونکہ میں یقین کا براہ راست ذریعہ تلاش کر چکا ہوں۔اور اپنے پیچھے اس طاقت کی موجودگی سے مزید بنک بیلنس اکٹھا کر سکتا ہوں جو میری ضرورت کے لیے کافی ہو۔

نہیں! میں اکثر کروڑ پتیوں سے زیادہ دولتمند ہوں۔کیونکہ میں اس قوت پر انحصار کرتا ہوں جس کا سرچشمہ میرے اندر سے پھوٹتا ہے میرے اپنے وجود میں ہے۔جبکہ اکثر دولتمند لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ قوت اور تحریک حاصل کرنے کے لیے بنک میں رکھی دولتوں اور مادی اشیا پر انحصار کریں۔

میری قوت کا سرچشمہ اتنا ہی مفت اور لامحدود ہے جتنا کہ ہوا جس میں میں سانس لیتا ہوں۔اس کو حاصل کرنے کے لیے مجھے صرف اپنے یقین کی طرف رجوع کرنا ہوتا ہے جو کہ میرے پاس بہتات کے ساتھ موجود ہے۔

اس طرح مجھے دوبارہ یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ ہر بدقسمتی اپنے ساتھ خوش قسمتی کے بیج لے کر آتی ہے۔ میری بدقسمتی نے مجھے میرے بنک بیلنس سے محروم کر دیا تھا۔ اس کے بدلے مجھے تمام دولتوں کے حصول کے اصل ذریعے کا علم ہو گیا تھا۔

یقین کے پائیدار ذرائع

آپ نے ایک ایسے شخص کی کہانی اس کے اپنے الفاظ میں سنی ہے جس نے ہمیں بتایا ہے کہ ہم یقین کے حصول کے لیے اپنے ذہن کو کس طرح تیار کر سکتے ہیں۔

یہ کہانی اپنی سادگی کے حوالے سے انتہائی ڈرامائی ہے۔

یہ ایک ایسا شخص ہے جس کو پائیدار یقین کی مضبوط بنیادیں بنک بیلنس اور مادی دولتوں کے بجائے شاہ بلوط کے بیج، جھاڑی کے پتوں، ایک چھوٹے سے کنکر اور بہتی ہوئی ندی میں نظر آئی ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ ہر شخص کر سکتا ہے اور ان سے لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

لیکن ان سادہ سی چیزوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ دنیا کی عظیم ترین قوتیں ایسی غیر مرئی ہیں جن کو ہم محسوس نہیں کر سکتے جن کی جھلک ہمیں اپنے اردگرد موجود سادہ چیزوں میں نظر آ سکتی ہے۔

میں نے یہ کہانی اس لیے بیان کی ہے کہ میں اس حقیقت پر زور دینا چاہتا ہوں کہ کوئی بھی شخص شدید مشکل حالات میں بھی اپنے ذہن کو صاف رکھ سکتا ہے اور اسے یقین کے اظہار کے لیے تیار کر سکتا ہے۔

سب سے اہم حقیقت جو اس کہانی سے ہم پر ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جب ذہن منفی رویوں سے پاک ہو جاتا ہے تو یقین کی قوت خود بخود متحرک ہو جاتی ہے اور ذہن پر چھا جاتی ہے۔

یقیناً اس فلسفے کا کوئی طالب علم بھی اتنا بدقسمت نہیں ہو سکتا کہ وہ اس اہم مشاہدے سے محروم رہ جائے۔

آیئے اب یقین کے تجزیے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں اس موضوع کی ابتدا کرنے سے پہلے یہ بات ضرور مدنظر رکھنی چاہیے کہ یقین ایک ایسی قوت ہے جس کا تجزیہ کرنے سے ساری سائنسی دنیا ہمیشہ عاجز رہی ہے۔

یقین کو اس فلاسفی میں چوتھی جگہ رکھا گیا ہے کیونکہ یہ چوتھی بعد (Fourth Dimention) کی نمائندگی کرتا ہے۔ اگرچہ یہاں اس کو ذاتی کامیابی کے رشتے کی بنا پر پیش کیا جارہا ہے۔

یقین ایک ایسی ذہنی حالت ہے جسے ہم مناسب طور پر ''روح کا اصل محرک'' کہہ سکتے ہیں جس کے ذریعے ایک شخص کے اہداف خواہشات اور مقاصد کو ان کے ہم پلہ مادی یا مالی عناصر میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

اس سے پہلے ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ □ (1) چند قدم زیادہ چلنے کی عادت (2) مقصد کی قطعیت (3) ماسٹر ذہن کے اطلاق سے ہم بہت زیادہ قوت حاصل کرسکتے ہیں۔ لیکن یہ قوت اس قوت کی نسبت بہت معمولی ہوگی جو کہ اس ذہنی حالت جسے یقین کہا جاتا ہے کے ساتھ ان اصولوں کے اجتماعی اطلاق سے حاصل ہوسکتی ہے۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ''یقین کا ظرف'' بارہ دولتوں میں سے ایک ہے۔ آیئے اب ہم ان ذرائع کو تلاش کرتے ہیں جن کی مدد سے ہم اس ''ظرف'' کو اس انوکھی قوت سے بھرسکتے ہیں جو تہذیب کی رکھوالی' انسانی ترقی کی سب سے بڑی وجہ اور انسانوں کی تمام تعمیری جدوجہد کا راہنما جذبہ ہے۔

اس تجزیے سے پہلے ہمیں یہ بات یاد رکھنا ہوگی کہ یقین ایک ایسی ذہنی حالت ہے جو صرف ان لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو اپنے ذہنوں پہ پوری طرح مکمل قابو پانے کا فن سیکھ جاتے ہیں۔ یہ ایک واحد فطری حق ہے جس کا حصول مکمل طور پر فرد کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔

یقین اپنی قوتوں کا مظاہرہ صرف اس ذہن کے ذریعے کرتا ہے جو اس کے لیے

تیار ہوتا ہے۔ لیکن اس تیاری کا طریقہ کوئی سربستہ راز نہیں ہے اور جو اس کی خواہش رکھتا ہے اس سے آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔

یقین کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں.

(الف) مقصد کی قطعیت جسے ذاتی محرک یا عمل کی پشت پناہی حاصل ہو۔

(ب) تمام انسانی تعلقات میں چند قدم آگے چلنے کی عادت۔

(ج) ان لوگوں کے ساتھ "ماسٹر ذہن اتحاد" جو یقین پر مبنی ہمت کی شعاعیں بکھیرتے ہیں اور جو روحانی اور ذہنی طور پر دیے گئے مقصد کے حصول کے لیے ایک دوسرے کی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں۔

(د) ایک مثبت ذہن جو خوف' حسد' لالچ' نفرت اور توہم پرستی جیسے تمام منفی رویوں سے مکمل پاک ہو۔

(ایک مثبت ذہنی رویہ بارہ دولتوں میں سے اولین اور انتہائی اہم دولت ہے)۔

(ہ) اس حقیقت سے آگاہی کہ ہر بدقسمتی اپنے ساتھ اتنے ہی فوائد کے بیج اٹھائے ہوتی ہے۔ "وقتی شکست ناکامی نہیں ہوتی جب تک اسے ناکامی کے طور پر تسلیم نہ کرلیا جائے"

(و) دن میں کم از کم ایک مرتبہ عبادت کی حالت میں اپنے قطعی مقصد کا باضابطہ اظہار۔

(ز) "عظیم دانش" کے وجود کا اقرار

جس نے ساری کائنات میں ضبط اور نظم قائم کیا ہوا ہے اور تمام افراد اس "دانش" کا ادنیٰ اظہار ہیں۔ اور یہ کہ انسانی دماغ کی کوئی حدود نہیں ہیں سوائے ان کے جو انسان خود اپنے ذہن پر لاگو کرلیتا ہے۔

(ح) اپنی ماضی کی ناکامیوں اور بدقسمتیوں کی ایک احتیاط سے تیار کی گئی (تاریخ وار) فہرست'

جو اس حقیقت کو آشکار کرے گی کہ ایسے تمام تجربات کے ساتھ اتنے ہی فوائد لے کر آتے ہیں۔

(ط) عزت نفس جس کا اظہار اپنے ضمیر کی ہم آہنگی کے ذریعے ہو رہا ہو۔

(ی) تمام انسانوں کی وحدت کو تسلیم کرنا۔

یہ وہ اہم بنیادی اصول ہیں جو ذہن کو یقین کے مظاہرے کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ان کا اطلاق کسی فعلیت کا تقاضا نہیں کرتا۔ لیکن اس کے اطلاق کے لیے دانش کے ساتھ سچائی اور انصاف کی شدید خواہش کا ہونا ضروری ہے۔

یقین صرف اس ذہن میں پروان چڑھ سکتا ہے جس مثبت سوچ کا حامل ہو۔ یہ زندگی کا وہ اہم جذبہ ہے جو ایک مثبت ذہن کو تحریک اور عمل سے نوازتا ہے۔ یہ وہ قوت ہے جو ایک مثبت ذہن کو ایک ایسے مقناطیس میں تبدیل کر دیتی ہے جو اپنے اندر پیدا ہونے والے خیال کے مادی متبادل کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یقین ذہن کو باوسیلہ اور اس قابل بناتا ہے کہ ہر اس خیال سے جو اس کے اندر پیدا ہوتا ہے فائدہ حاصل کر سکے۔ ہر قسم کے حالات زندگی میں موافق مواقع تلاش کر لیتا ہے جن کی مدد سے کوئی بھی شخص یقین کے اس معراج کو حاصل کر سکتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ناکامی اور شکست کو اس کی ہم پلہ کامیابی میں تبدیل کر سکتا ہے۔

یقین انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ''قدرت'' کے رازوں کی گہرائی کو جان سکے اور ''قدرت'' کی اس زبان کو سمجھ سکے جس کا مظاہرہ ہم ''قوانین قدرت'' میں دیکھتے ہیں۔

اسی قسم کے مظاہر قدرت کو سمجھنے سے تمام بڑی ایجادیں ممکن ہو سکیں۔ جو انسانیت کی خدمت میں مصروف ہیں اور انسانی رشتوں میں ہم آہنگی کے ذریعے انسانی آزادی کی طرف جانے والے راستوں کی بہتر سمجھ بوجھ پیدا ہوئی۔

انسان جو کچھ سوچتا ہے اور جس چیز پر ایمان رکھتا ہے اس کا حصول یقین کے

ذریعے ہی ممکن ہوتا ہے۔

تھامس ایڈیسن کا ایمان تھا کہ وہ برقی لیمپ کے خیال کو عملی صورت دے سکتا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ 10000 مرتبہ ناکام ہوا ناکام ہوا یقین سے ان ناکامیوں میں سے نکالتا ہوا اس راز تک لے کر پہنچ گیا جس کی اسے تلاش تھی۔

مارکونی پختہ ایمان رکھتا تھا کہ آواز کی لہروں کو تار کے بغیر ایتھر کی توانائی کے ذریعے ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچا جا سکتا ہے۔ اس کا یقین اسے بے شمار ناکامیوں میں سے گزارتا اور کامیابی کی معراج تک لے گیا۔

ہیلن کیلر کو یقین کامل تھا کہ وہ بولنا سیکھ جائے گی' اگرچہ وہ اپنے بولنے کی' سننے کی اور دیکھنے کی صلاحیتوں سے بھی محروم ہو چکی تھی۔ اس کے یقین نے اس کی بولنے کی صلاحیت بحال کر دی اور اسے چھونے کی حس کے ذریعے سننے کے برابر کی صلاحیت بھی حاصل ہو گئی تھی۔ اس طرح اس نے ثابت کر دیا کہ ''یقین'' انسانی خواہشات کی تکمیل کے راستے تلاش کر سکتا ہے اور کرتا رہے گا۔

یقین ہمارے اندر سے جنم لینے والی رہنمائی ہے' راہنما قوت وہ ''منظم دانش'' ہے جس نے قطعی مقاصد کو اپنے نشانے پر رکھا ہو۔ یہ وہ چیز مہیا نہیں کرتا جس کی کسی کو خواہش ہوتی ہے بلکہ یہ خواہشات کی تکمیل کی سمت میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔

یقین کی قوت سے استفادہ کیسے حاصل کیا جائے

(الف) جو کچھ آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بدلے میں آپ کو جو ادائیگی کرنا ہو گی اس کا واضح تعین کریں۔

(ب) جب آپ کی خواہشات کے اہداف کا تعین کرتے ہیں تو دعا کے ذریعے یہ تصور قائم کریں کہ آپ ان اہداف کو پہلے ہی حاصل کر چکے ہیں' اور بالکل اسی طرح سے عمل کریں جیسے آپ واقعتاً انہیں مادی طور پر حاصل کر چکے ہیں۔ (یاد رکھیں کسی بھی چیز کو ہم سب سے پہلے اپنی سوچوں میں ذہنی سطح پر حاصل کرتے ہیں۔)

(ج) اپنے ذہن کو اندرونی راہنمائی کے لیے ہروقت کھلا رکھیں۔ اور جب کبھی آپ کو اچانک اپنے منصوبے میں کسی تبدیلی یا کسی نئے منصوبے کو اپنانے کا خیال پیدا ہو تو بغیر کسی ہچکچاہٹ یا تردد کے اس پر عمل کر گزریں۔

(د) جب کبھی آپ کو کسی عارضی ناکامی کا سامنا ہو' جو کہ آپ کو کئی مرتبہ ہو سکتا ہے' تو یاد رکھیں کہ انسان کے یقین کا کئی طریقوں سے امتحان لیا جاتا ہے اور آپ کی ناکامی آپ کا ایک محض ''امتحانی دور'' ہو سکتا ہے۔ لہذا اپنی ناکامی کو اپنی کوششوں اور جدوجہد میں اضافہ کرنے کا ایک اشارہ خیال کریں اور اس یقین کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں کہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

(ہ) کوئی بھی منفی ذہنی حالت یقین کی صلاحیت کو تباہ کر دیتی ہے

اور آپ جو بھی ارادہ کرتے ہیں اس کا منفی انتہا پر خاتمہ ہوتی ہے۔ آپ کی ذہنی حالت ہی سب کچھ ہے۔ لہذا اپنے ذہن کو قابو کریں اور اسے ہر قسم کے ناپسندیدہ غیر مجاز عناصر سے پاک کر دیں جو کہ یقین کے دشمن ہیں اور اسے ہمیشہ صاف رکھیں خواہ اس کی کوئی قیمت بھی ادا کرنا پڑے۔

(و) زندگی کے اپنے قطعی اہم مقصد کو واضح الفاظ میں لکھتے ہوئے اور اپنے روزانہ کے مراقبے میں اس کو استعمال کرتے ہوئے اپنی یقین کی قوت کو تقویت دینے کا فن سیکھیے۔

(ز) اپنے قطعی اور اہم مقصد کے ساتھ'

باب 1 میں بیان کیے گئے نو بنیادی محرکات میں سے جتنے زیادہ ممکن ہو سکیں' وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔

(ح) اپنے قطعی اہم مقصد کے ہدف کو حاصل کرنے کے بعد آپ کو جن فوائد کی توقع ہو سکتی ہے اس کی ایک فہرست مرتب کریں اور اس کو دن میں کئی مرتبہ اپنے ذہن میں دہرائیں۔ اس طرح آپ کے ذہن میں کامیابی کی اہمیت کا احساس

اجاگر ہوگا۔ (اسے عام طور پر ''خود ایمائی'' کہا جاتا ہے۔)

(ط) ان لوگوں کے ساتھ زیادہ تعلق قائم کرنے کی کوشش کریں جو آپ کے قطعی اہم مقصد سے ہمدردی رکھتے ہیں اور آپ سے ہم آہنگی رکھتے ہیں۔ ان سے ہر ممکنہ طریقے سے حوصلہ افزائی حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

(ی) کوئی دن بھی خالی نہ جانے دیں جس میں آپ نے اپنے قطعی اہم مقصد کے حصول کے لیے کوئی قدم نہ اٹھایا ہو۔ یاد رکھیں ''عمل کے بغیر یقین مردہ ہو جاتا ہے''۔

(ک) اپنی ''ترقی کی رفتار'' کا معیار مقرر کرنے کے لیے کسی خود اعتماد، جرات مند اور کامیاب شخص کا انتخاب کریں اور ذہنی طور پر نہ صرف اس شخص کے اہم قدم ہونے کی کوشش کریں بلکہ اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ یہ کام خاموشی کے ساتھ اپنا منصوبہ کسی کو بتائے بغیر کریں۔ (بڑھیں ہانکنا آپ کی کامیابی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، کیونکہ یقین کامل کا بیجا غرور اور نرگسیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔)

(ل) اپنے اردگرد ایسی کتابیں، تصاویر، دیواروں پر لٹکتی ہوئی تحریریں اور دوسری ایسی اشیا جو خود اعتمادی کے لیے محرک ثابت ہو رکھیں۔ اس طرح آپ اپنے اردگرد ایک کامیابی اور کامرانی کا ماحول پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ عادت آپ کے لیے حیرت انگیز نتائج کی حامل ہوگی۔

(م) ناخوشگوار حالات سے بچنے یا دامن بچانے کی ہرگز کوشش نہ کریں۔ بلکہ زندگی کے جس مقام پر بھی ان سے سامنا ہو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوری جرات اور ہمت کے ساتھ ان سے پنجہ آزما ہونے کی عادت اپنائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسے حالات کا بے خوف اور نتائج سے بے پروا ہو کر مقابلہ کرنے کی عادت آپ کو ان کے خلاف جنگ میں دس میں سے نو حصے کامیابی عطا کرے گی۔

(ن) اس حقیقت کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں کہ ہر اہم چیز ایک قیمت رکھتی ہے۔ ''یقین'' کی قیمت ان سادہ ہدایات پر پورے شعور کے ساتھ عمل کرتے رہنا ہے۔ اس سلسلے میں ''ثابت قدمی'' آپ کا نعرہ ہونا چاہیے۔

یہ وہ اقدامات ہیں جو مثبت ذہنی رویے کو پروان چڑھانے اور اسے قائم رکھنے میں آپ کے مددگار ہوں گے۔ یاد رکھیں ''یقین'' صرف ''مثبت ذہنی رویے'' ہی میں قیام کرتا ہے۔ یہ وہ اقدام ہیں جو تمام قسم کی ذہنی، روحانی اور مادی حالتوں کے حصول کا موجب بن سکتے ہیں۔ اپنے ذہن کو اس قسم کی خوراک سے لبریز رکھیں۔

یہ وہ اقدامات ہیں جن کے ذریعے ذہن کو اعلیٰ روحانی اظہار کے لیے تیار کیا جا سکتا ہے

عمل پر یقین

اپنے ذہن کی ایسی غذا پر پرورش کریں کہ ''چند قدم زیادہ چلنے'' کی عادت اپنانا آپ کے لیے آسان ہو۔

آپ کے لیے اس چیز کے ساتھ جسے آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ذہن کو ہم آہنگ رکھنا آسان ہو جاتا ہے جب آپ کو یقین ہو کہ وہ چیز ایک دن آپ کی ملکیت میں ہو گی۔

ایمرسن نے کہا تھا کہ ''ہر آدمی کا خیال یا تصور اس کے لیے کلید کی حیثیت رکھتا ہے''۔

یہ بات بالکل درست ہے آج کا ہر آدمی اپنے کل کے خیالات کے مطابق ہوتا ہے۔

جیمز جے ہل ٹیلی گراف کے بٹن پر ہاتھ رکھے لائن کھلنے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن وہ بے کار نہیں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا تصور ایک عظیم بین البراعظمی ریلوے سسٹم بچھانے میں مصروف تھا۔ جس کے ذریعے اسے امید تھی کہ ریاست ہائے متحدہ کے غیر ترقی

یا فتہ مغربی حصے کے ذخائر کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

اس کی جیب میں کوئی رقم نہ تھی۔ اس کے کوئی با اثر دوست نہ تھے۔ اس کے کھاتے میں کوئی بڑی کامیابی نہ تھی جو اس معاشرے میں عزت وتوقیر عطا کرتی۔ لیکن اس کے پاس یقین کی دولت جیسی نا قابل شکست قوت تھی جس کے سامنے دنیا کی کوئی چیز بھی ناممکن نہیں ہوتی۔

اس نے اپنے قطعی اہم مقصد کو پوری تفصیل کے ساتھ تحریری شکل میں ڈھال لیا تھا۔

ریاست ہائے متحدہ کے نقشے پر اس نے اپنی مجوزہ ریلوے لائن کا پورا خاکہ تیار کیا ہوا تھا۔

وہ سوتے وقت اس نقشے کو اپنے تکیے کے نیچے رکھتا تھا۔ وہ جہاں بھی جاتا اسے اپنے ساتھ اٹھائے پھرتا۔ اس خواب کی تکمیل اس نے اپنے ذہن پر مسلط کر رکھی تھی، اور پھر اس کی زندگی میں ایک دن ایسا بھی آیا جب اس کی خواب کی تعبیر عملی شکل میں اس کے سامنے موجود تھی۔

جب شکاگو میں ہونے والی آتشزدگی نے شہر کے ایک کاروباری حصے کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا تھا۔ اگلی صبح مارشل فیلڈ اس جگہ پر آیا جہاں ایک دن پہلے اس کا پرچون کا سٹور کھڑا تھا۔

اس کے اردگرد وہ سارے تاجر کھڑے تھے جن کے سٹور بھی اس کے سٹور کے ساتھ تباہ ہو چکے تھے۔ اس نے ان کی باتیں سنی اور اسے پتا چلا کہ وہ سارے امید کا دامن چھوڑ چکے تھے، اور ان میں سے اکثر دکاندار نئے کاروبار کے آغاز کے لیے مزید مغرب کی جانب جانے کا فیصلہ کر چکے تھے۔

اپنے قریب کھڑے گروپ کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا:

''دوستو! تم جیسے تمہاری خوشی ہے کرو، لیکن میں بالکل اسی جگہ رہنا چاہتا ہوں۔

بالکل اسی جگہ جہاں تم دھواں اور راکھ دیکھ رہے ہو کبھی میرا اسٹور ہوتا تھا۔ میں یہاں دنیا کا سب سے بڑا پرچون سٹور قائم کروں گا۔

وہ سٹور جو مسٹر فیلڈ نے یقین کے بل بوتے پر قائم کیا تھا آج بھی شکاگو میں اسی جگہ پر قائم ہے۔

وہ اور اس جیسے دوسرے لوگ اس عظیم امریکن طرز زندگی کے بانیوں میں سے ہیں

۔

انہوں نے ہمیں بولتی ہوئی تصویریں، بولنے والی مشین، ہوائی جہاز، بادلوں کو چیرتی ہوئی عمارتیں، موٹر گاڑیاں، اعلیٰ درجے کی شاہراہیں، گھریلو استعمال کی برقی اشیا، ایکس رے، بینکنگ اور سرمایہ کاری کے ادارے، لائف انشورنس کی عظیم کمپنیاں دیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر انہوں نے ہمیں آزادی کا انمول تحفہ دیا جس سے آج ہم سب امریکن شہریوں کی حیثیت سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔

انسانی ترقی کسی حادثے یا محض خوش قسمتی کا نتیجہ نہیں ہے۔

بلکہ یہ ان لوگوں کے یقین محکم کا نتیجہ ہے جنہوں نے اپنے ذہنوں کو اس فلسفے کے سترہ اصولوں کی روشنی میں اس یقین کو حاصل کرنے کے لیے تیار کیا تھا۔

اس دنیا پر جو شخص جس مقام پر کھڑا ہے وہ اس کے اس یقین کا نتیجہ ہے جس کا مظاہرہ اس نے اپنے اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے کیا ہوتا ہے۔

آیئے ہم جو آزادی اور دولت کے خواہاں ہیں اس بات کو یاد رکھیں۔

آیئے ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ ''یقین'' آزادی اور دولت کی کوئی حدود مقرر نہیں کرتا۔ بلکہ یہ ہر شخص کو اس کی خواہشات کی تکمیل کے لیے راہنمائی مہیا کرتا ہے چاہے یہ خواہشات چھوٹی ہوں یا بڑی۔

اور اگرچہ یقین ایک ایسی طاقت ہے جس نے سائنسدانوں کو چکرائے رکھا ہے۔ لیکن اس کا اطلاق اس قدر آسان ہے کہ ادنیٰ ترین شخص کی سمجھ میں بھی آ جاتا ہے۔

لہٰذا یہ تمام انسانوں کا مشترکہ اثاثہ ہے۔

اس سلسلے میں تمام باتیں اس باب میں بیان کی گئی ہیں اور اس میں کوئی واحد قدم بھی ایسا بیان نہیں کیا گیا جو ادنیٰ ترین شخص کی استطاعت سے بھی باہر ہو۔

یقین ایسے ذہن سے جنم لیتا ہے جس میں مقصد کی قطعیت کو ''مثبت ذہنی رویے'' کے سایے میں پروان چڑھایا گیا ہو۔ اور یہ ہمارے ان مادی عوامل سے تقویت پاتا ہے جو قطعی مقصد کے حصول کے لیے انجام دیے جاتے ہیں۔

ہمارا ہر رضاکارانہ عمل بنیادی نو محرکات میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد محرکات سے تحریک حاصل کرتا ہے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کی کوشش میں یقین کے عنصر کو شامل کر لینا کسی کے لیے بھی کوئی مشکل امر نہیں ہے۔

کسی شخص کو محبت سے تحریک پکڑنے دیں پھر دیکھیں کہ کس قدر تیزی سے یہ جذبہ یقین کے ذریعے اس کے عمل کو پر لگا دیتا ہے۔ اس کا یہ عمل اس کا پسندیدہ کام بن جاتا ہے جو کہ بارہ دولتوں میں سے ایک دولت ہے۔

کسی شخص کو مادی دولت ذخیرہ کرنے کے عشق میں مبتلا ہونے دیں، اور دیکھیں کہ اس سلسلے میں اس کی ہر کوشش ایک پسندیدہ فعل بن جائے گی۔ اپنے کام کے لیے اسے دن چھوٹے نظر آنے لگیں گے۔ اگرچہ وہ شدید محنت کر رہا ہوگا لیکن ''اظہار نفس'' کی خوشی میں اسے تھکاوٹ کا کوئی احساس نہ ہوگا۔ جو کہ بارہ دولتوں میں سے ایک اور دولت ہے۔

اس طرح جو شخص یقین کے ذریعے اپنے ذہن کو اظہار نفس کے لیے تیار کر لیتا ہے ایک ایک کر کے اس کے راستے کی تمام رکاوٹیں خود بخود ختم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ خوشی اس کی ہر کوشش کو سرخرو کر رہی ہوتی ہے۔ اس کے پاس نفرت کے لیے کوئی وجہ یا وقت نہیں ہوتا۔ ''انسانی رشتوں میں ہم آہنگی'' قدرتی طور پر اس کے پاس آ جاتی ہے۔ اس کی کامیابی کی امید بلند اور مسلسل ہوتی ہے، کیونکہ اسے اپنے قطعی مقصد

کے اہداف پہلے ہی اپنی پہنچ میں نظر آرہے ہوتے ہیں۔عدم برداشت کی جگہ وسعت قلب لے لیتی ہے۔

اور ''تادیب نفس'' کھانا کھانے کی طرح کا فطری عمل بن جاتا ہے۔

وہ لوگوں کو سمجھنے لگتا ہے کیونکہ وہ ان سے پیار کرتا ہے اور اپنے پیار کی وجہ سے وہ خوش قسمتی کو دوسروں میں بانٹنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔وہ ہر قسم کے خوف سے آزاد ہوتا ہے کیونکہ یقین نے اس کا ہر خوف دور کر دیا ہوتا ہے۔بارہ دولتیں اسکی ذاتی ملکیت بن جاتی ہیں۔

یقین انسان کے اپنے خالق کے ساتھ تعلقت کی ممنونیت کا ایک اظہار ہے۔

خوف بدی کے اثرات کا اعتراف اور خالق کے وجود پر عدم یقین کا مظہر ہے۔

زندگی کی عظیم ترین دولتیں ان چار اصولوں کی تفہیم پر مشتمل ہیں جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہ چار اصول اس فلسفے کے ''چار بڑوں'' کے طور پر مانے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ خیال کی قوت اور روح کے اندرونی رازوں کا تانا بانا ہیں اور ماسٹر چابی کا اہم سنگ بنیاد ہیں۔

اس ماسٹر چابی کو دانشمندی سے استعمال کریں اور آپ آزاد ہو جائیں گے۔

وہ چند لوگ جنہیں ماسٹر چابی مل گئی تھی

کینٹکی میں ایک کمرے جتنے ایک کیبن میں ایک چھوٹا سا لڑکا آتشدان کے پاس لیٹا ہوا تھا۔وہ لکڑی کے ایک بیلچے کی پشت کو سلیٹ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے لکھنا سیکھ رہا تھا۔پنسل کے طور پر وہ کوئلہ پکڑے ہوئے تھا۔

ایک شفیق خاتون اس کے پاس بیٹھی اس کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی۔خاتون اس کی ماں تھی۔لڑکا جوان ہو گیا لیکن اسمیں عظمت کے کوئی نشان نظر نہیں آرہے تھے۔

اس نے قانون کی تعلیم حاصل کی اور اس پیشے سے روزگار کمانے کی کوشش کی لیکن اس میں بہت معمولی کامیابیاں حاصل کر سکا۔

اس نے دوکانداری کی کوشش کی لیکن شہر کے شیرف (پولیس آفیسر) سے جھگڑا ہو گیا۔

اس نے فوج میں شمولیت اختیار کی لیکن زیادہ ترقی نہ کرسکا۔ اس نے جس سمت میں بھی جدوجہد کی کچھ حاصل نہ کرسکا۔

پھر ایک عظیم عشق اس کی زندگی میں داخل ہوا جس کا خاتمہ اس عورت کی وفات پر ہوا جس سے وہ محبت کرتا تھا۔ لیکن اس کی موت کا غم اس کی روح کی گہرائی میں اتر گیا اور یہاں اس نے اس خفیہ قوت کو جگا دیا جو انسان کے اندر جنم لیتی ہے۔

اس نے اس قوت کو قابو کر لیا اور اسے کام پر لگا دیا۔ اس نے اسے یونائیٹڈ سٹیٹس کا صدر بنا دیا۔ اس نے امریکہ سے غلامی کی لعنت کا خاتمہ کیا اور بہت بڑی ہنگامی قومی صورتحال میں اس نے ریاستوں کو بکھرنے سے بچا لیا۔

یہ عظیم نجات دہندہ اب کائنات کا شہری ہے (وفات پا گیا ہے)۔ لیکن اس عظیم شخص کی روح آج بھی پسے ہوئے لوگوں کی راہنمائی کرتی ہے۔

اس طرح وہ قوت جو انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے وہ کسی ذات پات کو نہیں جانتی۔ یہ غریب اور ادنیٰ لوگوں کو بھی ویسے ہی میسر ہوتی ہے جیسے امیر اور طاقتور لوگوں کو میسر ہوتی ہے یہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کو منتقل نہیں ہوتی۔ یہ ہر اس آدمی کے پاس ہوتی ہے جو سوچتا ہے۔ سوائے آپ کی اپنی ذات کے کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ عطا نہیں کرسکتا۔ یہ صرف اپنے وجود کی گہرائیوں سے حاصل کی جاسکتی ہے اور جو بھی اسے حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے یہ بالکل مفت ہے۔

وہ کون سا انوکھا خوف ہے جو انسانی ذہن میں گھس جاتا ہے اور اپنے اندر موجود اس خفیہ قوت تک رسائی نہیں ہونے دیتا' اور جب اس کی شناخت کرلی جائے اور استعمال کیا جائے تو انسان کو کامیابی کے بلند معراج پر پہنچا دیتی ہے؟ کیوں اور کیسے لوگوں کی ایک بڑی اکثریت اس تنویمی اتار چڑھاؤ کا شکار ہو جاتی ہے جو ان کے

اپنے ذہنوں میں موجود خفیہ قوت کو استعمال کرنے کی ان کی صلاحیت کو تباہ کر دیتا ہے

اس اتار چڑھاؤ کو کیسے توڑا جا سکتا ہے؟

اس خفیہ قوت کو جو ہمارے اندر موجود ہے کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے؟ کوئی بھی شخص یہ سوال کر سکتا ہے۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے لوگوں نے اس کو کس طرح استعمال کیا ہے۔

ایک نوجوان پادری لمبے عرصے سے ایک نئی طرز کا سکول قائم کرنا چاہتا تھا۔ وہ بلا کم و کاست جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتا ہے لیکن اصل مسئلہ وہ ایک ملین ڈالر تھے جو اسے اس کام کے لیے درکار تھے۔

اس نے ایک ملین ڈالر حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا جو کہ مقصد کی قطعیت پر مبنی تھا۔ اس نے اس سمت پہلا قدم اٹھایا۔

پھر اس نے ایک خطبہ تحریر کیا ''میں ایک ملین ڈالر سے کیا کروں گا؟'' اور اس نے اخبارات میں اشتہار دے دیا کہ وہ آنے والی اتوار کی صبح اس موضوع پر خطبہ دے گا۔

خطبے کے اختتام پر ایک اجنبی شخص اپنی نشست سے اٹھا جس نوجوان پادری نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا' اور چلتا ہوا منبر تک آیا اور اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا ''مجھے آپ کا خطبہ پسند آیا ہے۔ آپ کل صبح میرے دفتر تشریف لائیں میں آپ کو ایک ملین ڈالر دوں گا''۔

یہ شخص ''آرمر اینڈ کمپنی'' کا بانی فلپ ڈی آرمر تھا۔ اس کا یہ تحفہ ''آرمر سکول آف ٹیکنالوجی'' کی ابتدا تھا جو کہ اس وقت ملک کے عظیم تعلیمی اداروں میں سے ایک ہے۔

یہ لب لباب ہے اس واقعے کا جو کچھ ظاہر ہوا۔ نوجوان پادری کے ذہن میں کیا ہوا اور کیا کچھ گزرا جس نے اسے اس خفیہ قوت سے رابطہ قائم کرنے کے قابل بنایا

جو انسانی ذہن کی گہرائیوں میں جنم لیتی ہے' اس بارے میں ہم صرف قیاس آرائی ہی کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ طریق کار جس کے ذریعے اس قوت کو متحرک کیا گیا تھا ''یقین کا اطلاق'' ہے۔

پیدائش کے فوراً بعد ہیلن کیلر ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوگئی جس نے اسے دیکھنے' سننے اور بولنے کی صلاحیت سے محروم کر دیا۔ ایک شفیق اور مہربان خاتون کی مدد سے جو اس کی خفیہ قوت سے آگاہ تھی جو انسان کے اندر جنم لیتی ہے' ہیلن کیلر نے اس قوت سے رابطہ کرنا اور اسے استعمال کرنا شروع کیا۔

''یقین'' بقول کیلر کے ''کو اگر درست طور پر سمجھا جائے تو ایک عملی قوت ہے نہ کہ ایک جامد عنصر' جامد یقین کو آنکھ میں موجود اس بصارت سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے جو نہ تو دیکھتی ہے اور نہ ہی کچھ تلاش کر سکتی ہے۔ عملی یقین کسی خوف سے آگاہ نہیں ہوتا۔ یہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ خالق نے اپنی مخلوق سے بے وفائی کی ہے اور دنیا کو اندھیروں کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ مایوسی سے انکاری ہے۔ یقین کی قوت سے لبریز کمزور ترین فانی ہستی حادثات سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے''۔

خفیہ قوت کا سرچشمہ

تاریخ کے اوراق کو الٹی جانب پلٹیے تو آپ دیکھیں گی کہ تہذیبوں کی ترقی کی داستان ایسے مردوں اور عورتوں کے کارناموں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے یقین کو ماسٹر چابی کے طور پر استعمال کیا۔ اس بات کا بھی مشاہدہ کریں کہ عظیم کامیابیوں نے ہمیشہ شدید جدوجہد اور محنت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ وہ رکاوٹیں جن کو عبور کرنا ناممکن نظر آتا تھا' اور وہ بلندیاں جنہیں نگاہیں بھی سر نہ کر سکتی تھیں ان سب کو انسان نے مستقل یقین کی قوت سے سرنگوں کر دیا اور رکاوٹوں کو پیروں تلے روند ڈالا۔

وہ لوگ جو اس خفیہ قوت کا راز پا چکے ہیں اور ذاتی مسائل کے حل کے لیے اس کا اطلاق کرتے ہیں ان کو بعض اوقات ''خواہیں دیکھنے والے'' کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ

اپنی خوابوں کو عمل کی قوت سے تعبیر میں تبدیل کر دیتے ہیں۔

جب ہنری جے قیصر ''نیوادا'' میں عظیم ''ہور ڈیم'' تعمیر کر رہا تھا تو اس نے کھدائی کے کام کا کچھ حصہ رابرٹ جی لی ٹورینو کو ذیلی ٹھیکے پر دے دیا۔ پہلے چند ہفتوں تک سارا کام آرام سے حسب معمول چلتا رہا اور یوں لگتا تھا کہ ہر کوئی بہت زیادہ منافع کما لے گا۔

اور پھر جیسا کہ عموماً لوگوں کی زندگی میں ہوتا ہے خوش قسمتی دھندلانے لگی اور کھدائی کرنے والے اوزار گرینائیٹ کی ایک سخت تہہ سے ٹکرانے لگے جس کی وہاں موجودگی کی کوئی توقع نہ تھی۔

''لی ٹورینو'' نے اس امید پر اپنا کام جاری رکھا کہ پتھر کی تہہ زیادہ موٹی نہیں ہوگی اور اس کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کچھ اس پر لگا دیا حتیٰ کہ اس کے پاس رقم ختم ہوگئی

۔

اس دوران اس نے سوراخ کر کے پتھر کی موٹائی کا اندازہ لگایا اور اسے اندازہ ہو گیا کہ یہ اس کے لیے بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا اس نے با دل نخواستہ تسلیم کر لیا کہ اسے وقتی طور پر ناکامی ہوگئی ہے۔

اس کے دوستوں نے اسے دیوالیہ ہو جانے کا مشورہ دیا تا کہ وہ کسی دوسرے کاروباری میدان میں نئے سرے سے اپنی جدوجہد کا آغاز کر سکے۔

''نہیں!'' اس نے پورے وثوق سے کہا: ''میں نے اپنی رقم مٹی میں گم کی ہے اور میں اسے مٹی سے واپس نکالوں گا۔ اور جب یہ کر لوں گا تو پھر میں اپنے ذمے پائی پائی چکا دوں گا''۔

اس مختصر سے جملے میں ''لی ٹورینو'' نے ہر وہ بات کہہ دی تھی جو کامیابی کا کوئی بھی فلسفہ پیش کر سکتا ہے۔ اس نے مقصد کی قطعیت اور شکست کے باوجود کامیابی حاصل کرنے کی اپنی صلاحیت پر مکمل یقین کا اظہار کیا تھا۔

''لی ٹورینو'' نے بتایا کہ ''اپنی بربادی کے عظیم ترین دور میں مجھے ایک ایسے ساتھی کی رفاقت حاصل ہوگئی جو میری زندگی کا عظیم ترین اثاثہ ہے۔ میں نے اس نئے ساتھی کو اپنے کاروبار میں شامل کرلیا۔ میں نے اپنی پوری محنت سے کام کا آغاز کیا اور میرے ساتھی نے مجھے بتایا کہ اسے کیسے کرنا ہے۔ میرے اس نئے ساتھی کا نام ''خدا'' ہے۔

اس کے ساتھی نے اسے ان ذرائع کی تلاش میں جنکی مدد سے وہ نئے سرے سے کام کا آغاز کر سکے عجیب وغریب جگہوں پر بھیجا۔ اپنی بیوی کے پردوں کے راڈوں اور گاڑی کے کچھ بے کار حصوں کو جوڑ کر اس نے اپنا پہلا مٹی کھودنے والا آلہ تیار کیا' جس میں اس نے ایک بہت زیادہ استعمال شدہ موٹر استعمال کی۔ اس آلے نے کام تو کیا لیکن یہ اتنا زیادہ نہیں تھا کہ اسے استعمال کرنا فائدہ مند ہوسکتا۔ لہذا ''لی ٹورینو'' گاڑیوں کے ''قبرستان'' سے کچھ بہتر حصے تلاش کیے اور دوسری مشین تیار کی۔ اس نے پہلی مشین کی نسبت بہت عمدہ کام کیا لیکن پھر بھی تجارتی مقاصد کے استعمال کے لیے بہت فرسودہ تھی۔

''اب میں کیا کروں دوست؟'' لی ٹورینو نے اپنی فرم کے ایک سینئر رکن سے پوچھا اور اسے فوراً جواب مل گیا۔ ''جتنی رقم تمہیں درکار ہے ادھار لے لو اور نئے میٹریل کے ساتھ ایک حقیقی مشین تیار کرو''۔

''لی ٹورینو'' نے یہی کیا۔ اس کے بعد وہ کامیابی کی سیڑھی پر شہرت اور دولت کی بلندیوں کی طرف چڑھتا چلا گیا۔ اسے یہ احساس ہوا کہ نیو اوا میں اسے جتنا نقصان ہوا تھا اس کے برابر فائدے کا بیج اسے حاصل ہو چکا تھا۔ اس نے اس بیج کو بو کر کامیابی کے پورے کھلے ہوئے پھول میں تبدیل کرلیا۔

سب سے پہلے اس نے ''الیناس'' کے شہر ''پیوریا'' میں پلانٹ لگایا جہاں اس کے زمین کھودنے والے ہتھیار اچھی خاصی مقدار میں تیار ہوتے تھے۔ اسکے بعد اس

نے ایسا ہی پلانٹ جارجیا کے شہر ٹوکوا می لگایا۔ اس سے مطمئن نہ ہوتے ہوئے اس نے مسی سپی کے شہر وکس برگ میں ایک بڑا پلانٹ لگایا۔ اور بعد میں ٹیکساس کے شہر لانگ ویو میں ایک دوسرا پلانٹ لگایا۔

میں اٹھارہ ماہ تک ''مسٹر لی ٹورینو'' کے ساتھ رہا۔ میرا اصل مقصد براہ راست معلومات حاصل کرنا تھا' کہ کس چیز نے اسے اس انداز سے کام کرنے کی طرف راغب کیا۔ میں مسٹر لی ٹورینو کے اس بیان کو تسلیم کرتا تھا کہ اس کی کامیابی کی وجہ خدا کے ساتھ اس کی شراکت داری تھی۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ کب اور کس طرح یہ عظیم صنعت کار اپنے سینئر حصہ دار کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے۔

ایک رات جب لی ٹورینو اور میں لی ٹورینو کے نجی ہوائی جہاز میں ایک میٹنگ میں شرکت کر کے واپس آ رہے تھے تو یہ راز مجھ پر کھلا۔ جہاز کے فضا میں بلند ہونے کے تھوڑی دیر بعد ''لی ٹورینو'' کوچ پر دراز ہو گیا اور پھر خراٹے لینے لگا۔ تیس منٹ کے بعد اس نے اپنے آپ کو کہنیوں کے بل اوپر اٹھایا اور اپنی جیب سے چھوٹی سی نوٹ بک نکالی اور اس پر کئی ایک سطور تحریر کیں۔ اس دوران وہ نوٹ بک کی جانب دیکھنے کے بجائے اوپر خلا میں گھور رہا تھا۔

جہاز کے ''لوکوا'' پہنچنے تک یہ واقعہ تین مرتبہ ہوا۔ جب جہاز اتر گیا تو میں نے ''لی ٹورینو'' سے پوچھا کہ کیا اسے اپنی نوٹ بک پر کچھ لکھنا یاد ہے۔

''نہیں بالکل نہیں'' لی ٹورینو نے حیرانگی کا اظہار کیا۔ کیا میں نے کچھ لکھا تھا؟

اس نے اپنی جیب سے نوٹ بک نکالی۔ چند سیکنڈ تک اسے دیکھا اور پھر کہا۔ ''ٹھیک! بالکل ٹھیک۔ یہ ہے وہ بالکل یہ ہے۔ میں ایک ماہ سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ آگے مزید کام کرنے کے لیے مجھے یہی معلومات درکار تھیں''۔

ہم کار میں بیٹھ گئے اور سیدھے ''لی ٹورینو'' کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں مزید کوئی بات نہ ہوئی۔

اس سے قطع نظر کہ کوئی دوسرا شخص "مسٹر لی ٹوریتو" کی اپنے خالق کے ساتھ شراکت کے بارے میں کیا سوچتا ہے۔ وہ حقائق بڑے واضح طور پر نمایاں نظر آسکتے ہیں جن کو محض اس بنا پر کہ کوئی تسلیم کرتا ہے یا نہیں کرتا نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

پہلی بات یہ کہ وہ کاروبار میں مکمل طور پر ناکام ہوگیا تھا اور اس کی تمام جمع پونجی ایسے حالات میں ڈوب گئی تھی جن میں ایک عام آدمی دوبارہ اسی کام میں مزید جدوجہد کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

دوسری بات یہ کہ وہ دوبارہ واپس آیا اور اپنی رسمی تعلیم کی تقریباً عدم موجودگی کے باوجود امریکہ کا کامیاب صنعت کار بن گیا۔

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ "لی ٹوریتو" نے کب اور کیسے اپنے سینئر شراکت دار سے رابطہ قائم کیا' اس کا جواب مجھے مل چکا تھا۔ یہ رابطہ "لی ٹوریتو" کے تحت الشعور کے حصے کے ذریعے قائم ہوا' جہاں اس نے جو کچھ وہ چاہتا تھا اس کا مکمل تصور نقش کر دیا تھا۔ اور اس کو اپنے "یقین محکم" سے مزید تقویت پہنچائی تھی جو کہ اس دوران میں پیدا ہو چکا تھا۔

اس سارے سسٹم میں کوئی بھی نئی چیز نہیں۔ اور اس کا اطلاق کوئی بھی شخص کرسکتا ہے جو مقصد کی قطعیت اور "یقین" کا استعمال اتنی ہی شدت سے کرسکتا ہو جس شدت سے "لی ٹوریتو" نے کیا تھا۔

"یقین محکم" کی ایک اہم اور عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ وہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان کو کسی ہنگامی صورت حال کا سامنا ہوتا ہے اور انسان اپنے مسئلے کا حل کے لیے معمول اور خیالات اور سوچ سے بہت آگے سوچتا ہے۔

یہ ایسی ہی ہنگامی صورتوں میں ہوتا ہے کہ ہم اپنے اندر موجود اس قوت کا سہارا لیتے ہیں جو کسی بھی رکاوٹ کو اتنا مضبوط خیال نہیں کرتی جو اسے شکست دے سکے۔

مثال کے طور پر ایسی ہی ہنگامی صورت حال کا سامنا ان چھپن آدمیوں کو ہوا تھا

جنہوں نے امریکی قوم کی بنیاد رکھی اور ''آزادی کے اعلان'' پر اپنے ناموں سے دستخط ثبت کیے۔

یہ وہ ''متحرک اور محکم یقین'' ہی تھا جس کے تحت ہر آدمی نے اس دستاویز پر دستخط کیے تھے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک یہ جانتا تھا کہ یہ اس کی موت کا پروانہ بھی بن سکتا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے آزادی کا لائسنس ثابت ہوا۔ اس دستاویز کا فائدہ اس خطرے کے ہم پلہ تھا جس کا سامنا اس پر دستخط کرنے والے آدمیوں کو ہو سکتا ہے۔ دستخط کرنے والوں نے اپنی زندگیاں' اپنی قسمتیں اور اپنے حقوق آزادی کے نام پر وقف کر دیے تھے اور انہوں نے یہ معاہدہ بغیر کسی جھجک اور خوف کے کیا تھا۔

یقین کا ٹیسٹ

یہاں ایک ٹیسٹ دیا جا رہا ہے جس کی مدد سے لوگ اپنے اندر عملی یقین کی گنجائش کی پیمائش کر سکتے ہیں۔ یہ تب ہی موثر ثابت ہو سکتا ہے اگر ہم اپنی آزادی' مادی دولت یا جو بھی حالات تقاضا کریں حتیٰ کہ اپنی زندگی تک کو بھی خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہوں۔ خطرے کے بغیر یقین ایک جامد یقین ہے جو کہ بقول ہیلن کیلر ''آنکھ میں موجود بصارت کی طرح ہے جو نہ تو دیکھ سکتی ہے اور نہ کچھ تلاش کر سکتی ہے''۔

آیئے چند ایسے بڑے لیڈروں کی زندگیوں کا جائزہ لیتے ہیں جو آزادی کے اعلان پر دستخط کرنے والوں کے بعد آئے کیونکہ ان میں بھی عملی یقین کی قوت ہی کارفرما تھی۔

انہوں نے بھی اس خفیہ قوت کو جو ہمارے اندر موجود ہے دریافت کیا' اس سے فائدہ حاصل کیا اس کا استعمال کیا اور وسیع صحرا کو جمہوریت کے جھولے میں تبدیل کر دیا۔

جیمز جے ہل جیسے انسان جنہوں نے عظیم بین البراعظمی ریلوے نظام کے ذریعے

مغربی سرحدوں کو نزدیک کر دیا اور بحر اوقیانوس اور بحر الکاہل کے درمیان لوگوں کی رسائی کو آسان کر دیا۔

اوعرلی ڈی فورسٹ جس نے ان میکانکی ذرائع کی تکمیل کی جس کی مدد سے ایتھر کی لامحدود طاقت کو لگام ڈالنا ممکن ہوا اور ریڈیو کے ذریعے دنیا کے لوگوں کے درمیان فوری مواصلات کا نظام قائم ہوا

اور ''تھامس ایوا ایڈیسن'' جس نے بجلی کے قمقمے' بولنے والی مشین' حرکت کرتی تصاویر اور بیسیوں مفید ایجادات کے ذریعے انسانی تہذیب کو ہزاروں سال آگے پہنچا دیا۔ یہ وہ ایجادات تھیں جس نے انسانی بوجھوں کو ہلکا کیا اور تفریح اور تعلیم کے میدان میں بیش قدر خدمات انجام دیں۔

یہ اور ان جیسے دوسرے لوگ عملی یقین کے حامل افراد تھے۔ ہم بعض اوقات ان لوگوں کو ''فطین'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن وہ عزت افزائی کو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی یہ کامیابیاں اس خفیہ طاقت کی مرہون منت ہیں جو انسان کے اندر موجود ہے اور ہر اس شخص کی دسترس میں ہے جو اسے استعمال کرنا چاہتا ہے۔

ہم سب ان کی کامیابیوں کو جانتے ہیں اور ہم ان محنت کے ثمرات کی نوعیت اور وسعت کو تسلیم کرتے ہیں جن سے آج ساری انسانیت فیض یاب ہو رہی ہے۔

لیکن بدقسمتی سے ہم ان محرومیوں میں سے جن کی موجودگی میں وہ کام کرتے رہے اور ان رکاوٹوں کو جن کو ان لوگوں نے عبور کیا آگاہ نہیں ہین۔ اور نہ ہی عملی یقین کے اس جذبے سے آگاہ ہیں جس کے سایے میں انہوں نے اپنے کام انجام دیے۔

اس سلسلے میں تاہم ہمیں اتنا یقین ضرور ہے کہ ''ان کی کامیابیاں ان مشکلات اور مصائب سے بالکل متناسب تھیں جن پر انہوں نے قابو پایا''۔

انہیں ان لوگوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا جنہوں نے اس کی جدوجہد سے سب سے زیادہ فائدہ اٹھانا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو "عملی یقین" سے محروم ہونے کی وجہ سے ہر اس چیز کو جو نئی اور غیر معروف ہو شک وشبے کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

زندگی کی مشکلات اور ناگہانی ضروریات انسان کو اکثر ایسے دوراہے پر لے آتی ہے جہاں وہ کوئی ایک راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک راستہ یقین کی طرف لے کر جاتا ہے اور دوسرا خوف کا راستہ ہوتا ہے۔

وہ کیا چیز ہے جو اکثریت کے لیے خوف کا راستہ اختیار کرنے کا موجب بنتی ہے؟ اس انتخاب کا انحصار انسان کے ذہنی رویے پر ہوتا ہے۔

وہ شخص جو یقین کے راستے کا انتخاب کرتا ہے وہ شخص ہوتا ہے جس نے اپنے ذہن کو مثبت انداز میں تیار کیا ہوتا ہے۔ اس نے اپنے روزمرہ کے تجربات کی روشنی میں فوری اور جرات مندانہ فیصلے کرتے ہوئے قدم بہ قدم اپنے ذہن کی تربیت کی ہوتی ہے۔ وہ شخص جو خوف کے راستے کا انتخاب کرتا ہے اس نے اپنے ذہن کی مثبت تربیت کو نظرانداز کیا ہوتا ہے۔

واشنگٹن میں ایک شخص پہیوں والی کرسی پر ٹین کا ایک خالی ڈبہ اور تھوڑی سے پنسلیں ہاتھ میں پکڑ کر بیٹھا ہے۔ وہ مانگ کر معمولی روزی مار رہا ہے۔ اس کے مانگنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بچپن مین فالج کی بیماری کی وجہ سے اپنی دونوں ٹانگوں سے محروم ہو چکا تھا۔ اس کا ذہن متاثر نہیں ہوا تھا۔ ٹانگوں کے علاوہ وہ ایک صحت مند انسان ہے۔ لیکن جب اس خطرناک بیماری نے اس پر حملہ کیا تو اس نے خوف کا راستہ منتخب کرلیا۔ اور اس کا ذہن بھی استعمال نہ ہونے کی وجہ سے کمزور اور بے کار ہو چکا تھا۔

اسی شہر میں ایک دوسرا شخص بھی تھا۔ جو اسی قسم کی معذوری کا شکار تھا۔ وہ بھی اپنی دونوں ٹانگوں کے استعمال سے محروم ہو چکا تھا۔ لیکن اپنی اس محرومی پر اس کا ردعمل

بالکل مختلف تھا۔ جب وہ اس دوراہے پر آیا جہاں اسے کسی ایک راستے کا انتخاب کرنا تھا تو اس نے یقین کے راستے کا انتخاب کیا اور راستہ اسے سیدھا وائٹ ہاؤس لے کر آ گیا' اس نے وہ بلند ترین مقام حاصل کر لیا جو امریکن لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔

اس نے اپنی ٹانگوں کی محرومی کی وجہ سے جو کچھ کھویا تھا وہ اس نے اپنے ذہن اور ارادے کے استعمال سے حاصل کر لیا اور یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے کہ اس کی جسمانی کمزوری کسی طور پر بھی اس کی سرگرمیوں میں رکاوٹ کا باعث نہ بن سکی اور وہ صدر کا عہدہ سنبھالنے والا سب سے زیادہ سرگرم اور مستعد شخص تھا۔

ان دونوں آدمیوں کی حیثیتوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ لیکن کسی کو بھی اس فرق کی وجوہات کے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ صرف اور صرف ذہنی رویوں کا فرق ہے۔ ایک آدمی نے خوف کے راستے کا انتخاب کیا جبکہ دوسرے شخص نے یقین کے راستے کو اختیار کیا۔

اور جب آپ ان حالات کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں جن سے کچھ آدمیوں کو زندگی کے اعلیٰ مراتب پر فائز کر دیا اور کچھ لوگوں کو محتاجی اور غربت میں دھکیل دیا۔ تو زیادہ امکان یہی ہے کہ ان کی حیثیتوں میں اس بہت سے فرق کی وجہ ان کے اپنے اپنے ذہنی رویے ہیں۔ اعلیٰ حیثیت کے لوگوں نے یقین کا بلند راستہ منتخب کیا جبکہ ادنیٰ حیثیت کے لوگوں نے خود کے ادنیٰ راستے کا انتخاب کیا۔ تعلیم' تجربہ اور ذاتی ہنر ثانوی اہمیت کے معاملات ہیں۔

جب تھامس ایلوا ایڈیسن کو اس کے استاد نے سکول میں تین ماہ کے بعد گھر بھیج دیا اور اس کے والدین کو یہ پیغام دیا کہ ان کا بچہ کند ذہن ہے جسے پڑھانا ممکن نہیں' تو یہ کافی وجہ تھی کہ وہ ایک بے کار اور آوارہ شخص کی زندگی بسر کرتے ہوئے مر جاتا۔ اور وقتی طور پر اس نے یہی کچھ کیا بھی تھا۔ وہ مختلف کام کرتا رہا۔ اس نے اخبار بیچے'

مختلف آلات اور کیمیائی مادوں کے ساتھ کھیلتا رہا۔ اور ایک ہر فن مولا قسم کا انسان بن گیا تھا جو کسی ایک کوم کو پورے ڈھنگ سے نہیں کر سکتا تھا۔

پھر تھامس ایلوا ایڈیسن کے ذہن میں کوئی تبدیلی آئی جو اس کے نام کو لافانی بنا گئی۔ کسی عجیب عمل سے جو اس نے پوری طرح دنیا کو نہیں بتایا اس نے اپنے اندر موجود خفیہ قوت کو دریافت کر لیا۔ اس نے اس پر قابو پایا' اسے منظم کیا اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ پھر وہ بجائے ایک کند ذہن شخص کے جیسا کہ اس کے استاد نے کہا تھا ایجادات کی دنیا میں ایک نمایاں شخص بن کر ابھرا۔

اور آج جب بھی ہم برقی قمقمہ دیکھتے ہیں' یا فونوگراف سنتے ہیں یا حرکت کرتی ہوئی تصویر دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم اس اندرونی خفیہ قوت کی صنعت کاری دیکھ رہے ہوتے ہیں جو ہماری دسترس میں بھی اتنی ہی ہے جتنی یہ تھامس ایلوا ایڈیسن کی دسترس میں تھی۔ اور ہمیں شرم محسوس کرنی چاہیے کہ محض غفلت یا لاتعلقی کی بنا پر ہم اس عظیم قوت سے کوئی بھی مناسب کام نہیں لے رہے۔

اندرونی قوت

اس اندرونی خفیہ طاقت کی عجیب خاصیتوں میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ انسانوں کو وہ چیز حاصل کرنے میں مددگار ہوتی ہے جس کا وہ اپنے دل میں ارادہ کر لیتے ہیں' یعنی دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ انسان کے نمایاں خیالات کو حقیقت کا روپ عطا کرتی ہے۔

ٹیکساس کے ایک چھوٹے سے قصبے ٹائلر میں ایک بچہ جو ابھی تک اپنی زندگی کے دوسرے عشرے میں تھا ایک کریانہ سٹور میں آیا جہاں کچھ آوارہ آدمی ایک سٹوو کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نوجوان کو تمسخر کے رنگ میں پوچھا: ''ہاں بیٹا! بتاؤ تم بڑے ہو کر کیا بنو گے؟''

میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں بڑا ہو کر کیا بنوں گا۔ لڑکے نے جواب دیا: ''اگر تم جاننا

چاہتے ہو تو کان کھول کر سن لو۔ میں دنیا کا بہترین وکیل بنوں گا"۔

آدمیوں نے قہقہے لگانے شروع کر دیے۔ لڑکے نے خاموشی سے سامان اٹھایا اور باہر نکل گیا۔

اور بعد میں ان ہی آوارہ لوگوں نے دیکھا کہ یہ لڑکا قانون کی دنیا میں ایک تسلیم شدہ حیثیت کا مالک بن چکا تھا۔ اور قانون کے پیشے میں ایک مہارت اتنی زیادہ تھی کہ وہ یونائیٹڈ سٹیٹس کے صدر سے بھی زیادہ کما رہا تھا۔

اس کا نام مارٹن ڈبلیو لٹل ٹون تھا۔ اس نے بھی اس خفیہ قوت کو دریافت کر لیا تھا جو اس کے اپنے ذہن کے اندر موجود تھی اور اس قوت نے اسے اس قابل بنا دیا تھا وہ اپنی خدمات کی قیمت خود مقرر کرتا تھا۔

جہاں تک قانون کے علم کا تعلق ہے ہزاروں وکیل ایسے ہوں گے جو قانون میں اتنی مہارت رکھتے ہوں گے جتنی مارٹن ڈبلیو لٹل ٹون رکھتا تھا۔ لیکن ان میں سے بہت کم اپنی ضرورت سے زیادہ پیسے کما رہے ہوں گے۔ کیونکہ وہ اس راز کو نہیں پا سکے کہ کوئی چیز ایسی ہ جو قانون کے پیشے میں کامیابی دلا سکتی ہے جو کہ قانون کے پڑھانے والے اداروں میں نہیں پڑھائی جاتی۔

ایسی مثالیں ہر پیشے اور انسانی جدوجہد کے ہر میدان میں مل سکتی ہیں۔ ہر میدان عمل مین چند لوگ ہی ہوتے ہس جو بلندی تک پہنچ جاتے ہیں۔ جبکہ ان کے اردگرد بے شمار لوگ ہوتے ہیں جو درمیانے درجے سے اوپر کبھی بھی نہیں پہنچ پاتے

وہ لوگ جو کامیاب ہو جاتے ہی انہیں عام طور پر خوش قسمت کہا جاتا ہے۔ یقیناً وہ خوش قسمت ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں حقائق جاننے کی کوشش کریں تو آپ کو علم ہو گا کہ ان کی قسمت اندرونی خفیہ قوت پر مشتمل ہے جس کو انہوں نے مثبت ذہنی رویے کے ساتھ استعمال کیا۔ انہوں نے خوف کے راستے کے بجائے یقین کے راستے کا انتخاب کیا۔

وہ قوت جو ہمارے اندر سے پیدا ہوتی ہے وہ کسی مستقل رکاوٹ جیسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی۔

یہ شکست کو پہلے سے زیادہ جدوجہد کا ایک چیلنج سمجھتی ہے۔

یہ خوف اور رشک جیسی خودساختہ حدود کو تسلیم نہیں کرتی۔

اور سب سے بڑھ کر یاد رکھیں کہ یہ کسی بھی شخص کے ماضی میں کوئی ایسا کالا دھبہ نہیں چھوڑتی جسے استعمال نہ کیا جا سکتا ہو۔

اگر اندرونی قوت کے ساتھ زندگی میں آگے بڑھا جائے تو ہر دن ذاتی کامیابی کا ایک نیا موقعہ لے کر آتا ہے جو کسی طور پر بھی گزرے ہوئے کل کی ناکامی کا بوجھ اٹھائے ہوئے نہیں ہوتا۔

یہ کسی نسل یا کسی مسلک کی طرف داری نہیں کرتی۔ اور نہ ہی اسے یہ مجبوری ہوتی ہے کہ ایک آدمی کو محض اس لیے غربت میں رکھے کیونکہ اس نے غربت میں جنم لیا ہے۔

یہ اندرونی قوت واحد ذریعہ ہے جس کی مدد سے ''آفاقی پختگی عادت'' کے اثرات کو منفی سے مثبت میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

یہ کسی نظیر کو تسلیم نہیں کرتی' کسی ناقابل تغیر اصولوں کی پیروی نہیں کرتی اور ادنیٰ ترین انسانوں کو ان کے ارادوں کے مطابق بادشاہت سے نواز دیتی ہے۔

یہ ذاتی آزادی اور نجات کا واحد اور اکلوتا راستہ پیش کرتی ہے۔

یہ جدید میڈیکل علوم کی نفی کرتے ہوئے جگ دوسرے تمام ذرائع ناکام ہو جاتے ہیں انسانوں کو صحت عطا کرتی ہے۔

یہ رنج اور مایوسی کے زخموں کو قطع نظر ان کی وجہ سے مندمل کرتی ہے۔

یہ انسان کو حاصل ہونے والے تجربوں تعلیم اور علم سے ماورا ہے۔

اس کی واحد مقررہ قیمت غیر متزلزل یقین' ایک عملی اطلاقی یقین ہے۔

تلاش جاری رکھیں حتیٰ کہ آپ اس اندرونی خفیہ قوت تک رسائی کے مقام پر پہنچ جائیں۔ اور جب آپ اسے تلاش کر لیتے ہی تو آپ اپنی حقیقی ہستی کو پا لیتے ہی۔ یہ ایک وہ دوسری ہستی ہے جو زندگی کے ہر تجربے کا استعمال کرتی ہے۔

پھر آپ چاہے چوہے پکڑنے والا پھندا تیار کریں یا ایک اچھی کتاب لکھیں یا ایک اچھا خطبہ دیں لوگ آپ کے گھر کے راستے کو اپنے قدموں کے نیچے پیٹ ڈالیں گے آپ کو تسلیم کریں گے اور آپ کو مناسب معاوضہ ادا کریں گے قطع نظر اس کے کہ آپ کون ہیں اور ماضی میں آپ کی ناکامیوں کی وجہ اور نوعیت کیا تھی۔

لہٰذا ہر آدمی کو جسے ہم شاندار کامیابیوں کی وجہ سے جانتے ہیں، اسے کسی نہ کسی وقت اور کسی نہ کسی شکل میں ناکامی کا سامنا بھی ہوا ہوتا ہے، لیکن وہ اسے اس نام سے نہیں پکارتے، وہ اسے وقتی شکست کا نام دیتے ہیں۔

ہر بڑے آدمی نے اپنی اندرونی روشنی اور فہم کی مدد سے اس عارضی شکست کو اس کے حقیقی معنوں میں لیا ہے یعنی اسے ایک ایسے چیلنج کے طور پر لائی ہے جو پہلے سے زیادہ جدوجہد اور زیادہ یقین کا متقاضی ہے۔

جب چلنا مشکل ہو جائے تو ہر آدمی میدان چھوڑ سکتا ہے۔

ہر آدمی اپنی ذات پر رحم کھا سکتا ہے جب عارضی شکست اسے گھیر لیتی ہے۔ لیکن جن لوگوں کو دنیا نے عظیم تسلیم کیا ہے اپنی ذات کی نازبرداری ان کا شیوہ کبھی نہیں رہا۔

اس اندرونی خفیہ قوت تک رسائی ترحم نفس کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ اسے خوف اور بزدلی کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسے حسد اور نفرت کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسے ہوس اور لالچ کے ذریعے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

نہیں آپ کی دوسری ہستی ان منفی صفات کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتی۔ یہ صرف ایسے ذہن میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ جسے تمام منفی ذہنی رویوں سے پاک رکھا گیا ہو۔ یہ

اس ذہن میں پھیلتی اور پھولتی ہے جو یقین سے راہنمائی حاصل کرتا ہو۔

ناکامی سے کامیابی کی جانب

شمالی کیلیفورنیا کے قصبے وائٹ ویلی کا ''ٹی براکسٹن'' تسلیم کرتا ہے کہ اس نے بچپن میں غربت میں آنکھ کھولی تھی۔ اور بڑی محنت سے وہ سکول میں چھٹی جماعت تک پہنچ سکا۔

وہ اپنے والدین کے بارہ بچوں میں سے دسویں نمبر پر تھا۔ بڑی چھوٹی عمر میں اسے اپنی روزی خود کمانے کے لیے جتن کرنے پڑے۔ اس کا باپ گاؤں کا لوہار تھا۔ اس نے جوتے پالش کیے' لوگوں کے گھروں میں سبزی وغیرہ پہنچاتا رہا۔ اخبارین بیچیں' ایک ہوزری میں مزدوری کی' گاڑیاں صاف کیں' مکینک کے ہیلپر کے طور پر کام کیا اور یوں محنت کرتے ہوئے دکان کا فورمین بن گیا۔

اسے زندگی میں ہر قدم پر سخت محنت کرنا پڑی اور آخر کار اس نے شادی کر لی' ایک گھر کا مالک بن گیا۔ اپنی اور اپنے خاندان کی ضروریات کے مطابق مناسب حد تک کمانا شروع کر دیا۔

پھر بدقسمتی نے اسے آدبوچا۔ اس کی آمدنی بند ہو گئی اور رہن کی رقم ادا کرنے کے لیے اسے اپنا گھر بیچنا پڑا۔ اس کے پاس سوائے نئے سرے سے زندگی آغاز کرنے کے لیے غیر متزلزل ارادے اور بدقسمتی کو خوش بختی میں تبدیل کرنے کی اپنی اہلیت پر محکم یقین کے کچھ باقی نہ بچا۔

اس نے اس ''ہم پلہ فائدے کے بیج'' کی تلاش شروع کر دی جو اس کی عارضی شکست اپنے ساتھ لے کر آئی تھی۔ اسے یہ بات ''سوچیے اور دولت مند بن جائیے'' کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوئی تھی جو کہ کسی نے اسے پڑھنے کے لیے دی تھی۔ اس کتاب کو پڑھنے کے دوران ہی اس کا ذہن رویہ منفی سے مثبت میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا تھا جب اس نے کتاب ختم کی تو وہ واپسی کا مکمل منصوبہ تیار

کر چکا تھا اور اس نے فوری طور پر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

اس کتاب نے لی براکسٹن کو ایک انتہائی اہم شخص ''اس کی دوسری ہستی'' کے ساتھ متعارف کروا دیا تھا۔ وہ ہستی جسے وہ اس سے پہلے نہیں جانتا تھا۔

جب اس نے اپنی حقیقی ذات ''دوسری ہستی'' کو تلاش کر لیا تو اس دن کے بعد لی براکسٹن نے جس چیز کو بھی ہاتھ لگایا وہ سونا بلکہ سونے سے بھی کوئی زیادہ قیمتی چیز بن گئی۔ اس نے وائٹ ویلی کا ''فرسٹ نیشنل بنک'' منظم کیا اور اس کا پہلا صدر بن گیا۔ پھر اس نے وائٹ ویلی کا سب سے شاندار ہوٹل تعمیر کیا جو کہ کسی شہر کے لیے باعث افتخار ہو سکتا تھا۔ اس نے گاڑیوں کی فنانسنگ کے لیے ایک کمپنی قائم کی' اور گاڑیوں کے فاضل پرزہ جات فروخت اور تقسیم کرنے والی کمپنی کی بنیاد رکھی۔ پھر اس نے آلات موسیقی بیچنے والا ایک سٹور قائم کیا' اور وائٹ ویلی کا سب سے خوبصورت اور قیمتی گھر تعمیر کیا۔

وائٹ ویلی کے لوگوں نے اسے شہر کا میئر چن لیا۔ کہا جاتا ہے شہر کا کوئی کاروبار یا پیشہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی صورت میں اس کے اثرات یا کاروباری عمل کا مرہون منت نہ ہو۔

اس کی قسمت کا جہاز بڑی روانی سے تیر رہا تھا جب اس نے اپنی ضروریات کے مطابق رقم اکٹھی کر کے پچاس سال کی عمر میں اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے یہ سب کچھ پینتالیس سال کی عمر میں اکٹھا کیا تھا۔ اس نے اپنا سارا کاروبار فروخت کر دیا اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن منیجر کی حیثیت سے اپنی خدمات بلا معاوضہ ایک انجیل کی تعلیم دینے والے شخص کے سپرد کر دیں۔ بہت جلد اس نے اس کے خطبات سینکڑوں ریڈیو اور ٹیلی ویژن سٹیشنوں کی مدد سے تقریباً پورے امریکہ میں پہنچانے شروع کر دیے۔

''سوچئے اور دولت مند بن جائیے'' کے لیے اس کی فیاضانہ تعریفوں کے باوجود

یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لی براکسٹن میں کامیابی کے لیے درکار خصوصیات کتاب کے مطالعے سے پہلے ہی موجود تھیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آپ میں اور اس کتاب کے ہر قاری میں موجود ہیں جن کی مدد سے آپ جس قدر چاہیں اور جس نوعیت کی چاہیں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

کتاب نے اس کے ذہن کی توجہ وقتی بدقسمتی سے ہٹا کر اسے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ لی وائٹ کو ان پوشیدہ دولتوں سے آگاہ کر سکے جو اس کی اپنی ذہنی قوت کی دسترس میں تھیں۔ یہ وہ قوت ہے جسے کوئی بھی شخص اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی مادی صورت میں تبدیل کر سکتا ہے۔ کتاب نے لی وائٹ کو اس ناقابل شکست قوت سے روشناس کرایا تھا جو اس کے اپنے ذہن میں موجود تھی۔ اس نے اس قوت کی موجودگی کو شناخت کیا اور اسے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے استعمال کیا۔

اور کسی بھی کامیابی کی داستان کے پس پردہ ذیل کے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔

جب مثبت ذہنی رویہ انسان پر غالب ہوتا ہے تو کامیابی بالکل گلی کی نکڑ پر پہنچ چکی ہوتی ہے اور ناکامی ایک ایسے تجربے کی صورت اختیار کر لیتی ہے جس سے اس کا سامنا کرنے والا شخص پہلے سے زیادہ جدوجہد اور کوشش کی تحریک پاتا ہے۔ لی براکسٹن اس حقیقت کو سمجھ گیا تھا اور اس نے اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔ کیونکہ اس نے جو کچھ سیکھا تھا اسے استعمال کیا تھا اس کے لیے وہ حقیقتاً یہ کہنے کی پوزیشن میں تھا کہ ”آسمان کے نیچے کوئی ایسی مادی چیز نہیں جس کی میں خواہش کروں اور حاصل نہ کر سکوں“۔

اس نے زندگی کو اپنی شرائط کے طابع کر لیا تھا۔ وہ ایسے کام میں مصروف تھا جو اس کی پسند کے عین مطابق تھا اور جس میں سکون قلب محسوس کرتا تھا۔

یہ کامیابی حاصل کرنے کی کوئی نئی فلاسفی نہیں ہے۔

بلکہ یونہی پرانے اور آزمودہ اصولوں کا اعادہ ہے جن پر عمل کرتے ہوئے ہم براہ

راست اس خفیہ اندرونی قوت سے آگاہی حاصل کر لیتے ہیں جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑ دیتی ہے۔

وہ قوت جس نے زندگی کے ہر شعبے اور ہر نسل میں عظیم لیڈر جنم دیے آج بھی اسی طرح میسر ہے۔ بصارت اور یقین کے حامل انسانوں نے' جنہوں نے جہالت اور توہم پرستی اور خوف کے پردوں کو چاک کیا دنیا کو وہ کچھ دیا جسے ہم تہذیب کے نام سے جانتے ہیں۔

یہ کوئی پراسرار قوت نہیں ہے نہ ہی یہ معجزے سرانجام دیتی ہے بلکہ یہ انسان کے روزمرہ کے کام کاج میں کارفرما ہوتی ہے اور اس کی جھلک ہر اس خدمت میں نظر آتی ہے جو انسانوں کے فائدے کے لیے انجام دی جاتی ہے۔

اس کو کئی ایک نام دیے گئے ہیں' لیکن چاہے آپ اسے کسی بھی نام سے پکاریں اس کی نوعیت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

یہ صرف واسطے کے ذریعے کام کرتی ہے اور وہ واسطہ انسانی ذہن ہے۔

یہ اپنے آپ کو انسانوں کے خیالات' نظریات' منصوبوں اور مقاصد میں ظاہر کرتی ہے۔ اور سب سے اہم اور شاندار بات جو اس کے بارے میں کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے "یہ اس ہوا کی مانند بالکل مفت ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور اس قدر بہتات سے ہے جتنی اس کائنات کی وسعت اور جگہ ہے"۔

☆☆☆

باب 9

آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون

''عادت ایک ایسا رسہ ہے جس کے دھاگے ہم روز بنتے چلے جاتے ہیں اور آخر کار یہ اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ ہم خود بھی اسے توڑ نہیں سکتے''۔

(ہوریس مین Horace Mann)

اب ہم سب سے بڑے قانون قدرت کے تجزیے کی جانب آتے ہی جسے آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون کہا جاتا ہے۔

مختصراً بیان کرتے ہوئے آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون عادات کو پختگی عطا کرنے کا قدرت کا ایک طریقہ کار ہے تاکہ جب ایک دفعہ ان کو چالو کر دیا جائے تو یہ خود بخود اپنے راستے پر گامزن رہے۔ انسانی عادات میں بھی اپنی نوعیت میں ایسی ہی ہیں جیسی کائنات کی عادات ہیں۔

ہر آدمی جہاں بھی ہے اور جو بھی ہے اس کی وجہ اس کے سوچنے اور کام کرنے کی عادات ہیں۔ اس فلسفے کو بیان کرنے کا مقصد فرد کی ایسی عادات کی تشکیل دینے میں مدد کرنا ہے جو اسے اس جگہ جہاں وہ اس وقت کھڑا ہے اس مقام کی طرف لے کر جا سکیں وہ زندگی میں کھڑا ہونا چاہتا ہے۔

تمام سائنسدان اور بہت سے عام آدمی بھی جانتے ہیں کہ قدرت مادے کے تمام عناصر اور توانائی کے درمیان پوری کائنات میں ایک مکمل توازن قائم رکھتی ہے۔ تمام کائنات نظم اور عادات کے ایک بے مہر نظام کے تحت چل رہی ہے جس میں کوئی تغیر نہیں اور کسی قسم کی انسانی جدوجہد یا کوشش اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتی۔ کائنات کی جانی بوجھی پانچ حقیقتیں (۱) زمان (۲) مکان (۳) توانائی (۴) مادہ (۵) دانش وہ ہیں جو دوسری جانی بوجھی حقیقتوں کو مستحکم عادات کی بنیاد پر ترتیب اور نظم میں تشکیل دیتی ہیں۔

یہ قدرت کی وہ تعمیراتی اکائیاں ہیں جن کی مدد سے وہ ریت کے ذرے سے لے کر خلا میں تیرتے ہوئے عظیم ترین ستارے پیدا کرتی ہے اور ہر اس چیز کو پیدا کرتی ہے جو انسان کے علم میں ہیں یا جن کا انسانی ذہن تصور کر سکتا ہے۔

یہ جانے پہچانے حقائق ہیں' لیکن اس حقیقت کے بارے میں تحقیق کرنے کے لیے ہر کسی کے پاس نہ تو وقت اور نہ ہی دلچسپی ہوتی ہے کہ آفاقی ''پختگی عادت'' توانائی کا مخصوص اطلاق ہے۔ جس سے قدرت نے ایٹموں اور مادے' ستاروں اور سیاروں کی کسی نامعلوم منزل کی طرف نہ ختم ہونے والے سفر' سال کے موسموں' دن اور رات' بیماری اور صحت' موت اور زندگی کے درمیان توازن کو قائم رکھا ہوا ہے۔

آفاقی ''پختگی عادت'' ایک واسطہ ہے جس کے ذریعے تمام عادات اور تمام انسانی تعلقات کو پائیداری کے مختلف درجوں میں قائم رکھا گیا ہے۔ اور ایک ایسا واسطہ ہے جس کے ذریعے افراد کی خواہشات اور مقاصد کے مطابق خیال کو ہم پلہ مادی قوت میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

لیکن یہ حقائق قابل ثبوت ہیں' کوئی بھی شخص ان لمحات کو مقدس گردان سکتا ہے جن کے دوران اس پر اس ناقابل فرار حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ انسان محض ایک آلہ ہے' جس کے ذریعے اس سے ارفع قوتیں اپنے آپ کو ظاہر کرتی ہیں۔ یہ ساری فلاسفی کسی بھی شخص کو اس اہم انکشاف سے روشناس کرانے اور اسے اس طور قابل بنانے کے لیے تشکیل دی گی ہے کہ وہ اپنے آپ کو کائنات کی ان دیکھی قوتوں کے ساتھ ہم آہنگ رکھتے ہوئے اس علم کو استعمال کر سکے جو اسے ناگزیر طور پر زندگی کے دریا کی کامیابی والی سمت اتار دیتا ہے۔

آفاقی ''پختگی عادت'' قدرت کی وہ نگران قوت ہے جو تمام قوانین قدرت کو ہم آہنگ اور منظم رکھتے ہوئے ایک ترتیب اور نظام کے تحت چلائی جاتی ہے۔ اس لیے یہ تمام قوانین قدرت میں سے سب سے زیادہ عظیم ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ تمام ستارے اور سیارے اس قدر درستگی سے حرکت کر رہے ہیں کہ ماہرین فلکیات اب سے بیسیوں سال بعد ان کی درست جگہ اور ایک دوسرے سے ان کے محل وقوع کا بلاکم وکاست تعین کر سکتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سال کے موسم گھڑی کی جیسی باقاعدگی سے آتے اور جاتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ شاہ بلوط کے بیج سے شاہ بلوط کا درخت اُگے گا اور گندم کے بیج سے گندم کا پودا نکلے گا۔ اور یہ کہ شاہ بلوط کا بیج کبھی یہ غلطی نہیں کرے گا کہ اس سے گندم کا پودا نکلے اور نہ ہی کبھی گندم کے بیج سے شاہ بلوط کا درخت اُگے گا۔ ہم جانتے ہیں کہ کوئی چیز بھی ایسی پیدا نہیں ہو سکتی جس کی خصوصیات اپنے آباؤ اجداد سے مختلف ہوں۔ اس طرح کسی بھی شخص کے خیالات اپنی نوعیت اور مقصد کے مطابق نتائج پیدا کرتے ہیں اور یہ اتنے ہی یقینی ہوتے ہیں جتنا آگ سے دھوئیں کا اٹھنا۔

آفاقی ''پختگی عادت'' ایک ایسا واسطہ ہے جس سے ہر زندہ چیز جس ماحول میں رہ رہی ہوتی ہے اسی ماحول کے اثرات لیتی ہے اور اُسی کا حصہ بن جاتی ہے۔ اس طرح یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ کامیابی مزید کامیابی کو کھینچتی ہے اور ناکامی مزید ناکامی کو کھینچتی ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے انسان قدیم سے جانتا ہے' اگرچہ بہت کم لوگ اس عجیب مظہر کی اصل وجہ کو سمجھ سکے ہیں۔

یہ بھی ایک جانی پہچانی حقیقت ہے کہ وہ لوگ جو ناکام زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ نزدیکی وابستگی کی وجہ سے جو کامیابی کے حوالے سے سوچتے ہیں اور عمل کرتے ہیں نمایاں کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اس کامیابی کی وجہ آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون ہے جو کامیاب آدمی کے ذہن سے ''کامیابی کا شعور'' اس ناکام آدمی کے ذہن میں منتقل کرتا ہے جو اس کے ساتھ زندگی کے روزمرہ معاملات میں اس کے ساتھ بڑی گہری اور قریبی

وابستگی رکھتے ہیں۔

جب بھی دو ذہن آپس میں ملتے ہیں تو ان کے ملاپ سے ایک تیسرا ذہن جنم لیتا ہے جو اپنی خصوصیات کے اعتبار سے ان دونوں سے زیادہ طاقتور ذہن کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ بہت سے کامیاب لوگ اس حقیقت کو پہچانتے ہیں اور بڑی فراخدلی سے اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی کامیابی کی ابتدا مثبت ذہنی رویہ رکھنے والے کسی شخص کے ساتھ نزدیکی وابستگی سے ہوئی جس کے مثبت ذہنی رویے کو انہوں نے شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر اپنے لیے استعمال کیا

آفاقی ''پختگی عادت'' خاموش ان دیکھی اور ایک ایسی قوت ہے جس کا احساس ہم پانچوں حسوں میں سے کسی ایک بھی حس کے ذریعے نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے عام طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا اور بہت سے لوگ قدرت کی غیر مادی طاقتوں کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے اور نہ ہی انہیں مجرد اصولوں میں کوئی دلچسپی ہوتی ہے۔ تاہم یہ ناقابل فہم اور تجریدی تصورات کائنات کی حقیقی قوتوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ ہر اس چیز کی جو قابل محسوس اور مادی نوعیت کی ہے کی حقیقی بنیاد اور سرچشمہ ہیں جس سے یہ تمام حقیقی اشیا اور مادیت پھوٹتی ہے۔

آفاقی ''پختگی عادت'' کے اصول کو اچھی طرح سمجھ لیں' آپ کو ایمرسن کے مضمون ''تلافی'' کو سمجھنے میں کسی مشکل کا سامنا نہیں ہوگا کیونکہ اس نے جب یہ مشہور مضمون تحریر کیا تو آفاقی ''پختگی عادت'' کے اصول کی بانہوں میں بانہیں ڈال کر چل رہا تھا۔

اسی طرح سر آئزک نیوٹن نے جب اپنا مشہور قانون ثقل دریافت کیا وہ شعوری طور پر اس قانون کے بالکل قریب قریب کھڑا تھا۔ اگر وہ اس سے تھوڑا سا مزید آگے جہاں اس کی دریافت ختم ہوئی تھی تو شاید وہ اسی قانون تک پہنچ جاتا جس نے ہماری چھوٹی سی زمین کو خلا میں اپنی جگہ پکڑ کر رکھا ہوا ہے اور اس کا زمان و مکان کے

حوالے سے دوسرے سیاروں کے ساتھ ایک خاص تعلق قائم رکھا ہوا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جس نے انسانوں کو آپس میں ایک خاص تعلق کے ساتھ وابستہ رکھا ہوا ہے اور فرد کو اس کی عادات کے ذریعے اس کی اپنی ذات کے ساتھ وابستہ رکھا ہوا ہے۔

اصطلاح ''پختگی عادت'' اپنی خود تشریح کرتی ہے یہ ایسی قوت ہے جو مستحکم عادات کے ذریعے اپنا کام کرتی ہے۔ انسان سے نچلے درجے کی تمام زندہ مخلوق اپنی نسل کشی اور دوسری دنیاوی سرگرمیاں براہ راست آفاقی ''پختگی عادت'' کے اصول کے تحت انجام دیتے ہیں جسے ہم ''جبلت'' کا نام دیتے ہیں۔

اپنے رہنے سہنے کی عادات میں صرف انسان کو انتخاب کی مراعات حاصل ہیں۔ اور ان کو وہ اپنے خیالات کے انداز سے مقرر کر سکتا ہے اور ہر فرد کو اپنے خیالات پر اختیار کا حق مکمل طور پر حاصل ہے۔

انسان خوف، حسد، لالچ اور غربت کی خود ساختہ حدود کے اندر رہتے ہوئے بھی سوچ سکتا ہے اور آفاقی ''پختگی عادت'' ان سب کو ان کی ہم پلہ مادی شکل میں تبدیل کر سکتی ہے یا وہ فراوانی اور بہتات کے حوالے سے سوچ سکتا ہے اور یہی قانون اس کے خیالات کو مادی شکل میں تبدیل کر سکتا ہے۔

اس طرح کوئی بھی فرد اپنے خیالات کی تشکیل دینے کے استحقاق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے دنیاوی مقدر پر حیران کن حد تک اختیار حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ایک مرتبہ جب یہ خیالات قطعی اشکال میں تشکیل پا جاتے ہیں تو یہ آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون مستحکم عادات کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور یہ اسی شکل میں قائم رہتے ہیں جب تک ان کو ان سے مختلف اور طاقتور خیالات کے ساتھ تبدیل نہ کر دیا جائے۔

اب ہم سب سے زیادہ حیران کن حقیقت کا جائزہ لینے کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ حقیقت ہے کہ اکثر لوگ جو ترقی اور کامیابی کے بلند درجے تک پہنچتے ہیں ان کے

ساتھ شاذ ہی ایسا ہوتا ہے جب تک وہ کسی ایسے حادثے یا ہنگامی صورت حال سے دوچار نہیں ہو جاتے جوان کی روح کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے' اوران کو حالات کی اس نہج پر لے جاتی ہے جسے لوگ ''ناکامی'' کا نام دیتے ہیں۔

اس عجیب مظہر کی وجہ ان کی سمجھ میں فوراً آ جاتی ہے جو آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون کو پوری طرح سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس حقیقت پر مشتمل ہوتا ہے کہ تباہیاں یا حادثات انسان کی مستحکم عادات کو توڑنے کا باعث بنتے ہیں' (وہ عادات جو آخر کار اسے ناکامی کے ناگزیر نتیجے تک لے جاتی ہیں)۔ اس طرح وہ وقتی طور پر آفاقی ''پختگی عادت'' کے شکنجے سے آزاد ہو جاتا ہے اور اسے نئی اور بہتر عادات تشکیل دینے کا موقع حاصل ہو جاتا ہے۔

جنگیں لوگوں کے ناموافق تعلقات کی کوکھ سے جنم لیتی ہیں۔ یہ ناموافقت لوگوں کے منفی خیالات کا نتیجہ ہوتی ہے جو بڑھتے بڑھتے بہت بڑی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ کسی قوم کا جذبہ اس کے افراد کی سوچنے کی عادات کی مجموعی عکاسی کر رہا ہوتا ہے۔

یہی بات افراد کے حوالے سے بھی درست ہے کیونکہ یہاں بھی فرد کے جذبے کا تعین اس کے سوچنے کی نمایاں عادات کرتی ہیں۔ اکثر افراد کسی نہ کسی طریقے سے ساری عمر حالت جنگ میں رہتے ہیں۔ وہ اپنے ذاتی متصادم خیالات اور جذبات کے ساتھ جنگ کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے خاندانی تعلقات اور اپنے پیشہ ورانہ اور سماجی تعلقات کے ساتھ حالت جنگ میں ہوتے ہیں۔

اس حقیقت کو پہچان لیں اور آپ اس حقیقی قوت کو سمجھ جائیں گے جو ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو ''سنہرے اصول'' کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ عظیم اصول آپ کو ذاتی اختلافات پر مبنی جنگی کارروائیوں سے بچاتا ہے۔

اس کی شناخت کر لیں اور آپ ایک ''قطعی اہم مقصد'' کے حقیقی مقصد اور فوائد کو

بھی خود بخود سمجھ جائیں گے۔ کیونکہ ایک مرتبہ جب یہ مقصد سوچنے کی عادت کے ذریعے مقرر کرلیا جاتا ہے تو اس پر آفاقی ''پختگی عادت'' اپنا تسلط قائم کرلیتی ہے۔ اور اسے جو بھی عملی ذریعہ میسر آسکے اس کی مدد سے اسے اس کے منطقی نتیجے تک پہنچا دیتی ہے۔

آفاقی ''پختگی عادت'' فرد کو یہ تجویز نہیں دیتی کہ اسے کیا خواہش کرنی چاہیے یا یہ کہ سوچنے کی عادات مثبت ہونی چاہئیں یا منفی' بلکہ یہ اس کی تمام سوچنے کی عادات پر عمل کرتے ہوئے اور انہیں استحکام کے مختلف درجوں میں متشکل کرتے ہوئے ان کو ان کی ہم پلہ مادی شکلوں میں تبدیل کردیتی ہے۔

یہ نہ صرف افراد کی سوچنے کی عادات کو مستحکم کرتی ہے بلکہ گروہوں اور لوگوں کے طبقات کے سوچنے کی عادات کو مستحکم کرتی ہے۔

یہی اصول اس فرد پر بھی لاگو ہوتا ہے جو بیماری کے حوالے سے سوچتا اور بات کرتا ہے۔ شروع میں اسے مراقی (وہ شخص جو محض تصوراتی بیماری کا شکار ہو) خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ اس عادت کو مستقل اپنالیتا ہے تو بیماری ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہے' یا اس سے بہت زیادہ ملتی جلتی علامات ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ آفاقی ''پختگی عادت'' اس میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ جو خیال ذہن میں تکرار کے ساتھ قائم رکھا جائے وہ فوری طور پر ہر اس عملی ذریعے سے جو اسے میسر آسکے اپنے مادی متبادل کی صورت اختیار کرنے لگتا ہے۔

لوگوں کی ذہانت کا یہ ایک افسوسناک پہلو ہے کہ امریکہ جیسے عظیم ملک میں لوگوں کی تین چوتھائی سے زیادہ تعداد ساری عمر غربت اور محتاجی میں بسر کردے۔ لیکن اگر آپ آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون سے آگاہ ہیں تو اس کی وجہ سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

غربت ''احساس غربت'' (جو کہ غربت کے حوالے سے سوچنے' غربت سے

خوفزدہ ہونے اور غربت کے بارے میں باتیں کرنے سے جنم لیتا ہے) کا براہ راست نتیجہ ہوتی ہے۔

اگر آپ امارت کی خواہش کرتے ہیں، اپنے ذہن کے تحت الشعور کی امارت پیدا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اس طرح ''احساس امارت'' کو فروغ دیتے ہیں تو آپ خود دیکھیں گے کہ کتنی جلدی آپ کی معاشی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔

سب سے پہلے جو کچھ آپ چاہتے ہیں اس کا ''شعور'' جنم لیتا ہے اس کے بعد آپ کی خواہشات کا مادی یا ذہنی اظہار سامنے آتا ہے ''شعور'' پیدا کرنا آپ کی اپنی ذمہ داری ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے جو آپ نے لازماً خود اپنے روزمرہ کے خیالات یا اپنی دعاؤں کے ذریعے (اگر آپ اپنی خواہشات کا اظہار اس طریقے سے پسند کرتے ہوں) پیدا کرنا ہوتی ہے۔ اس طرح آپ اس عظیم طاقت کے ساتھ رابطہ قائم کر لیتے ہیں جو ہر چیز کا خالق ہے۔

ایک عظیم مفکر نے کہا تھا: ''میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ غربت کو قبول کر لینا یا بیماری کو قبول کر لینا یقین سے محرومی کا کھلم کھلا اعتراف ہے''۔

ہم اپنے یقین سے بہت زیادہ دعوے کرتے ہیں لیکن ہمارا عمل ہمارے الفاظ کو جھٹلا رہا ہوتا ہے۔ یقین ایک ایسی ذہنی حالت کا نام ہے جو صرف عمل کے نتیجے میں استقرار پاتی ہے۔ صرف یقین ہی کافی نہیں ہوتا جیسا کہ ایک عظیم مفکر نے کہا تھا: ''یقین بغیر عمل کے مردہ گھوڑا ہے''۔

آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون قدرت کی اپنی تخلیق ہے یہ ایک آفاقی قانون ہے جس کے ذریعے خلاؤں میں تیرتے ہوئے سب کے سب ستارے سے لے کر مادے کے چھوٹے سے ایٹم تک کائنات پورے عمل میں ضبط و نظم اور ہم آہنگی کو قائم رکھا گیا ہے۔

یہ ایک ایسی قوت ہے جو کمزور کو اور طاقتور کو، غریب کو اور امیر کو، بیمار کو اور تندرست کو

غرض تمام انسانوں کو برابری میسر ہے۔ یہ تمام انسانی مسائل کا حل مہیا کرتی ہے۔

اس فلاسفی کے سترہ اصولوں کا اہم مقصد آفاقی ''پختگی عادت'' کی قوت کے ساتھ فرد کو اپنی مطابقت پذیری قائم کرنے میں مدد فراہم کرنا ہے۔ جس کے لیے اسے اپنی سوچنے کی عادات کو تشکیل دینے کے لیے ''تادیب نفس'' سے کام لینا ہوگا۔

ماسٹر چابی کے 17 عناصر

آیئے اب ان اصولوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں تاکہ ہم آفاقی ''پختگی عادت'' کے ساتھ ان کے تعلق کو سمجھ سکیں۔ آیئے یہ بھی جائزہ لیں کہ یہ کیونکر آپس میں اس طرح سے ملے ہوئے ہیں کہ ایک دوسرے میں مدغم ہو کر اس ماسٹر چابی کو تشکیل دیتے ہیں جو ہر قسم کے مسئلے کے حل کے لیے دروازے کھول دیتے ہیں۔

ہم اپنے تجربے کی ابتدا اس فلسفے کے پہلے اصول سے کریں گے:

(1) چند قدم زیادہ چلنے کی عادت

اس اصول کو اولین حیثیت اس لیے دی گئی ہے کیونکہ یہ مفید خدمات انجام دینے کے لیے ذہن کو تیار کرنے میں مددگار ہوتا ہے اور یہ تیاری دوسرے اصول کے اطلاق کا راستہ ہموار کرتی ہے۔

(2) مقصد کی قطعیت

اس اصول کی مدد سے کوئی بھی شخص چند قدم زیادہ چلنے کے اصول کو ایک مقررہ اور متعین سمت میں ڈال سکتا ہے' اور اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ یہ اس کے اہم مقصد کی سمت میں لے کر جائے اور اس کے اثرات اپنی خاصیت میں مجموعی نوعیت کے ہوں۔ صرف یہ دو اصول ہی ایک انسان کو کامیابی کی سیڑھی سے کافی اوپر تک لے کر جا سکتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جن کی زندگی کے مقاصد بلند ہوتے ہیں اور وہ ان کے حصول کے لیے جدوجہد کر رہے ہوتے ہیں ان کو اپنے اس سفر کے درمیان کافی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ تیسرے اصول کے اطلاق سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

(3) ماسٹر ذہن

اس اصول کے اطلاق سے کسی بھی شخص کو اپنی ذہنی استعداد میں ایک ایسے نئے پن اور اضافے کا احساس ہوتا ہے جو انفرادی ذہن کے بس میں نہیں ہوتا۔ یہ ذاتی کمزوریوں اور خامیوں پر پل کا کام دیتا ہے۔ اور جو اس اصول کا اطلاق کرتا ہے اسے ضرورت پڑنے پر انسانیت کا وہ مجموعی علم مہیا کرتا ہے جو مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے جمع کیا گیا ہے۔ لیکن قوت کا یہ احساس اس وقت مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ شخص چوتھے اصول سے راہنمائی حاصل کرنے کے فن سے آشنا نہیں ہوتا۔

(4) عملی یقین

یہاں پہنچ کر فرد ''عظیم دانش'' کی قوت کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ فائدہ صرف اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جس نے اسے وصول کرنے کے لیے اپنے ذہن کو تیار کیا ہو۔ یہ وہ مقام ہے جہاں انسان تمام قوتوں کے سرچشمے کے ساتھ یکتائی حاصل کر کے اپنے تمام خدشات' شکوک اور پریشانیوں پر قابو پاتے ہوئے اپنے ذہن پر مکمل اختیار حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے۔

ان چار اصولوں کو بجا طور پر ''اربعہ عظیم'' (یعنی چار بڑے) کا نام دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ اس سے بہت زیادہ قوت مہیا کرنے کے قابل ہوتے ہیں جس کی ایک عام آدمی کو ذاتی کامیابی کی بلندی تک پہنچنے کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ صرف ان لوگوں کے لیے کارآمد ہوتے ہیں جن کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے دیگر خصوصیات بھی موجود ہوتی ہیں مثلاً وہ خصوصیات جو پانچواں اصول مہیا کرتا ہے۔

(5) خوشگوار شخصیت

ایک خوشگوار شخصیت ایک شخص کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے خیالات کو دوسرے لوگوں کے پاس بیچ سکے۔ کیونکہ ان تمام افراد کے لیے جو ''ماسٹر

ذہن اتحاد" میں راہنما اثر و رسوخ حاصل کرنا چاہتے ہیں یہ ایک ضروری امر ہے۔ لیکن آپ کو احتیاط کے ساتھ جائزہ لینا ہوگا کہ کس طرح قطعی طور پر گزشتہ چار اصول کسی شخص کو خوشگوار شخصیت عطا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔

یہ پانچ اصول ایک شخص کو حیرت انگیز قوت عطا کرنے کے قابل ہیں۔ لیکن یہ قوت اتنی نہیں ہوتی کہ شکست یا ناکامی کے خلاف اس کو مکمل تحفظ فراہم کر سکے۔ کیونکہ شکست یا ناکامی ایک ایسی صورتحال ہے۔ جس کا سامنا ہر شخص اپنی زندگی میں کئی مرتبہ کرتا ہے۔ اس کے لیے چھٹے اصول کو سمجھنے اور اس کو استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

(6) شکست یا ناکامی سے سیکھنے کی عادت

دھیان دیں کہ یہ اصول لفظ عادت پر ختم ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شکست یا ناکامی کے تمام تر حالات میں اس اصول کو عادت کے طور پر قبول کرنا ہوگا۔ اور عادت کے طور پر ہی اس کا اطلاق کرنا پڑے گا۔ یہ اصول انسان کے لیے امید کے ایسے چراغ جلاتا ہے۔ جن کی روشنی میں وہ اپنے زیادہ تر منصوبے ناکام ہونے کی صورت میں، نئے سرے سے اپنی جدوجہد کا آغاز کر سکتا ہے، جیسا کہ منصوبوں کا کسی ایک یا دوسرے موقعے پر ناکام ہو جانا ایک ناگزیر عمل ہے۔

مشاہدہ کریں کہ ان چھ اصولوں کے اطلاق سے شخصی قوت کے سرچشمے میں کس قدر اضافہ ہو گیا ہے۔ فرد کو پتا چل گیا ہے کہ وہ زندگی میں کس سمت جا رہا ہے، وہ ان تمام لوگوں کا دوستانہ تعاون حاصل کر چکا ہے۔ جن کی خدمات سے اسے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے مدد لینے کی ضرورت ہو گی۔ اس نے اپنی شخصیت کو خوشگوار بنا لیا ہے اس طرح اس نے اپنے لیے دوسروں کے مسلسل تعاون کو یقینی بنا لیا ہے۔ اس نے "عظیم دانش" کے ساتھ اپنا ناتا جوڑنے اور اس طرح حاصل ہونے والی قوت کا عملی یقین کے ذریعے اظہار کرنے کا فن سیکھ لیا ہے۔ اس نے اپنی ناکامیوں اور

شکستوں کو کامیابی کا وسیلہ سمجھنے کا فن بھی سیکھ لیا ہے۔ ان تمام فوائد سے قطع نظر ایک شخص جس کا قطعی اہم مقصد ذاتی کامیابیوں کے اعلیٰ درجہ پر مرتکز ہو اس کے پیشہ وارانہ سفر میں اکثر ایسے مقام آتے ہیں جب اسے ساتویں اصول کے فوائد کی ضرورت محسوس ہو گی۔

(7) تخلیقی فراست

اس اصول سے ایک شخص کو اپنے مستقبل میں جھانکنے اور اسے اپنے ماضی کے موزنے میں پرکھنے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ اپنے تخیل کے بل بوتے پر اپنی امیدوں اور منصوبوں کی تکمیل کے لیے نئے اور بہتر منصوبے تشکیل دے سکے۔ اور یہ وہ مقام ہے جہاں ایک شخص شاید پہلی مرتبہ اپنی چھٹی حس کو دریافت کرتا ہے اور اس سے وہ علم اور سوجھ بوجھ حاصل کرنا شروع کر دیتا ہے جو انسانی تجربات پر مجتمع علوم سے میسر نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس سے حاصل ہونے والے فائدے کو عملی استعمال میں لانے کے لیے ضروری ہے کہ آٹھویں اصول کو سمجھ جائے اور اس کا مناسب اطلاق کیا جائے۔

(8) ذاتی پیش قدمی

یہ وہ اصول ہے جو عمل کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اسے قطعی مقاصد کی جانب جاری رکھتا ہے۔ یہ ایک شخص کو ٹال مٹول، لاتعلقی اور کاہلی جیسی تباہ کن عادات کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اس اصول کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ پہلے سات اصولوں کے سلسلے میں ''عادت پیدا کرنے والا'' اصول ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ذاتی پیش قدمی کے بغیر کسی بھی اصول پر عمل کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ اور یہ آپ کی عادت کا حصہ نہیں بن سکتا۔ اس کی اہمیت کا مزید اندازہ اس حقیقت کو سمجھنے سے ہوتا ہے کہ اس کی مدد سے ایک شخص اپنے خیالات کی قوت پر مکمل اور جامع اختیار حاصل کر سکتا ہے اور یہ واحد چیز ہے جو خالق نے اس کے اختیار میں

رکھی ہے۔

خیالات اپنے آپ کو منظم یا مرتکز نہیں کر سکتے' انہیں راہنمائی تحریک اور مدد کی ضرورت ہوتی ہے' جو کہ صرف کسی کی ذاتی پیش قدمی کے ذریعے ہی مہیا کی جا سکتی ہے۔

لیکن ذاتی پیش قدمی بعض اوقات غلط سمت میں بھی ہو سکتی ہے اس لیے اسے اضافی راہنمائی کی ضرورت بھی ہوتی ہے جو کہ نواں اصول مہیا کرتا ہے۔

(9) درست سوچ

درست سوچ نہ صرف فرد کو اس کی غلط سمت میں ذاتی پیش کے خلاف تحفظ فراہم کرتی ہے بلکہ اس کی بصیرت اور قیاس کی غلطیوں اور اس کے خام فیصلوں کے خلاف بھی تحفظ فراہم کرتی ہے۔ یہ فرد کو اس کے اپنے ناقابل اعتماد جذبات کے خلاف بھی' ان میں عقلی ترامیم کرتے ہوئے تحفظ فراہم کرتی ہے۔

جو شخص ان نو اصولوں میں مکمل مہارت حاصل کر لیتا ہے وہ بہت زیادہ قوت کا مالک بن جاتا ہے۔ لیکن یہ ذاتی قوت ایک خطرناک قوت بھی ہو سکتی ہے اور اکثر اوقات ہوتی بھی ہے۔ اگر اسے دسویں اصول کے ذریعے قابو میں رکھتے ہوئے اس کا رخ مناسب سمت میں نہ رکھا جائے۔

(10) ضبط نفس

ضبط نفس محض طلب کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اسے فوری طور پر پیدا کیا جا سکتا ہے۔ یہ سالوں پر محیط عرق ریزی سے بڑی احتیاط کے ساتھ قائم کی گئی اور اتنی ہی احتیاط سے برقرار رکھی گئی عادات کی کوکھ سے جنم لیتا ہے۔ لہٰذا ہم اس مقام پر آ گئے ہیں جہاں ارادے کی قوت کو متحرک کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ضبط نفس محض ارادے کی پیداوار ہے۔

بہت سے لوگ پہلے نو اصولوں کے اطلاق سے بہت زیادہ بلند مقام تک پہنچ چکے

ہیں لیکن انہیں محض تباہی کا سامنا ہوتا ہے یا اپنی قوت کے استعمال میں ضبطِ نفس کے فقدان کی وجہ سے دوسروں کو شکست کی جانب لے کر چلے جاتے ہیں۔

اس اصول میں جب مہارت حاصل کر لی جائے اور اس کا اطلاق کیا جائے تو یہ فرد کو اس کے سب سے بڑے دشمن پر مکمل اختیار عطا کرتا ہے جو کہ خود اس کی ''ذات'' ہے۔ ضروری ہے کہ ضبطِ نفس کیا ابتدا گیارہویں اصول کے اطلاق سے کی جائے۔

(۱۱) جدوجہد کا ارتکاز

(11) ارتکاز کی قوت بھی ارادے کی کوکھ سے جنم لیتی ہے

اس کا ضبطِ نفس کے ساتھ اس قدر قریبی تعلق ہے کہ دونوں کو اس فلسفے کے ''جڑواں بھائی'' کہا جاتا ہے۔ ارتکاز ایک فرد کی توانائیوں کو منتشر ہونے سے بچاتا ہے۔ اور اسے اپنے قطعی اہم مقصد کے ہدف پر اپنا ذہن مرتکز رکھنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ذہن کا تحت الشعور والا حصہ اسے اپنے تصرف میں لے آتا ہے اور وہاں اس کو آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون کے ذریعے اسکی ہم پلہ مادی صورت میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ ایک تصویر کو کیمرے کی آنکھ کی طرح فرد کے اہداف اور مقاصد کو پوری تفصیل کے ساتھ ذہن کے تحت الشعور حصے کو محفوظ کر لیتا ہے' جہاں پہنچ کر ان کی تکمیل ناگزیر ہو جاتی ہے۔

اب دوبارہ جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کس طرح ایک گیارہ اصولوں کے اطلاق سے ایک شخص کی ذاتی قوت میں بے شمار اضافہ ہوا ہے۔ لیکن یہ بھی زندگی میں پیش آنے والی ہر صورتحال کے لیے کافی نہیں ہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایسے لمحات بھی آ جاتے ہیں جب فرد کو بہت سے لوگوں کے دوستانہ تعاون کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً کاروبار میں خریداروں کی' کسی پیشے میں گاہکوں کی یا کسی عوامی عہدے کے حصول کے ووٹروں کی' ان سب کے لیے بارہویں اصول کے اطلاق کی ضرورت محسوس

ہوتی ہے۔

(12) تعاون

تعاون ماسٹر ذہن کے اصول سے اس لحاظ سے مختلف ہوتا ہے کہ یہ انسانی تعلقات پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس میں مکمل ذہنی اتحاد کی ضرورت نہیں ہوتی جو کہ ایک قطعی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

دوسرے لوگوں کے تعاون کے بغیر کوئی شخص ذاتی کامیابی کے اعلیٰ مدارج طے نہیں کرسکتا۔ کیونکہ تعاون ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے کوئی شخص دوسرے لوگوں کے دلوں میں اپنے لیے جگہ پیدا کرسکتا ہے جسے بعض اوقات ''خیر سگالی'' کا نام دیا جاتا ہے۔ دوستانہ تعاون تاجر کے پاس صارفین کو اس کی اشیا کے بار بار کے خریدار کے طور پر واپس لاتا ہے۔ پیشہ ور افراد کے لیے ان کے گاہک پیدا کرتا ہے۔ اس طرح یہ ایک ایسا پھول ہے جو ہر کامیاب آدمی کی کامیابی کے فلسفے کے پس پشت کارفرما ہوتا ہے قطع نظر اس کے پیشے یا مصنوعات کے جو وہ تیار کرتا ہے۔

تیرہویں اصول کے اطلاق سے کوئی بھی شخص زیادہ آسانی اور آمادگی کے ساتھ دوسروں کا تعاون حاصل کرسکتا ہے۔

(13) ولولہ اور جوش

ولولہ اور جوش ایک ایسی متعدی ذہنی حالت ہے جو نہ صرف دوسروں کا تعاون حاصل کرنے میں مددگار ہوتی ہے بلکہ اس پہلو سے بہت اہم ہے کہ یہ فرد کو اپنے تصورات کی قوت سے فائدہ اٹھانے اور اسے استعمال کرنے پر اکساتی ہے۔ یہ ذاتی پیش قدمی کے اظہار میں بھی عمل کی روح پھونکتی ہے اور جدوجہد کے ارتکاز کی عادت کو فروغ دیتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ خوش گوار شخصیت کی ایک بہت اہم خاصیت ہے اور ''چند قدم زیادہ چلنے'' کے اصول کے اطلاق کو آسان بناتی ہے۔ ان کے علاوہ ولولہ اور جوش بولے گئے الفاظ کو قوت اور یقین کی دولت سے سرفراز کرتا ہے۔

ولولہ اور جوش محرک کی پیداوار ہے لیکن چودھویں اصول کی مدد کے بغیر اس کا برقرار رکھنا مشکل ہے۔

(14) صحت کی عادت

ایک مضبوط اور اچھی جسمانی صحت ذہنی کارکردگی کے لیے ایک مناسب رہائشی جگہ مہیا کرتی ہے جبکہ ایک پائیدار کامیابی کے لیے اس کا ہونا ضروری ہے۔ یہاں لفظ ''کامیابی'' خوشی کے تمام لوازمات کا احاطہ کرتا ہے۔

یہاں دوبارہ لفظ ''عادت'' نمایاں نظر آتا ہے کیونکہ اچھی صحت کی ابتدا صحت کیبارے میں آگہی سے ہوتی ہے جو کہ رہنے سہنے کی درست عادات سے فروغ پاتی ہے اور ضبط نفس کے ذریعے قائم رکھی جاتی ہے

اچھی صحت ولولے اور جوش کی بنیادیں فراہم کرتی ہے اور ولولہ اچھی صحت کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ لہذا یہ دونوں آپس میں مرغی اور انڈے کی مانند ہیں' کوئی شخص بھی اس بات کا تعین نہیں کرسکتا کہ پہلے انڈا آیا تھا یا مرغی۔ لیکن ہر کوئی جانتا ہے کہ کسی ایک پیدائش کے لیے دونوں ضروری ہیں۔ صحت اور ولولہ آپس میں اسی طرح ہیں۔ انسانی ترقی اور خوشحالی کے لیے دونوں ضروری ہیں۔

اب دوبارہ فہرست بنائیں اور ان فوائد کو شمار کریں جو فرد ان چودہ اصولوں کے اطلاق سے حاصل کر چکا ہے۔ ان کا تناسب اس قدر بلند ہے کہ تصور چکرا جاتا ہے۔ لیکن یہ ابھی تک اس سطح پر نہیں پہنچ سکے کہ کسی شخص کو ناکامی سے بچا سکیں۔ لہذا ہمیں پندرہویں اصول کا سہارا لینا پڑتا ہے۔

(15) وقت اور رقم کا بجٹ

وقت کی کفایت اور رقم کی بچت کے ذکر سے انسان بہت زیادہ پریشانی محسوس کرتا ہے تقریباً ہر شخص وقت اور رقم دونوں کو آزادانہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔ لیکن ان کے بجٹ اور بچت کے بارے میں کبھی بھی سوچنا نہیں چاہتا۔ تاہم جسم اور ذہن کی

آزادی، تمام انسانوں کی دو بڑی خواہشیں ہیں جو سخت بجٹ کے تحت ضبط نفس کے بغیر پائیدار حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتیں۔ اس لیے یہ اصول ذاتی کامیابی کے فلسفے کا ایک اہم اور ناگزیر حصہ ہیں۔

اب ہم ذاتی قوت حاصل کرنے کی انتہا کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ ہم قوت کے سرچشموں کے بارے میں جان چکے ہیں اور یہ بھی سمجھ چکے ہیں کہ ہم ان کو کس طرح اپنا سکتے ہیں۔ اور کسی بھی مطلوبہ ہدف کے لیے کس طرح ان کا اطلاق کر سکتے ہیں اور یہ بھی جان گئے ہیں کہ ان کی قوت اتنی زیادہ ہے کہ کوئی چیز ان کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ فروان کا غیر دانشمندانہ غلط استعمال کرتے ہوئے خود اپنی اور دوسروں کی تباہی کا سامان پیدا کر لے۔ لہٰذا اس قوت کے درست استعمال کے لیے ضروری ہے کہ سولہویں اصول سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

(16) سنہرے اصول کا ''اطلاق''

لفظ ''اطلاق'' پر جو زور دیا جا رہا ہے اس پر غور کریں۔ سنہرے اصول کی صداقت پر یقین کر لینا کافی نہیں۔ پائیدار فائدے کے لیے اور ذاتی قوت کے استعمال میں راہنمائی کے لیے اس کا اطلاق تمام انسانی تعلقات میں ایک عادت کے طور پر کرنا ضروری ہے۔

انسانی تعلقات کے اس شاندار اصول کے اطلاق سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ اس قابل ہیں کہ ان کو حاصل کرنے کے لیے اس اصول کو اپنی عادت بنا لینے کے لیے ضروری جدوجہد سے ہرگز گریز نہ کیا جائے۔ اس اصول کے مطابق زندگی نہ گزارنے کے نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا یہاں تفصیلی ذکر ممکن نہیں ہے۔

اب ہم ذاتی قوت کی انتہا کو حاصل کر چکے ہیں اور اس کے غلط استعمال کے خلاف ہم اپنے آپ کو تحفظ فراہم کر چکے ہیں۔ اب ہمیں صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے ذرائع تلاش کریں جن کی مدد سے اس قوت کو اپنی زندگی کا مستقل اور

پائیدار حصہ بنا سکیں۔ ہم نے اس فلسفے کے اوج کمال کو حاصل کرنا ہے لہٰذا اس فلسفے کے سترہویں اور آخری اصول کے اطلاق سے ہم اس مطلوبہ ہدف کو حاصل کر سکتے ہیں۔

(17) آفاقی ''پختگی عادت''

آفاقی ''پختگی عادت'' ایک ایسا اصول ہے جس کی مدد سے ہم تمام عادات کو مختلف درجات تک پختہ اور مستقل بنایا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ یہ پورے فلسفے پر کنٹرول کرنے والا اصول ہے۔ جس میں پہلے سولہ اصول مدغم ہو جاتے ہیں اور اس کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اور یہ کائنات کے تمام قدرتی قوانین کو کنٹرول کرنے والا اصول ہے۔ یہ وہ اصول ہے جو اس فلسفے کے پہلے اصولوں کے اطلاق کی عادت میں پختگی پیدا کرتا ہے۔ اس طرح یہ ''کامیابی کے شعور'' کے اظہار اور فروغ کے لیے فرد کے ذہن کو تیار کرنے میں ایک نگران عامل کا کردار ادا کرتا ہے؛ جو کہ ذاتی کامیابی کے حصول میں بہت زیادہ اہم عنصر ہے۔

محض پہلے بیان کیے گئے سولہ اصولوں کو سمجھ جانا کسی بھی شخص کو ذاتی کامیابیوں سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔ ان اصولوں کو پوری طرح سمجھ کر پختہ عادت کے طور پر اکا اطلاق بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اور عادت پیدا کر آفاقی ''پختگی عادت'' کے اصول کا واحد وصف ہے۔

آفاقی ''پختگی عادت'' زندگی کے عظیم دریا کے مترادف یعنی ہم معنی ہے، جس کے اس سے پہلے بار بار حوالے دیے جا چکے ہیں کیونکہ جیسا کہ قوت کی دوسری اقسام میں ہوتا ہے یہ بھی منفی اور مثبت دونوں قسم کے مضمرات پر مشتمل ہے۔

اس کے منفی اطلاق کو ''تنویمی آہنگ'' کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہر اس چیز پر جس کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے ایک تنویمی اثر مرتب کرتا ہے۔ ہم کسی نہ کسی رنگ میں اس کا اثر ہر انسان پر دیکھ سکتے ہیں۔

یہ واحد وسیلہ ہے جس کے ذریعے ''غربت کا شعور'' عادت کے طور پر پختہ ہو جاتا ہے۔

یہ خوف' حسد' لالچ اور انتقام جیسی تمام مستقل عادات کا معمار اور بغیر کچھ دیے حاصل کرنے کی تمنا رکھنے کا موجب ہے۔

یہ نا امیدی اور لاتعلقی کی عادت کو پختہ کرتا ہے۔

اور یہ مراقی کی عادت کا معمار ہے جس کی وجہ سے لاکھوں لوگ اپنی ساری زندگیوں میں تصوراتی بیماریوں کا شکار رہتے ہیں۔

یہ ''ناکامی کے شعور'' کا بھی معمار ہے جو لاکھوں انسانوں میں خود اعتمادی کے جذبے کی بیخ کنی کر دیتا ہے۔

مختصراً یہ تمام منفی عادات کو' قطع نظر ان کی نوعیت اور اثرات کے' پختہ کرتا ہے۔ اس طرح یہ زندگی کے عظیم دریا کی ناکام سمت ہے۔

دریا کی کامیابی والی طرف (مثبت سمت) ہر قسم کی تعمیری عادات کو پختہ کرتی ہے مثلاً مقصد کی قطعیت کی عادت' چند قدم زیادہ چلنے کی عادت' انسانی تعلقات میں سنہرے اصول کے اطلاق کی عادت اور تمام دوسری عادات جن کا اطلاق اس فلسفے کے پہلے بیان کیے گئے سولہ اصولوں سے فوائد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔

عادت کا نفاذ

آیئے اب لفظ ''عادت'' کا جائزہ لیتے ہیں۔

ویبسٹر ڈکشنری میں اس لفظ کی بہت سی تشریحات کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے ''عادت کا مطلب تکرار کے نتیجے میں پیدا ہونے والا ایک متعین میلان یا افتاد طبع ہے۔ رواج یا رسم تکرار کے میلان کے بجائے صرف تکرار کے وجود کی طرف اشارہ کرتی ہے''۔

ویبسٹر کی تشریح کافی اضافی تفصیلات پر مشتمل ہے' لیکن اس کے کسی حصے میں اس

قانون کی تشریح نہیں کی گئی جو عادت کو پختہ کرتا ہے۔ اس فروگزاشت کی وجہ بلاشبہ یہی ہوسکتی ہے کہ اس ڈکشنری کے ایڈیٹروں پر آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون آشکار نہیں ہوا ہوگا۔ لیکن ہمیں وبسٹر کی تشریح میں ایک بہت اہم اور نمایاں لفظ نظر آتا ہے یہ ''تکرار'' کا لفظ ہے۔ یہ اس لیے اہم ہے کیونکہ یہ اس ذریعے کی نشاندہی کرتا ہے جس سے کسی عادت کا آغاز ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر مقصد کی قطعیت کی عادت اس وقت عادت بنتی ہے جب اس مقصد کے خیال کو تکرار کے ساتھ دہرایا جاتا ہے۔ خیال کو تکرار کے ساتھ ذہن میں لاتے ہوئے اس خیال کو تکرار کے ساتھ تکمیل کی شدید خواہش کی موجودگی میں تصور کے حوالے کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تصور اس خواہش کی تکمیل کے لیے خواہش کے سلسلے میں یقین کی عادت بروئے کار لاتے ہوئے اس کی تکمیل کا عملی منصوبہ تیار کرتا ہے۔ اور یہ کام اس قدر شدت اور تکرار سے ہوتا ہے کہ فرد اس سے بہت پہلے کہ وہ حقیقت میں اس چیز کو حاصل کرنا شروع کر دے جس کی اسے خواہش ہے اپنے قبضے میں دیکھنا شروع کر دیتا ہے۔

رضا کارانہ مثبت عادات تشکیل دینے کے لیے ضبط نفس، ثابت قدمی، قوت ارادہ اور یقین کا اطلاق کرنا پڑتا ہے۔ یہ سب کچھ اس شخص کو حاصل ہو چکا ہوتا ہے جس نے فلسفے کے پہلے سولہ اصول اپنے وجود میں سمو لیے ہوتے ہیں۔

عادت کی رضا کارانہ تشکیل ضبط نفس کے اطلاق کا اعلیٰ ترین مظاہرہ ہے۔

تمام رضا کارانہ عادات اس قوت ارادی کی پیداوار ہوتی ہیں جو قطعی مقصد کے حصول کے لیے مرتکز کی گئی ہوتی ہے۔ ان کی ابتدا آفاقی ''پختگی عادت'' کے بجائے فرد سے ہوتی ہے۔ اور ضروری ہے کہ خیال اور عمل کے تکرار سے ان کو ذہن میں پوری طرح راسخ کر دیا جائے۔ حتیٰ کہ انہیں آفاقی ''پختگی عادت'' اپنے تصرف میں لا کر ان کو ایسی پختگی عطا کر دے کہ یہ خود بخود کام کرنا شروع کر دیں۔

ذاتی کامیابی کے فلسفے کے حوالے سے لفظ ''عادت'' ایک اہم لفظ ہے کیونکہ یہ کسی بھی شخص کی معاشی، سماجی، پیشہ وارانہ اور روحانی حالت کی وجوہات کی نمائندگی کرتا ہے۔ ہم زندگی کے جس مقام پر ہیں اور جس حالت میں ہیں اس کی اصل وجہ ہماری پختہ عادات ہوتی ہیں۔ اور ہم جو کچھ بھی بننا چاہتے ہیں یا زندگی میں جو کچھ بھی حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ صرف ہماری رضا کارانہ عادات کے فروغ اور استقرار سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ پورے فلسفے کا انحصار آفاقی ''پختگی عادت'' کے اصول اور فہم کے اطلاق پر ہے جو کہ عادات میں پختگی پیدا کرنے والی ایک اہم قوت ہے۔

اس فلسفے کے سولہ اصولوں میں سے ہر ایک کا اہم مقصد فرد کو ایسی مخصوص عادات اپنانے میں مدد فراہم کرنا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول اور تصرف حاصل کر سکے۔ اور یہ بھی ایک عادت کی شکل میں ہونا چاہیے۔

ذہنی قوت عام طور پر زندگی کے دریا کی ایک سمت میں مصروف کار رہتی ہے۔ اس فلسفے کا مقصد فرد کو سوچ اور عمل کی ایسی عادات تشکیل دینے میں مدد فراہم کرتا ہے جو اس کے ذہن کو زندگی کے دریا کی کامیاب سمت میں مصروف کار رکھ سکے۔ اس فلسفے کا یہی واحد مقصد ہے۔

اس فلسفے میں مہارت حاصل کرنے اور اسے اپنے اندر سمو لینے کی دوسری اشیا کی طرح ایک قطعی قیمت جو کہ اس کے فوائد سے لطف اندوز ہونے سے پہلے لازماً ادا کرنا ہوتی ہے یہ قیمت دوسری چیزوں کے علاوہ، اندرونی چوکنا پن، ارادہ، ثابت قدمی اور بجائے غربت، بدحالی اور فریب نظری کے متبادلات کو قبول کرنے اور زندگی کو اپنی مرضی کے مطابق گزارنے کا پختہ ارادہ ہے۔

ہم زندگی کے ساتھ دو طرح کے تعلق پیدا کر سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ ہم گھوڑے بن جائیں اور زندگی ہم پر سوار ہو جائے اور دوسرا یہ کہ ہم

زندگی کو گھوڑا بنالیں اور خود اس پر سوار ہو جائیں۔ اور یہ انتخاب کہ کوئی شخص گھوڑا بنتا ہے یا سوار شخص کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اگر ایک شخص سوار بننے کا انتخاب نہیں کرتا تو وہ گھوڑا بننے پر مجبور ہو جائے گا۔ کیونکہ زندگی یا تو سوار ہوتی ہے یا سواری مہیا کرتی ہے محض جامد کھڑی نہیں رہ سکتی۔

انا اور آفاقی ''پختگی عادت''

اس فلسفے کے طالب علم کی حیثیت سے آپ اس طریقہ کار کو سمجھنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے خیال کی قوت کو اس کے ہم پہ مادی عنصر میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ آپ یہ جاننے میں بھی لازماً دلچسپی رکھتے ہوں گے آپ دوسروں کے ساتھ ہم آہنگی کے جذبے کے ساتھ کیسے وابستہ ہو سکتے ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے پبلک سکول ان دونوں اہم ضروریات کے بارے میں خاموش ہیں جیسا کہ ڈاکٹر ہنری لنک نے کہا ہے: ''ہمارے تعلیمی نظام کا ارتکاز ذہنی صلاحیتوں کے فروغ پر ہے اور یہ شعور دینے میں ناکام ہو چکا ہے کہ ہم اپنی جذباتی اور شخصی عادات کو کیسے تشکیل دیں اور انہیں کس طرح سے بہتر بنائیں''۔

اس کا الزام بے بنیاد نہیں ہے۔ پبلک سکول کا نظام یہ فرض ادا کرنے میں ناکام ہو چکا ہے، جس کی شکایت ڈاکٹر لنک نے کی ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون حال ہی میں دریافت ہوا ہے اور ابھی تک ماہرین تعلیم کی ایک بڑی تعداد نے اسے پوری طرح تسلیم بھی نہیں کیا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ جب ہم چلنا شروع کرتے ہیں اس سے لے کر مرنے تک ہم ہر کام جو کرتے ہیں وہ عادت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ چلنا اور باتیں کرنا عادت ہے۔ ہمارے کھانے اور پینے کا انداز عادت ہے ہماری جنسی سرگرمیاں عادت کا نتیجہ ہیں۔ ہمارے دوسروں کے ساتھ تعلقات خواہ یہ مثبت نوعیت کے ہوں یا منفی نوعیت کے عادات کا نتیجہ ہیں لیکن کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ ہماری عادات کس طرح اور

کیوں تشکیل پاتی ہیں۔

عادات کا انسان کی انا کے ساتھ ایک قریبی تعلق پایا جاتا ہے لہذا آیئے سب سے پہلے انا کا تجزیہ کرتے ہیں جو کہ ایک ایسا موضوع ہے جسے ہمیشہ غلط طور پر سمجھا گیا ہے۔لیکن آیئے سب سے پہلے اس حقیقت کو تسلیم کریں کہ انا ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے یقین اور دوسری تمام ذہنی کیفیات کام کرتی ہیں

اس سارے فلسفے کے دوران جامد یقین اور محرک یقین کے درمیان امتیاز پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔انا تمام اعمال کے اظہار کا ایک وسیلہ ہے۔لہذا ہمیں اس کی نوعیت اور امکانات کے بارے میں کچھ علم ضرور ہونا چاہیے ہمیں علم ہونا چاہیے کہ انا کو کس طرح عمل کے لیے ابھارا جاسکتا ہے اور قطعی مقاصد کے حصول کے لیے اس کو کس طرح استعمال اور کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔سب سے بڑھ کر ہم اکثر اوقات عام پائی جانے والی غلط فہمی سے متاثر ہوکر کہ ''انا'' جھوٹی شان اور بے جا غرور کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے''انا'' کے بارے میں اپنے تصور کو پراگندہ کر لیتے ہیں۔انا کے لیے لاطینی زبان میں لفظ "ego" استعمال کیا جاتا ہے اور اس کا مطلب ہے''میں'' ۔لیکن اس کا ایک مضمر مفہوم ایک ایسی محرک قوت سے بھی ہے جس کو منظم کر کے عمل کے ذریعے اپنی خواہش کو یقین میں بدلنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

انا کی قوت جسے ہمیشہ غلط طور پر سمجھا گیا ہے

لفظ انا کسی کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کی نمائندگی کرتا ہے۔

اس لیے یہ ظاہر ہے کہ انا کو رضا کارانہ عادات کے ذریعے پروان چڑھایا جاسکتا ہے راہنمائی مہیا کی جاسکتی ہے اور کنٹرول کیا جاسکتا ہے۔رضا کارانہ عادات وہ عادات ہیں جو ہم جان بوجھ کر کسی مقصد کو مد نظر رکھتے ہوئے تشکیل دیتے ہیں۔

ایک بہت بڑے مفکر جس نے اپنی ساری زندگی انسانی جسم اور ذہن کے مطالعے میں صرف کر دی تھی' کے مندرجہ ذیل بیان سے ہمیں انا کے مطالعے کے لیے اہم

بنیادیں حاصل ہوتی ہیں۔

''آپ کا جسم خواہ زندہ ہو یا مردہ لاکھوں چھوٹی چھوٹی توانائیوں کا مجموعہ ہے جو کبھی مر نہیں سکتیں''۔

''یہ توانائیاں علیحدہ اور منفرد ہیں۔ بعض اوقات یہ کس حد تک ہم آہنگی میں کام کرتی ہیں''۔

''انسانی جسم وقت کے دھارے میں بہتا ہوا زندگی کا ایک ایسا مظہر ہے جو اندرونی قوتوں پر قدرت رکھنے کے باوجود ان سے کام لینے کا عادی نہیں ہے جبکہ عادت' پختہ ارادہ یا جذباتی برانگیختی ایسے عناصر ہیں جو کسی اہم مقصد کے حصول کے لیے ان قوتوں کو صف آراء کر کے ان سے کام لے سکتے ہیں۔

یہ بات بہت حوصلہ افزا ہے' جیسا کہ تجربات سے بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ہر شخص میں ان توانائیوں کو صف آراء کرنے اور ان سے کام لینے کی استعداد کو بہت زیادہ حد تک پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔

''ہوا' دھوپ' خوراک اور پانی جو آپ لیتے ہیں اس قوت کے عوامل ہیں جو آسمان اور زمین سے پھوٹتی ہے۔ آپ کاہلی کے ساتھ حالات کی لہروں پر بہہ رہے ہیں اور وہ مواقع جو آپ کی موجودہ حالت میں کوئی بہتری پیدا کر سکتے ہیں آپ کی پہنچ سے دور بہتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔

انسانیت روز ازل سے اس قدر اثرات میں گھری ہوئی ہے کہ دنیا میں ہزارہا قوتیں آزادانہ بھاگی پھرتی ہیں لیکن ان پر قابو پانے کے لیے کوئی حقیقی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ کام ہمیشہ سے آسان رہا ہے اور آج بھی ہے کہ اشیاء کو جیسی ہیں ویسی ہی رہنے دیا جائے' بجائے اس کے کہ محنت کے ساتھ ان کے راستے متعین کیے جائیں یا ان کے رخ موڑے جائیں۔

لیکن کامیابی اور ناکامی کے درمیان امتیاز پیدا کرنے والا خط اس مقام پر واقع

ہے جہاں بے مقصد حالات کے رحم و کرم پر بہتے چلے جانا ختم ہوتا ہے (جہاں مقصد کی قطعیت کا آغاز ہوتا ہے)۔

''ہم سب احساسات' جذبات' حالات اور حادثے کی پیداوار ہیں۔ ذہن کیسا ہو گا' دل کیسا ہو گا' جسم کیسا ہو گا ایسے مسائل ہیں جو زندگی کے حالات کے دھارے پر بہتے جانے کے مطابق تشکیل پاتے ہیں خواہ ان میں سے کسی ایک پر خصوصی توجہ بھی کیوں نہ دی جا رہی ہو۔

اگر آپ بیٹھ جائیں اور تھوڑی دیر کے لیے سوچیں تو آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ آپ کی زندگی کا تقریباً زیادہ تر حصہ محض حالات کے دھارے میں بہتے ہوئے گزر گیا ہے۔

''کسی بھی پیدا شدہ زندگی پر ایک نظر ڈالیے اور اپنے اظہار کے لیے اس کی جدوجہد کا مشاہدہ کریں۔ درخت اپنی شاخیں اوپر سورج کی روشنی کی جانب بڑھاتا ہے' اپنے پتوں سے ہوا اندر لے جانے کی کوشش کرتا ہے' اور زیر زمین بھی اپنی جڑیں' پانی اور ان معدنیات کی تلاش میں' جن کی اسے ضرورت ہوتی ہے' گہرائی میں لے کر جاتا ہے۔ اسے آپ جامد زندگی کہتے ہیں۔ لیکن یہ اس قوت کی نمائندگی کرتی ہے جو کسی سرچشمے سے پھوٹتی ہے اور کسی مقصد کے لیے کام کرتی ہے۔

کرۂ ارض پر کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں توانائی نہیں پائی جاتی۔

ہوا اس سے اس قدر بھری ہوئی ہے کہ سرد شمال میں آسمان شمالی شعاعوں سے منور نظر آتا ہے۔ پانی محض دو گیسوں کا مائع حالت میں اتصال ہے' اور برقی میکانکی اور کیمیائی توانائیوں سے بھرا ہوا ہے' جن میں سے کوئی سی ایک توانائی بھی انسان کو بہت زیادہ فائدہ اور بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتی ہے۔

''حتیٰ کہ برف اپنے سرد ترین مرحلے میں بھی توانائی سے بھرپور ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ نہ تو مغلوب ہوتی ہے اور نہ ہی جامد ہوتی ہے۔ اس کی طاقت نے پہاڑوں کی

چٹانوں کو ریزوں میں توڑ دیا ہے۔ اپنے اردگرد موجود توانائی کو ہم پانی میں پیتے ہیں' خوراک میں کھاتے ہیں اور ہوا میں اندر لے کر جاتے ہیں' کوئی بھی کیمیائی سالمہ اس سے خالی نہیں ہے' ایک ایٹم کا وجود بھی اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم انفرادی توانائیوں کا مجموعہ ہیں''۔

انسان دو قوتوں پر مشتمل ہے۔ ایک اس کے مادی جسم کی صورت میں قابل محسوس ہے' جو کہ انفرادی خلیوں پر مشتمل ہے۔ جن کی تعداد کروڑوں اور اربوں میں ہے۔ ان میں سے ہر ایک دانش اور توانائی کا حامل ہے۔ اور دوسری ناقابل محسوس ہے جو ''خودی'' کی صورت میں جسم کی ایک منظم حاکم ہے اور انسان کے خیالات اور اعمال کو کنٹرول کرتی ہے۔

سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ انسان کا قابل محسوس حصہ تقریباً سترہ کیمیاوی مادوں پر مشتمل ہوتا ہے جو سب کے سب ہمارے علم میں ہیں۔ ایک شخص میں جس کا وزن ایک سو ساٹھ پونڈ ہو اس کے جسم میں ان کی مقدار کچھ اس طرح ہے۔

آکسیجن 95 پونڈ

کاربن 38 پونڈ

ہائیڈروجن 15 پونڈ

نائٹروجن 4 پونڈ

کیلشیم 1/2 4 پونڈ

کلورین 4 اونس

سلفر 4 اونس

پوٹاشیم 1/2 3 اونس

سوڈیم 3 اونس

فولاد 1/4 اونس

فلورین 2 1/2 اونس
میگنیشیم 2 اونس
سیلیکون 1 1/2 اونس
آرسینک' آیوڈین اور ایلومینیم کی انتہائی معمولی مقدار

انسان کے یہ قابل محسوس حصے تجارتی لحاظ سے چند روپیوں کی مالیت کے حامل ہیں اور کسی بھی جدید کیمیکل سٹور سے خریدے جا سکتے ہیں۔

ان کیمیائی عناصر کے ساتھ مناسب طور پر پروان چڑھی اور پوری طرح منظم اور با قاعدہ ''انا'' کو شامل کر دیا جائے تو اس کی کوئی بھی قیمت ہو سکتی ہے جو اس کا مالک مقرر کر دے۔ انا ایک ایسی قوت ہے جو کسی قیمت پر بھی خریدی نہیں جا سکتی' لیکن اسے کسی بھی مطلوبہ شکل میں ڈھالا اور پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ اس کی بالیدگی منظم عادات کے ذریعے ہی ممکن ہوتی ہے۔ جن کو آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون کے ذریعے پختگی اور استقلال حاصل ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے درمیان جو انسانیت کے لیے قابل قدر خدمات انجام دیتے ہیں اور جو دنیا میں محض جگہ گھیرے ہوتے ہیں ایک اہم فرق ان کی ''اناؤں'' کا فرق ہے۔ کیونکہ انا تمام انسانی اعمال کے پس پشت ایک متحرک قوت کا کردار ادا کرتی ہے۔

جسم اور ذہن کی آزادی اور خود مختاری جو کہ ہر انسان کی دو اہم خواہشات ہیں' اسی تناسب سے حل کی جا سکتی ہے جتنا کہ ایک شخص اپنی انا کو پروان چڑھاتا ہے اور استعمال کرتا ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو مناسب طور پر اپنی انا سے وابستہ کر لیتا ہے وہ آزادی اور خود مختاری دونوں کو جس تناسب سے چاہے حاصل کر سکتا ہے۔

کسی شخص کی ''انا'' ہی دوسروں کے ساتھ اس کے تعلقات کی نوعیت کا تعین کرتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ ''انا'' ہی ہے جو کسی شخص کے اپنے ذہن اور جسم کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کا تعین کرتی ہے جہاں ہر امید' ہدف اور

متصد تشکیل پاتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی تقدیر اور قسمت کی راہیں متعین کرتا ہے

۔

کسی شخص کی ''انا'' اس کے لیے ایک اثاثہ یا ایک بوجھ ثابت ہو سکتی ہے جس کا انحصار اپنی ''انا'' کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ ''انا'' ایک شخص کے سوچنے کی عادات کا مجموعی نتیجہ ہوتی ہے جو کہ اس پر آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون کے تحت خودکار عمل کے ذریعے مسلط ہوتی ہے۔

ہر کامیاب انسان ایک پختہ اور منضبط انا کا مالک ہوتا ہے۔ لیکن انا کے ساتھ وابستہ ایک تیسرا عامل بھی موجود ہے جو اس کے اچھے یا برے اثرات کا تعین کرتا ہے اور وہ ہے ضبطِ نفس جو کہ کسی شخص کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ اپنی قوت اور صلاحیتوں کو مطلوبہ مقصد میں تبدیل کر سکے۔

انا کی ''تربیت''

تمام تر ذاتی کامیابیوں کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہر فرد کی ''انا'' کو ''کامیابی کے شعور'' سے تحریک دی جائے۔ جو شخص کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی ''انا'' کو پوری طرح پروان چڑھاتے ہوئے اس پر اپنی خواہشات کے اہداف کے گہرے نقش ثبت کرے اور اسے تمام قسم کی بندشوں سے آزاد کرے اور اس پر چھائے ہوئے خوف اور شکوک دور کرے جو انا کی قوت کو کمزور کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

خود ایمائی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے فرد اپنی انا کو تحریک دے سکتا ہے اور اسے کسی بھی مطلوبہ مقصد کے حصول کے لیے تیار کر سکتا ہے۔

جب تک آپ خود ایمائی کے اصول کی پوری اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے آپ اس تجزیے کے انتہائی اہم حصے کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ کیونکہ ''انا'' کی قوت کا تعین مکمل طور پر خود ایمائی کے اطلاق کے درجے سے کیا جاتا ہے۔

جب خود ایمانی یقین کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو انا اپنی قوت میں لامحدود ہو جاتی ہے۔

انا کو زندہ اور سرگرم رہنے اور قوت حاصل کرنے کے لیے مسلسل خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ مادی جسم کی مانند انا خوراک کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اسے مقصد کی قطعیت کی خوراک بہم پہنچانا ضروری ہے۔

اسے ذاتی پیش قدمی کی خوراک بہم پہنچاتے رہنا ضروری ہے۔

اسے بہتر طور پر ترتیب دیے گئے منصوبوں کے ذریعے مسلسل عمل کی خوراک پہنچاتے رہنا ضروری ہے۔

اسے جوش اور ولولے کا سہارا دیے رکھنا ضروری ہے۔

اسے قطعی مقصد پر مرتکز باقاعدہ توجہ کی خوراک بہم پہنچانا ضروری ہے۔

ضبط نفس کے ذریعے اس پر نگرانی رکھنا اور اسے راہنمائی مہیا کرتے رہنا ضروری ہے۔

اور درست سوچ کے ذریعے اسے سہارا دیے رکھنا بھی ضروری ہے۔

کوئی بھی شخص کسی چیز یا کسی شخص پر قابو نہیں پا سکتا جب تک وہ اپنی ''انا'' پر قابو نہیں پا لیتا۔

کوئی شخص اپنی امارت کا دعویدار نہیں ہو سکتا جب تک اس کے خیالات کی قوت کا زیادہ تر حصہ ''غربت کے شعور'' سے نمٹنے میں صرف ہوتا رہے۔ تاہم اس حقیقت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ بہت سے انتہائی دولتمند افراد نے اپنے سفر کا آغاز غربت سے کیا تھا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ غربت اور دوسرے تمام خدشات پر قابو پایا جا سکتا ہے اور انہیں انا کے ساتھ مداخلت کرنے سے روکا جا سکتا ہے۔

دوسرے الفاظ میں انا اس فلسفے میں بیان کیے گئے ذاتی کامیابی کے تمام اصولوں

کے ملے جلے اثرات کو قوت کی ایک واحد اکائی میں مربوط کر دیتی ہے۔ جسے کوئی بھی فرد جو اپنی انا پر مکمل قابو یا تسلط رکھتا ہے کسی بھی مطلوبہ مقصد کے حصول کے لیے مرتکز کر سکتا ہے۔

ہم آپ کو یہ حقیقت تسلیم کرنے کے لیے تیار کرنا چاہتے ہیں کہ سب سے اہم قوت جو آپ کو دستیاب ہے' وہ قوت جو یہ تعین کرے گی کہ آیا آپ اپنی زندگی کی تمناؤں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا ناکام' اس قوت کی نمائندگی آپ کی اپنی انا کرتی ہے۔

ہم آپ کو اس بات کے لیے بھی تیار کر رہے ہیں کہ آپ انا کے ساتھ وابستہ تمام قدیم عقائد بھی ترک کر دیں جو انا کو نرگسیت' بے جا غرور اور سوقیانہ پن کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ حقیقت میں انا وہ چیز ہے جسے اگر انسان کے اندر سے نکال دیا جائے تو چند روپوں کے کیمیاوی مادے باقی رہ جائیں گے جن سے اس کا جسم بنا ہوا ہے۔

جنسی جذبات انسان کی عظیم تخلیقی قوت ہیں' یہ فرد کی انا کی اہم ترین حصہ ہیں۔ جنسی جذبات اور انا صرف اس وجہ سے بری شہرت کے حامل ہیں کیونکہ دونوں کا اطلاق تباہ کن انداز میں بھی تعمیری انداز میں بھی ناممکن ہے ل۔ اور انسانی تاریخ کی ابتدا ہی سے جاہل افراد ان دونوں کا غلط استعمال کرتے آئے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تہذیب یافتہ لوگ ان کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

ایک انا پرست شخص جو انا کے بے جا اظہار سے اپنے آپ کو ایک ناگوار شخصیت کے طور پر پیش کر رہا ہوتا ہے دراصل وہ یہ نہیں جانتا کہ انا کو کس طرح مثبت انداز میں استعمال کرتے ہوئے اس سے تعمیری کام بھی لیا جا سکتا ہے۔

شیخی بازی اور نفس پرستی کے بجائے ہم اگر اپنی انا کا استعمال اپنی امیدوں' خواہشات' مقاصد' ولولوں اور منصوبوں کی تکمیل کے لیے کرتے ہیں تو یہ اس کا تعمیری اطلاق ہوگا۔ وہ شخص جس نے اپنی انا کو قابو میں رکھا ہوتا ہے اس کا نصب العین

''الفاظ میں عمل' ہوتا ہے۔

عظیم بننے کی، تسلیم کیے جانے کی اور ذاتی قوت کا مالک ہونے کی خواہش ایک صحت مند خواہش ہے لیکن اپنی عظمت کا بیجا اور کھلم کھلا اظہار اس بات کی علامت ہے کہ آپ اپنی انا پر تسلط یا غلبہ حاصل نہیں کر سکے' بلکہ آپ نے اسے اجازت دے دی ہے کہ یہ آپ پر غلبہ حاصل کر لے۔ یقین کریں کہ عظمت کا اس قسم کا اظہار محض ایک چغہ ہے جس میں آپ اپنے خوف اور احساس کمتری کو چھپائے ہوئے ہیں۔

انا اور ذہنی رویہ

اپنی انا کی اصل نوعیت کو سمجھ جائیں تو آپ ماسٹر ذہن کی حقیقی اہمیت کو جان جائیں گے۔ آپ اس حقیقت کو بھی پا جائیں گے کہ آپ کے لیے زیادہ سے زیادہ قابل قدر خدمات انجام دینے کیلیے ضروری ہے کہ آپ کے ماسٹر ذہن اتحاد کے ممبران آپ کی امیدوں' اہداف اور مقاصد کے ساتھ مکمل اتفاق کرتے ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی انداز میں بھی آپ سے اختلاف نہ رکھتے ہوں۔ وہ آپ کے اہم مقصد کے حصول کے لیے اپنی خواہشات اور اپنی شخصیات کو مکمل طور پر آپ کی ماتحتی میں دینے کے لیے رضامند ہوں۔

ان کا آپ پر اور آپ کی دیانتداری پر پورا یقین ہونا ضروری ہے اور ضروری ہے کہ آپ کا احترام کرتے ہوں۔ یہ آپ کی اچھائیوں کی قدر کرتے ہوں اور آپ کی کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہوں۔ ضروری ہے کہ یہ آپ کو اپنے آپ میں رہنے کا موقع دینے کو تیار ہوں اور آپ ہمہ وقت اپنے انداز سے زندگی بسر کر سکیں۔ اور آخر میں یہ بات ضروری ہے کہ آپ سے کسی نہ کسی قسم کا فائدہ حاصل کرتے ہوں] جو آپ کو ان کے لیے ایسا ہی فائدہ مند بناتا ہو جیسے یہ آپ کے لیے فائدہ مند ہیں۔

آخر میں بیان کی گئی بات پر عمل نہ کرنے سے آپکے ماسٹر ذہن اتحاد کی قوت دم توڑ جائے گی۔

لوگوں کے باہم ایک دوسرے سے تعلقات جس حیثیت سے بھی ہوں ان کے باہمی میل جول کی وجہ کوئی محرک یا محرکات ہوتے ہیں۔ کسی غیر معین یا مبہم تحریک کی بنیاد پر تعلق استوار نہیں ہو سکتا۔ اس حقیقت کو سمجھنے میں ناکامی کی قیمت بہت سے لوگ غربت اور امارت میں فرق کی صورت میں ادا کر چکے ہیں۔

آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون وہ طاقت ہے جو انا کو اپنے تسلط میں لاکر اس کو وہ مادی لباس عطا کرتی ہے جو ان خیالات کے ہم پلہ ہوتا ہے جنہوں نے اس انا کو تشکیل دیا ہوتا ہے۔ یہ قانون انا کو کوئی معیار یا مقدار مہیا نہیں کرتا بلکہ یہ محض اس کو تشکیل دینے والے خیالات کو لیتا ہے اور ان کو ان کے ہم پلہ مادی عنصر میں تبدیل کر دیتا ہے۔

بڑی کامیابیاں حاصل کرنے والے لوگ ہمیشہ وہ ہوتے ہیں جو دانستہ طور پر اپنی اناؤں کو پالتے پوستے ہیں، انہیں شکل دیتے ہیں اور ان پر اختیار حاصل کرتے ہیں اور اپنے کام کا کوئی حصہ بھی قسمت، اتفاق یا زندگی کے اتار چڑھاو پر نہیں چھوڑتے۔

ہر آدمی اپنی انا کو تشکیل دینے پر اختیار رکھتا ہے لیکن اس کے بعد کیا ہوتا ہے اسے اس کے بارے میں کسی کام یا تردد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک کسان کو زمین میں بیج بو دینے کے بعد اس بات کا تردد نہیں ہوتا کہ بیج کے ساتھ کیا ہو رہا ہے یا اسے اس سلسلے میں کوئی مزید کام کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

آفاقی ''پختگی عادت'' کا ناقابل تبدیل قانون ہر زندہ چیز کو اس کی نسل کے مطابق دوام بخشتا ہے اور یہ اس تصویر کو جو انسان اپنی انا پر نقش کرتا ہے اس کے ہم پلہ مادی عنصر میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ کام وہ اسی قطعیت سے کرتا ہے جس قطعیت سے شاہ بلوط کے بیج سے شاہ بلوط کا درخت اگاتا ہے اور اسے سوائے وقت کے کسی بھی بیرونی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ان بیانات سے صاف ظاہر ہے کہ ہم صرف انا کی دانستہ تشکیل اور اس پر اختیار

حاصل کرنے کی حمایت نہیں کر رہے بلکہ ہم واضح الفاظ میں یہ انتباہ بھی کر رہے ہیں کہ کوئی شخص بھی انا پر اس قسم کے اختیار کے بغیر کسی میدان میں بھی ترقی نہیں کر سکتا۔

اس لیے اس بارے میں کسی قسم کا شک نہیں رہنا چاہیے کہ "پوری طرح پروان چڑھی ہوئی انا" سے کیا مراد ہے۔ یہاں ہم مختصر طور پر ان عناصر کا ذکر کر رہے ہیں جو اس کو پروان چڑھانے میں مددگار ہو سکتے ہیں۔

اول' آپ کو لازماً ایک یا زائد افراد کے ساتھ اتحاد کرنا ہو گا جو اپنے ذہنوں کو آپ کے ذہن کے ساتھ ایک قطعی مقصد کے حصول کے لیے مکمل ہم آہنگی کے جذبے کے ساتھ مربوط کرنے کو تیار ہوں اور یہ اتحاد مسلسل اور سرگرم ہونا ضروری ہے۔

اس کے علاوہ اتحاد اس ایسے افراد پر مشتمل ہونا چاہیے جنکی ذہنی صلاحیتیں' تعلیم' جنس اور عمر اتحاد کے مقصد کے حصول میں مدد فراہم کرنے کے لیے مناسب ہوں۔ مثال کے طور پر اینڈریو کارنیگی کے ماسٹر ذہن اتحاد بیس سے زائد افراد پر مشتمل تھا۔ جن میں سے ہر ایک اتحاد میں ایک ذہنی صلاحیت' تجربہ' تعلیم اور علم لے کر آتا تھا۔ جن کا اتحاد کے مقصد سے براہ راست تعلق تھا اور یہ اتحاد کے کسی دوسرے رکن سے میسر نہیں آ سکتا تھا۔

دوم' اپنے آپ کو ساتھیوں کے اثر کے نیچے رکھتے ہوئے آپ کو لازماً کوئی قطعی منصوبہ تیار کرنا ہو گا جس کے ذریعے اتحاد کا ہدف حاصل ہو سکے' اور اس منصوبے کو عمل میں لانے کے لیے اقدامات کرنا ہوں گے۔ یہ منصوبہ ایک ملا جلا منصوبہ ہو سکتا ہے جسے ماسٹر ذہن گروہ کے تمام ارکان کی مشترکہ کوششوں سے تشکیل دیا ہو۔

اگر منصوبہ غیر موثر اور نامناسب محسوس ہوتا ہے تو اس میں مناسب اضافہ کیا جانا چاہیے یا کسی دوسرے منصوبے میں تبدیل کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ ایک ایسا منصوبہ حاصل ہو جائے جو کام کرے۔ لیکن اتحاد کے مقصد میں کوئی تبدیلی نہیں آنی چاہیے۔

سوم، آپ کو ہر ایسے شخص یا حالات سے بچنا ہوگا جن کے بارے میں ذرا سا بھی شائبہ پایا جائے کہ ان کے اثرات سے آپ اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتے ہیں یا اپنے آپ کو اپنا مقصد حاصل کرنے کے قابل محسوس نہیں کرتے۔ مثبت انا منفی حالات میں پروان نہیں چڑھتی۔ یہ وہ مقام ہے جہاں حالات سے سمجھوتہ کرنے یا ناکامی کا سامنا کرنے کا کوئی جواز موجود نہیں۔ یہ عمل کامیابی کے امکان کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔

آپ کو اپنے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جو آپ پر کسی قسم کا بھی منفی اثر مرتب کر رہے ہوں ایک واضح حد بندی کرنا ہوگی اور ایسے لوگوں کے خلاف سختی کے ساتھ دروازہ بند کرنا ہوگا خواہ ماضی میں ان کے ساتھ آپ کے کتنے ہی دوستانہ تعلقات کیوں نہ رہے ہوں یا ان کے ساتھ کسی خونی رشتے کی مجبوری ہو۔

چہارم، آپ کو ہر اس خیال اور ماضی کے ہر اس تجربے کے خلاف سختی سے دروازے بند کرنا ہوں گے جس کی یاد سے آپ اپنے آپ کو کمتر یا ناخوش محسوس کرتے ہوں۔ ماضی کے ناخوشگوار تجربات کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہوئے ایک مضبوط اور جاندار انا کو پروان نہیں چڑھایا جا سکتا۔ ایک جاندار انا ابھی تک حاصل نہ ہو سکنے والے اہداف کی امیدوں اور خواہشات پر پھلتی اور پھولتی ہے۔

خیالات وہ تعمیری بلاکس ہیں جن سے انسانی انا تعمیر ہوتی ہے۔ آفاقی ''پختگی عادت'' وہ سیمنٹ ہے جو پختہ عادات کے ذریعے ان تعمیری بلاکس کو آپس میں پختگی سے جوڑتا ہے۔ جب کام ختم ہو جاتا ہے تو یہ تعمیر ہونے والی عمارت پوری تفصیل کے ساتھ ان خیالات کی ترجمانی کر رہی ہوتی ہے جو اس کی تعمیر میں استعمال ہوئے ہوتے ہیں۔

پنجم، آپ کو اپنے ارد گرد تمام ممکنہ وسائل جمع کر لینے چاہئیں جو آپ کے ذہن پر اس انا کی نوعیت اور مقصد کا نقش مرتب کر دیں جس کو آپ پروان چڑھا رہے ہیں۔

مثال کے طور پر ایک مصنف کو اپنے تصنیف والے کمرے کو ایسی تصاویر اور اپنے موضوع سے تعلق رکھنے والے ایسے مصنفین کی کتابوں سے مزین کرنا چاہیے جن کے کام کو وہ بہت زیادہ پسند کرتا ہو۔ اس کو ایسے تمام ذرائع بروئے کار لانے چاہئیں جو اس کی ٹھیک وہ تصویر پیش کرنے کی توقع رکھتا ہے اس کی انا تک پہنچا دیں۔ کیونکہ یہی تصویر وہ نمونہ ہوتی ہے جو آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون حاصل کرتا ہے اور اسے اس کے ہم پلہ مادی عناصر میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ششم: ایک مناسب طور پر پروان چڑھائی گئی انا ہر وقت فرد کے قانون میں رہتی ہے۔ انا کی اس قدر افراط نہیں ہونی چاہیے جو انا پرستی کی جانب لے جائے جس سے کچھ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہیں۔

انا پرستی کا اظہار دوسروں پر طاقت کے ذریعے اختیار حاصل کرنے کی مجنونانہ خواہش کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس قسم کے آدمیوں کی نمایاں مثالیں ایڈولف ہٹلر، بینیٹو مسولینی اور قیصر ہیں۔

انا کو پروان چڑھاتے وقت آپ کا نصب العین یہ ہونا چاہیے ''کسی بھی چیز کا نہ تو بہت زیادہ اور نہ ہی بہت کم''۔ جب لوگوں میں دوسروں پر اختیار حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے یا بہت زیادہ دولت جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں جس کو وہ تعمیری طور پر استعمال نہیں کر سکتے یا نہیں کرتے وہ خطرناک زمین پر چل رہے ہوتے ہیں۔ اس قسم کی قوت اپنے آپ ہی بڑھتی چلی جاتی ہے اور جلد ہی قابو سے باہر ہو جاتی ہے۔

قدرت نے انسان کو سیفٹی والو مہیا کیا ہوا ہے جس کے ذریعے وہ انا سے ہوا نکال دیتی ہے اور جب انسان انا کو پروان چڑھاتے ہوئے خاص حدود سے تجاوز کر جاتا ہے تو یہ اس کے اثر کے دباؤ کو کم کر دیتا ہے۔ ایمرسن اسے ''قانون صلہ'' کا نام دیتا ہے لیکن یہ جو کچھ بھی ہے یہ ناقابل تبدیل قطعیت کے ساتھ کام کرتا ہے۔

نپولین بونا پارٹ اپنی کچلی ہوئی انا کے باعث اس دن مرنا شروع ہو گیا تھا جس دن اس نے ہیلینا جزیرے پر قدم رکھے تھے۔

وہ لوگ جو ایک سرگرم زندگی بسر کرنے کے بعد کام چھوڑ دیتے ہیں اور ہر قسم کی سرگرمی سے دستبردار ہو جاتے ہیں وہ عام طور پر ناکارہ ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد جلد مر جاتے ہیں۔ اگر وہ زندہ رہیں تو عام طور پر ایک قابل رحم اور ناخوش زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک صحت مند انا وہ ہوتی ہے جو ہمیشہ استعمال میں اور قابو میں رہے۔

ہفتم' انا ہمیشہ آپ کے خیالات اور عادات کے مطابق اچھی یا بری صورت میں مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ آپ پر یہ تبدیلیاں مسلط کرنے والے دو عناصر وقت اور آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون ہیں۔

پروان چڑھنے کے لیے وقت

یہاں میں آپ کی توجہ وقت کی اہمیت کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو کہ آفاقی ''پختگی عادت'' کے عمل میں ایک اہم عامل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس طرح زمین میں بوئے گئے بیج کو اگنے' پروان چڑھنے اور تنومند درخت بننے کے لیے وقت درکار ہوتا ہے' اسی طرح خیالات' خواہشات اور نظریات کو جو ذہن کی سطح پر کاشت کیے جاتے ہیں انہیں ایک حتمی وقت درکار ہوتا ہے جس دوران آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون انہیں زندگی اور عمل عطا کرتا ہے۔

ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جو بتا سکے یا درست تعین کر سکے کہ ایک خواہش کو اپنے ہم پلہ مادی شکل میں تبدیل ہونے کے لیے کتنا وقت درکار ہو گا۔ خواہش کی نوعیت وہ حالات جن کا اس خواہش کے ساتھ تعلق ہے اور خواہش کی شدت غالباً وہ عناصر ہیں جو اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ ایک خیال کے مرحلے کو مادی مرحلے میں تبدیل ہونے میں کتنا وقت لگے گا۔

وہ ذہنی کیفیت جسے ''یقین'' کے نام سے جانا جاتا ہے کسی خیال کو اس کی ہم پلہ

مادی صورت میں تبدیل کرنے کے لیے اس قدر سازگار ہوتی ہے کہ یہ اکثر اوقات یہ تبدیلی فوری طور پر انجام دے سکتی ہے۔

انسان جسمانی طور پر تقریباً بیس سال میں بلوغت کو پہنچتا ہے۔ لیکن ذہنی طور پر، جس کا مطلب انا ہے، بلوغت حاصل کرنے کے لیے اسے پینتیس سے ساٹھ سال درکار ہوتے ہیں۔ اس حقیقت سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ کیوں لوگ شاذ و نادر پچاس سال کی عمر میں پہنچ کر فراوانی کے ساتھ مادی دولتیں اکٹھی کرنا یا دوسرے میدانوں میں شاندار کامیابیاں حاصل کرنا شروع کرتے ہیں۔

وہ انا جو انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ بے شمار دولت اکٹھی کر سکے اور اسے برقرار رکھ سکے ایسی انا ہوتی ہے جس نے خود اعتمادی، مقصد کی قطعیت، ذاتی پیش قدمی، تخیل، پرکھنے کی صلاحیت اور دوسری خصوصیات کے ذریعے ضبط نفس حاصل کیا ہوتا ہے۔ اس کے بغیر کوئی انا بھی بہتات کے ساتھ دولت حاصل کرنے اور اسے برقرار رکھنے کے قابل نہیں ہو سکتی۔

یہ خصوصیات وقت کے موزوں استعمال سے حاصل ہوتی ہیں۔ غور کیجیے ہم نے یہ نہیں کہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ آجاتی ہیں۔ آفاقی ''پختگی عادت'' کے عمل سے ہر فرد کے خیالات خواہ منفی ہوں یا مثبت، خواہ یہ امارت کے ہوں یا غربت کے اس کی انا کے نمونے بن جاتے ہیں۔ اور یہاں ایک مستقل صورت اختیار کرتے ہیں جو اس کے روحانی اور جسمانی مرتبے اور حیثیت کا تعین کرتے ہیں۔

کامیابی اور انا کا کردار

1929ء کی کساد بازاری کی ابتداء میں ایک چھوٹے سے بیوٹی سیلون کی مالکہ نے اپنے کاروبار کی جگہ پر ایک پچھلا کمرہ ایک بوڑھے شخص کو دے دیا جسے سونے کے لیے جگہ چاہیے تھی۔ اس آدمی کے پاس کوئی پیسے نہ تھے لیکن وہ کاسمیٹکس تیار کرنے کا علم رکھتا تھا۔

سیلون کی مالکہ نے اسے سونے کے لیے جگہ دی اور اُسے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اپنے کمرے کا کرایہ کاسمیٹکس تیار کر کے ادا کر سکے جو وہ اپنے گاہکوں کے لیے استعمال کرتی تھی۔

جلد ہی دونوں میں ماسٹر ذہن اتحاد پیدا ہو گیا اور انہیں معاشی استحکام حاصل ہونے لگا۔ پہلے انہوں نے کاروباری شراکت اختیار کی اور تیار شدہ کاسمیٹکس گھر گھر بیچنے شروع کیے۔ خاتون نے خام مال کے لیے پیسے مہیا کرتی اور آدمی کام کرتا۔

چند سالوں بعد ماسٹر ذہن تعلقات ان کے لیے اس قدر سود مند ثابت ہوئے کہ انہوں نے ان تعلقات کو شادی کے ذریعے مزید مضبوط بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اگرچہ ان دونوں کی عمروں میں پچیس سال کا تفاوت پایا جاتا تھا۔

آدمی نے اپنی جوانی کا بہت زیادہ عرصہ کاسمیٹکس کے کاروبار میں صرف کیا تھا لیکن کبھی بھی کامیابی نہ حاصل کر سکا تھا۔ نوجوان خاتون نے محض اپنے رہائشی کمرے میں بیوٹی سیلون کھول رکھا تھا۔ ان دونوں کے خوشگوار ملاپ نے ان دونوں کو ایسی قوت عطا کی جس کا تجربہ انہیں اپنی گزشتہ زندگی میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ اور وہ مالی کامیابی حاصل کرنے لگے۔

کساد بازاری کی ابتدا میں وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں کاسمیٹکس تیار کرتے تھے اور انہیں گھوم پھر کر گھروں میں فروخت کرتے تھے۔ کساد بازاری کے اختتام پر تقریباً آٹھ سال بعد وہ اپنے کاسمیٹکس ایک بڑی فیکٹری میں تیار کر رہے تھے جو انہوں نے مکمل ادائیگی کر کے خریدی تھی۔ اور تقریباً ایک سو سے زائد ملازم وہاں کام کر رہے تھے۔ اور چار ہزار سے زائد نمائندے انکی مصنوعات پورے ملک میں فروخت کر رہے تھے۔

اس عرصے کے دوران انہوں نے بیس لاکھ ڈالر اکٹھے کیے باوجود اس کے کہ وہ کساد بازاری کے دور میں کام کرتے رہے تھے۔ جب کاسمیٹکس جیسی عیاشی کی اشیا

بچنا قدرتی طور پر ایک مشکل کام تھا۔

اپنی باقی ماندہ زندگی انہوں نے روپے پیسے کی محتاجی سے نجات حاصل کرلی تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے یہ کامیابی عین اسی علم اور انہی مواقعوں کے بل بوتے پر حاصل کی تھی جو انہیں اپنے ماسٹر ذہن اتحاد قائم کرنے سے پہلے بھی میسر تھے اور دونوں ہی غربت کا شکار تھے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان دو دلچسپ افراد کے ناموں سے بھی آپ کو آگاہ کیا جائے' لیکن ان کے اتحاد کے حالات اس تجزیے کی نوعیت جو ہم اب پیش کرنے والے ہیں اس امر کی اجازت نہیں دیتے۔ لیکن ہم ان ذرائع کو بیان کرنے میں آزاد ہیں جنکے بارے میں وہ خیال کرتے ہی کہ یہ ان کی شاندار کامیابی کی وجہ ہیں۔ ان کے باہمی تعلقات کا باریک بینی سے مشاہدہ کرسکتے ہیں تاکہ حقائق کی درست تصویر پیش کرنے میں کسی قسم کے تعصب کا شکار نہ ہوسکیں۔

ان دونوں افراد کو باہم ایک دوسرے کے قریب لانے اور ماسٹر ذہن اتحاد قائم کا اصل محرک ظاہر ہے معاشی نوعیت کا تھا۔ عورت اس سے پہلے ایک مرد سے شادی کرچکی تھی جو مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے اسے اس وقت چھوڑ کر چلا گیا تھا جب اس کا بچہ ابھی دودھ پیتا تھا۔ آدمی کی بھی اس سے پہلے شادی ہوچکی تھی۔

اس بات کا معمولی سا شائبہ تھی موجود نہیں کہ ان کی شادی کا محرک آپس کی محبت ہو۔ اس کا محرک صرف معاشی خوشحالی حاصل کرنے کا مشترکہ جذبہ تھا۔

کاروبار پر اور اس وسیع وعریض گھر میں جس میں یہ جوڑا رہائش پذیر ہے بوڑھے آدمی کو مکمل تسلط حاصل ہے۔ جوکہ سنجیدگی سے یہ سمجھتا ہے کہ یہ دونوں اسی کی محنت کا نتیجہ ہیں۔

ان کا گھر بہت قیمتی اشیا سے آراستہ ہے لیکن گھر کے ''آقا اور مالک'' کی اجازت کے بغیر کسی بھی شخص کو حتی کہ مہمانوں کو بھی اجازت نہیں کہ وہ پیانو کا ڈھکنا اٹھاسکیں یا

مہمانوں کے کمرے میں موجود کسی کرسی یا مسند پر بیٹھ سکیں۔

ڈائننگ روم انتہائی قیمتی آرائشی فرنیچر سے مزین ہے۔ جس میں ایک لمبا ڈائننگ ٹیبل بھی شامل ہے جو شاہی دعوتوں کے لیے موزوں ترین ہے' لیکن خاندان کو دوسرے کسی موقعے پر بھی اسے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ وہ ناشتے کے کمرے میں کھانا کھاتے ہیں اور میز پر کوئی ایسا کھانا نہیں رکھا جا سکتا جو آقا کی پسند کا نہ ہو۔

باغات کی دیکھ بھال کے لیے ایک مستقل مالی مقرر ہے لیکن گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر کوئی شخص ایک پھول بھی توڑنے کا مجاز نہیں۔

عام گھریلو گفتگو جو اکثر گھروں میں ہوتی ہے وہ صرف گھر کے مالک کی سخت نگرانی ہی میں ممکن ہے۔ اور کسی کو بھی اس میں مداخلت کرنے' سوال کرنے یا رائے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں' جب تک وہ خود کسی کی رائے طلب نہ کرے۔ اس کی بیوی کبھی کوئی بات نہیں کرتی جب تک اسے واضح الفاظ میں بات کرنے کو نہ کہا جائے۔ اور پھر بھی اس کی گفتگو بڑی مختصر اور نپی تلی ہوتی ہے تاکہ کوئی بات اس کے مالک کو ناگوار نہ گزرے۔

کاروبار مشترکہ ہے اور آدمی کمپنی کا صدر ہے۔ اس کا ایک بہت بڑا دفتر ہے جس میں ایک ہاتھ کی مینا کاری والا میز اور بہت زیادہ گدیلے دار کرسی ہے۔

دیوار پر اسکے میز کے بالکل سامنے اس کی ایک اپنی بڑی سی تصویر آویزاں ہے جسے وہ بعض اوقات گھنٹوں تعریفی نگاہوں سے گھورتا رہتا ہے۔

جب وہ اپنے کاروبار کے بارے میں بات کرتا ہے خاص طور پر اس کامیابی کا ذکر کرتا ہے جو اس نے ملک کی بدترین کساد بازاری کے دور میں حاصل کی۔ آدمی کاروبار کی تمام تر کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھتا ہے اور اس سلسلے میں اپنی بیوی کا نام کبھی بھی نہیں لیتا۔

جبکہ بیوی بھی روزانہ کام پر جاتی ہے۔ اس کا کوئی دفتر یا میز نہیں جہاں وہ بیٹھ سکے۔ وہ عام طور پر کارکنوں کے درمیان ادھر ادھر گھومتی ہوئی ملتی ہے یا کسی ایک لڑکی کے پاس کھڑی ہو کر بے پروائی کے ساتھ پیکنگ میں اس کی مدد کرتی نظر آئے گی۔

آدمی کا نام ہر اس چیز پر لکھا ہوا ہے جو فیکٹری سے باہر جاتی ہے اور مال تقسیم کرنے والے ٹرکوں پر اس کا نام بڑے بڑے حروف میں لکھا ہوا ہے۔ اس کا نام ہر مصنوعات کے لٹریچر پر درج ہے اور ہر اشتہار میں جو شائع ہوتا ہے شامل ہے۔ بیوی کا نام کہیں بھی نظر نہیں آتا۔

آدمی یقین رکھتا ہے کہ اس نے یہ کاروبار استوار کیا ہے اور وہ ہی اس کو چلا رہا ہے اور یہ کہ اس کے بغیر یہ کاروبار نہیں چل سکے گا۔ معاملے کی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس کی انا نے یہ کاروبار استوار کیا اور وہی اس کو چلا رہی ہے۔ اور کاروبار میں اس کی عدم موجودگی تھی ایسی ہی کامیابی یا شاید اس سے بہتر انداز میں چل سکتا ہے۔ کیونکہ اس بات کا مکمل جواز موجود ہے کہ اس کی انا کو تشکیل دینے والی اس کی بیوی ہے اور وہ یہی کام ان ہی حالات میں کسی بھی دوسرے شخص کے لیے انجام دے سکتی ہے۔

تحمل، دانشمندی اور ایک مقصد کو ذہن میں رکھتے ہوئے اس شخص کی بیوی نے اپنی شخصیت کو مکمل طور پر اپنے خاوند میں مدغم کر دیا تھا۔ اور قدم بہ قدم اس نے اس کی انا کو ایسی خوراک سے پروان چڑھایا جس نے اس احساس کمتری کے تمام نشان مٹا دیے تھے جو اس کی زندگی بھر کی ناکامیوں اور محرومیوں کی پیداوار تھا۔ اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اپنے خاوند کو یہ باور کرا دیا تھا کہ وہ کاروبار کا بادشاہ ہے۔

اس ہوشیار عورت کے زیر اثر آنے سے پہلے وہ جس درجے کی انا کا مالک تھی وہ فاقوں کی وجہ سے مر چکی تھی۔ اس نے اس کی انا کو دوبارہ زندگی بخشی، اس کی پرورش کی اور اس کی سنگی فطرت اور کاروباری اہلیت کی عدم موجودگی کے باوجود اسے اس

طرح سے پروان چڑھایا کہ اس کی استعداد اور قوت میں حیران کن اضافہ ہوگیا۔

حقیقت میں اس کی ہر کاروباری حکمت عملی، ہر کاروباری چال اور ہر کاروباری پیش قدمی اس کی بیوی کے فکر اور سوچ کی پیداوار تھی۔ جو اس نے اس ہوشیاری کے ساتھ اپنے خاوند کے ذہن میں نقش کر دی تھی کہ اسے خود بھی اس بات کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ حقیقت میں وہ کاروبار کا اصل ذہن تھی اور اس کا خاوند محض ایک پر فریب نمائش تھی۔ لیکن یہ ایک ناقابل شکست اتحاد تھا جیسا کہ انکی نمایاں مالی کامیابیوں سے ظاہر تھا۔

جس انداز میں اس خاتون نے اپنے آپ کو مکمل طور پر پس منظر میں رکھا ہوا تھا وہ نہ صرف اس کے ضبط نفس کا ایک شاندار ثبوت تھا بلکہ اسکی بے پناہ دانش کا بھی ثبوت تھا کیونکہ غالباً وہ جانتی تھی کہ وہ تنہا اکیلی یا کسی دوسرے طریقے سے یہ نتائج حاصل نہیں کر سکتی۔

اس عورت کی رسمی تعلیم واجبی سی تھی اور ہم وثوق سے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے کہاں سے اور کس طرح انسانی ذہن کی کارکردگی کے بارے میں یہ سارا علم حاصل کیا تھا۔ جس سے تحریک پا کر اس نے اپنی ساری شخصیت کو اپنے خاوند میں مدغم کر دیا تھا۔ تاکہ اس میں اس انا کو پروان چڑھا سکے جس کا وہ اس وقت مالک تھا شاید وہ فطری وجدان جو بہت سی خواتین رکھتی ہیں اس کے کامیاب عمل کا ذمہ دار تھا۔ جو بھی تھا اس نے مکمل کام دکھایا اور اس کے نتیجے میں اسے وہ معاشی تحفظ حاصل ہوگیا جس کی وہ خواہاں تھی۔

انا کی دیکھ بھال اور پالنا پوسنا

اب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ غربت اور امارت میں اصل فرق محض اس انا کے درمیان جو احساس کمتری کے غلبہ میں ہے اور اس انا کے درمیان جو احساس برتری کے غلبہ میں ہے فرق ہے۔ یہ بوڑھا آدمی ایک بے گھر مفلس کی موت مر گیا ہوتا اگر

ایک ہوشیار عورت اپنے ذہن کو اس کے ذہن میں مدغم کرتے ہوئے اس کی انا کو وہ خوراک مہیا نہ کرتی جس کے نتیجے میں اسے دولت حاصل کرنے کی اپنی صلاحیت پر یقین محکم پیدا ہوا ہے۔

یہ ایک وہ نتیجہ ہے جس سے کوئی فرار ممکن نہیں۔ اس کے علاوہ یہ ان بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال ہے جو ثبوت کے ساتھ پیش کی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی میں کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُسے اپنی انا کو اسی انداز میں خوراک مہیا کرنا ہوگی اسے منظم کرنا ہوگا اور اس کا ایک رخ ایک واضح مقصد کی جانب موڑنا ہوگا

۔

چابی آپ کے ہاتھ میں ہے

اب اپ کو اس فلسفے کے سترہ اصولوں میں موجود وہ سب کچھ مل چکا ہے جو ماسٹر چابی حاصل کرنے کے لیے درکار یا ضروری ہے۔

اب آپ کے پاس تمام تر عملی علم آ چکا ہے جو انسانی تہذیب کی ابتدا سے لے کر اب تک کامیاب آدمی استعمال کرتے رہے ہیں

یہ ایک مکمل فلسفہ زندگی ہے جو ہر انسان کی ضروریات کے لیے کافی ہے۔ اس میں تمام انسانی مسئل کے حل کا راز موجود ہے۔ اور یہ ایسے الفاظ اور ایسے انداز سے بیان کیا گیا ہے کہ ادنیٰ ترین شخص بھی اسے

بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

ہوسکتا ہے آپ بین الاقوامی شہرت کے متمنی نہ ہوں۔ لیکن آپ اپنے آپ کو اس قدر مفید بنانے کی تمنا تو کر سکتے ہیں کہ دنیا میں کم از کم وہ مقام تو حاصل کر لیں جس کی آپ کی انا خواہشمند ہے' اور اس قدر تمنا رکھنی بھی چاہیے۔

ہر آدمی ان لوگوں کی طرح بننے کا خواہشمند ہوتا ہے جنہوں نے اس کی انا پر سب سے زیادہ اثر ڈالا ہوتا ہے۔ ہم سب نقل اتارنے والی مخلوق ہیں اور فطری طور پر اپنی

پسندیدہ شخصیات کی نقل اتارنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک فطری رجحان ہے اور وہ آدمی حقیقت میں خوش قسمت ہے جس کی پسندیدہ شخصیت یقین محکم کا حامل انسان ہوتا ہے۔ کیونکہ عظیم شخصیات سے عشق آپ کے اندر وہ خصوصیات پیدا کر دیتا ہے جو خصوصیات ان عظیم شخصیات میں موجود ہوتی ہیں۔

آخر میں انا کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے لب لباب کو سمیٹتے ہوئے اپنی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کرتے ہیں کہ انا ذہن کے اس ذرخیز باغیچے کی نمائندگی کرتی ہے جس میں ہم اپنے ان تمام محرکات کو پروان چڑھا سکتے ہیں جو متحرک یقین کو ابھارتے ہیں یا اس عمل کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اپنی اس زرخیز زمین کو خوف شک اور تذبذب کی منفی فصل کے لیے کھلا

چھوڑ دیتے ہیں جو ناکامی کی طرف لے کر جاتی ہے۔

دنیا میں آپ کتنی جگہ گھیرتے ہیں یہ اب آپ کا اپنا انتخاب ہے۔ دولت کی ماسٹر چابی اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ اخری گیٹ کے سامنے کھڑے ہیں جو آپ کے اور آپ کی کامیابی کے درمیان حائل ہے۔ یہ گیٹ آپ کے مطالبے کے بغیر آپ کے لیے نہیں کھلے گا۔ اس فلسفے کے سترہ اصولوں کو اپناتے ہوئے آپ کو لازماً ماسٹر چابی استعمال کرنا ہوگی۔

اب زندگی کا ایک مکمل فلسفہ آپ کے ہاتھ میں ہے جو ہر انفرادی مسئلے کے حل کے لیے کافی ہے۔

یہ اصولوں پر مبنی فلسفہ ہے۔ اس کے اصولوں کے بہت سے مجموعے بے شمار نوجوانوں کو مختلف پیشوں اور میدانوں میں کامیابی سے ہمکنار کر چکے ہیں۔ اگرچہ بہت سے لوگوں نے ان سترہ اصولوں کو کامیابی کے ساتھ استعمال کیا ہوگا لیکن وہ ان ناموں سے واقف نہیں ہوں گے جو ہم نے ان کو دیے ہیں۔

کامیابی کا کوئی بھی ضروری عنصر نظر انداز نہیں کیا گیا۔ یہ فلسفہ ان سب کا احاطہ کرتا

ہے اور ان کو ایسے الفاظ و تشبیہات کی مدد سے بیان کیا گیا ہے جن کو لوگوں کی اکثریت سمجھتی ہے۔

یہ ٹھوس مادی حقائق پر مبنی فلسفہ ہے جس میں مجرد خیالات کو شاذ و نادر کہیں کہیں استعمال کیا گیا ہے جہاں ان کی ضرورت محسوس کی گئی ہے۔ یہ نصابی اصلاحات اور محاوروں سے پاک ہے جو عام شخص کو محض پریشان کرنے کا موجب بنتی ہیں۔

اس فلسفے کا مجموعی مقصد کسی شخص کو معاشی اور روحانی دونوں طرح سے جہاں وہ کھڑا ہے وہاں سے اٹھا کر اس جگہ پہنچانا ہے جہاں وہ جانا چاہتا ہے۔ اس طرح یہ فرد کو ایک خوشحال زندگی سے لطف اندوز ہونے کے لیے تیار کرتا ہے جو کہ حقیقتاً خالق کائنات کی اصل منشا ہے۔

یہ فلسفہ فرد کو زندگی کی دولتوں کی طرف لے جاتا ہے جن میں زندگی کی دولتوں میں سے اہم ترین بارہ دولتیں اپنے وسیع تر اور حقیقی مفہوم میں شامل ہیں۔

یہ دنیا افلاطون، سقراط، کوپرنیکس، ارسطو کے زمانوں سے لے کر بشمول اسی پائے کے دیگر عظیم مفکرین کے موجودہ دور سے رالف والڈو ایمرسن اور ولیم جیمز تک مجرد فلسفوں سے بھری ہوئی ہے۔

اب دنیا کے پاس ذاتی کامیابی کا مکمل اور ٹھوس فلسفہ ہے جو فرد کو ایسے عملی ذرائع مہیا کرتا ہے جس کی مدد سے وہ اپنے ذہن پر قابو پا سکتا ہے اور اسے ذہنی سکون انسانی تعلقات میں ہم آہنگی، معاشی تحفظ اور خوشگوار زندگی کے حصول کے لیے استعمال کر سکتا ہے۔

ایک معذرت کے طور پر نہیں بلکہ وضاحت کی خاطر میں آپ کو اس حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا کہ ان سترہ اصولوں کے تجزیے کے دوران ان میں سے زیدہ اہم اصولوں کا مسلسل حوالہ دیتے ہوئے ان کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ تکرار محض کافی نہیں ہے۔

یہ عمل جان بوجھ کر کیا گیا ہے اور ایسا کرنا ضروری بھی تھا کیونکہ انسانوں میں عام طور پر یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ نئے خیالات یا پرانے حقائق کی نئی تشریحات کو جلدی قبول نہیں کرتے۔

یہ تکرار سترہ اصولوں کے آپس میں باہمی تعلقات کی وجہ سے بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ آپس میں اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے زنجیر کی کڑیاں ہوتی ہیں۔ ہر اصول اپنے سے پہلے آنے والے اصول اور اپنے سے بعد میں آنے والے اصول کے اندر تک سرایت کرتے ہوئے انکا حصہ بن جاتا ہے۔

آخر میں اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھیں کہ تکرار موثر معلّمی کا بنیادی اصول ہے اور موثر اشتہار بازی کا اصل مغز ہے۔ لہذا نہ صرف اس کا جواز پیدا ہوتا ہے بلکہ ایسا کرنا انسانی ترقی کے ذریعے کے طور پر ضروری بھی ہے۔

جب آپ اس فلسفے کو اپنے ذہن میں سمولیں گے تو آپ لوگوں کی اس اکثریت سے زیادہ تعلیم یافتہ ہو جائیں گے جنہوں نے ماسٹر آف آرٹس کی ڈگری مین گریجوایشن کیا ہوا ہے۔ آپ بہت زیادہ مفید عمل کے حامل ہوں گے جو کہ اس دنیا کے انتہائی کامیاب انسانوں کے تجربات سے اکٹھا کیا گیا ہے۔ اور آپ کو یہ علم ایسی صورت میں پہنچا دیا گیا ہے جسے آپ سمجھ سکتے ہیں اور استعمال کر سکتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیں کہ اس علم کے درست اور مکمل استعمال کی ذمہ داری آپ کی اپنی ہے۔ صرف علم کا حصول کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اصل چیز اس کا استعمال ہوتا ہے۔

☆☆☆

باب 10

ضبطِ نفس

''وہ شخص جو اپنے ذہن پر مکمل اختیار حاصل کرنے کی اہلیت رکھتا ہے وہ دنیا کی ہر چیز پر اختیار حاصل کر سکتا ہے جس کا وہ جائز طور پر حقدار ہے''

(اینڈریو کارنیگی)

اب ہم ان طریقوں کا انکشاف کریں گے جس نے اپنی حیران کن کامیابیوں سے اپنے اس قول کی صداقت کو ثابت کیا ہے۔

وہ لوگ جو اسے اچھی طرح جانتے ہیں' جنہوں نے اس کے بہت نزدیک رہ کر کام کیا ہے' ان کا کہنا ہے کہ اس کے کردار کی سب سے نمایاں خاصیت یہ حقیقت تھی کہ اس نے اوائل عمری سے ہی اپنے ذہن پر مکمل اختیار حاصل کر لیا تھا۔ اور اپنے خیالات کو خود سوچنے کے فطری حق کا کوئی حصہ بھی کبھی ضائع نہیں جانے دیا۔

یہ کیا ہی کامیابی ہو گی اور کس قدر خوش نصیبی ہو گی کہ ہر شخص نیک نیتی سے یہ کہہ سکے گا کہ ''میں اپنی تقدیر کا خود مالک ہوں' میں اپنی روح کا خود کپتان ہوں''۔

خالق کائنات بھی شاید ایسا ہی چاہتا ہے۔

یقیناً وہ یہی چاہتا تھا ورنہ انسان کو صرف ایک قوت پر اختیار رکھنے کے حق تک محدود نہ کیا جاتا' اور وہ اس کے اپنے خیالات کی قوت ہے۔

ہم اپنی ساری زندگی جسم اور روح کی آزادی کی تلاش میں صرف کر دیتے ہیں لیکن آج تک اکثر لوگ اسے حاصل نہیں کر سکے۔ کیوں؟ خالق نے ایسے ذرائع مہیا کر دیئے ہیں جن کی مدد سے لوگ آزاد ہو سکتے ہیں اور ہر شخص کو ان ذرائع تک رسائی مہیا کی گئی ہے۔ اور ہر شخص کے اندر آزادی حاصل کرنے کے شدید جذبے کی جوت جگا دی ہے۔

پھر کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے ہاتھوں سے تعمیر کی گئی جیلوں میں قید ہو کر زندگیاں بسر

کر دیتے ہیں جب کہ دروازے کی چابی بھی بڑی آسانی کے ساتھ ان کی رسائی میں ہوتی ہے؟ غربت کی جیل' خراب صحت کی جیل' خوف کی جیل' جہالت کی جیل۔

جسم اور ذہن کی آزادی ایک آفاقی خواہش ہے جو ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ لیکن صرف چند لوگ ہی اسے حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اکثر لوگ جو اس کو تلاش کر لیتے ہیں وہ ہر جگہ دیکھتے ہیں سوائے ایک اور واحد ذریعے کے جہاں سے یہ حاصل ہو سکتی ہے اور وہ ان کے ''اپنے ذہن کے اندر'' موجود ہے۔

دولتوں کے حصول کی خواہش بھی آفاقی خواہش ہے لیکن بہت سے لوگ زندگی کی حقیقی دولتوں کو دیکھنے کے بھی قابل نہیں ہو پاتے' کیونکہ وہ اس حقیقت سے آگہی حاصل نہیں کر پاتے کہ تمام دولتیں ان کے اپنے ذہن سے شروع ہوتی ہیں۔

انسان اپنی ساری زندگیاں اختیار اور شہرت کی تلاش میں صرف کر دیتے ہیں لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ دونوں کا سرچشمہ ان کے اپنے ذہن کے اندر ہے۔

ذہن کا میکانزم ایک منظم قوت کا گہرا نظام ہے۔ اور اس قوت کو صرف ایک طریقے سے بروئے کار لایا جا سکتا ہے اور وہ ہے ''مکمل ضبط نفس''۔

وہ ذہن جو پوری طرح منضبط ہوتا ہے حتمی مقاصد پر مرتکز ہوتا ہے ایک ایسی ناقابل شکست قوت ہے جو مستقل شکست جیسی کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی۔ یہ شکست کو منظم کرتا ہے اور سے فتح میں بدل دیتا ہے۔ لڑھکتے ہوئے پتھروں کو مستحکم قدمچوں میں تبدیل کر دیتا ہے اپنی گاڑی کو ستاروں کے ساتھ باندھ دیتا ہے اور اپنی خواہشات تک رسائی حاصل کرنے کے لیے کائنات کی قوتوں کو اپنی خدمت میں صف بستہ کر دیتا ہے۔ اور وہ انسان جو ضبط نفس کے ذریعے اپنی ذات پر اختیار حاصل کر لیتا ہے اس پر کوئی دوسری طاقت کبھی بھی اختیار حاصل نہیں کر سکتی۔

ضبط نفس بارہ دولتوں میں سے ایک ہے' لیکن یہ ان سے بڑھ کر ہے۔ یہ تمام

دولتوں بشمول جسم اور ذہن کی آزادی، اختیار اور شہرت اور تمام مادی اشیا جنہیں لوگ دولت کا نام دیتے ہیں کے حصول کی اہم اور اولین شرط ہے۔

یہ واحد ذریعہ ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے ذہن کو قطعی مقصد کے ہدف پر مرتکز کر سکتا ہے یہاں تک کہ آفاقی "پختگی عادت" کا قانون اس مقصد پر تسلط حاصل کر لیتا ہے اور اسے ہم پلہ مادی عنصر میں تبدیل کر دیتا ہے۔

ایک قطعی اہم مقصد کے استقرار میں یہ ایک راہنما قوت ہوتی ہے۔

یہ ایک ثابت قدمی کا وسیلہ ہے اور ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے منصوبوں اور مقاصد کو جاری رکھنے کی عادت کو تشکیل دیتا ہے۔

یہ ایک ایسی قوت ہے جس کی مدد سے سوچ کی تمام عادات صورت پاتی ہیں اور قائم رہتی ہیں حتیٰ کہ آفاقی "پختگی عادت" کا قانون انہیں اپنے تسلط میں لیتے ہوئے ان کے منطقی انجام تک پہنچاتا ہے۔

یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے ذہن پر مکمل اور جامع اختیار حاصل کر لیتا ہے اور اس کا رخ ان اہداف کی طرف پھیرتا ہے جن کے حصول کی اسے تمنا ہوتی ہے۔

یہ ہر قسم کی لیڈر شپ کے لیے ناگزیر ہے۔

اور یہ ایک ایسی قوت ہے جس کی مدد سے ایک شخص اپنے ضمیر کو سازشی کے بجائے معاون اور راہنما پاتا ہے۔

یہ ایک پولیس مین ہے جو ذہن سے تمام خدشات کو پکڑ کر باہر پھینکتا ہے اور یقین کے اظہار کے لیے اسے استعمال کرتا ہے۔

یہ ذہن کو تصورات کے اظہار اور تخلیقی بصیرت کے لیے صاف کرتا ہے۔

یہ تذبذب اور شک کی حالت کا خاتمہ کرتا ہے۔

یہ "خوشحالی کے شعور" کو پیدا کرنے اور اسے برقرار رکھنے میں فرد کی مدد کرتا ہے

جو مادی دولتوں کے حصول کے لیے ضروری ہے اور ''صحت کا شعور'' پیدا کرتا ہے جو کہ جسمانی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے۔

یہ مکمل طور پر اس نظام کے ذریعے کام کرتا ہے جس کے تحت ذہن اپنے فرائض ادا کرتا ہے لہذا آیئے اس نظام کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ ان عناصر کو سمجھ سکیں جن پر یہ مشتمل ہے۔

خیال کے میکانزم سے دس عناصر

ذہن دس عناصر کے ذریعے کام انجام دیتا ہے جن میں سے کچھ تو خودکار ہیں جب کہ کچھ دوسروں کو رضاکارانہ کوشش سے راہنمائی بہم پہنچانی پڑتی ہے۔ ضبط نفس اس راہنمائی کا واحد ذریعہ ہے۔

1۔ عظیم دانش:

یہ خیال کی تمام تر قوت کا سرچشمہ ہے جو خود بخود کام کرتا ہے۔ لیکن اسے مقصد کی قطعیت کے ذریعے منظم اور قطعی اہداف پر مرتکز کرنا پڑتا ہے۔

''عظیم دانش'' کو ہم پانی کے ایک ایسے ذخیرے سے تشبیہ دے سکتے ہیں جو کناروں سے مسلسل چھلک رہا ہو اور اس کی شاخیں چھوٹی ندیوں کی صورت میں ہر سمت جاری ہوں، اور تمام نباتات اور زندہ اجسام کو زندگی عطا کر رہی ہوں۔ وہ ندی جو انسان کو زندگی عطا کرتی ہے اسے خیال کی قوت بھی عطا کرتی ہے۔

انسان کے دماغ کو ہم پانی کی ٹونٹی سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ جب اس ٹونٹی سے پانی بہہ رہا ہوتا ہے تو یہ ''عظیم دانش'' کی نمائندگی کرتا ہے۔ ذہن خیال کی قوت خود پیدا نہیں کرتا۔ یہ محض ''عظیم دانش'' سے قوت حاصل کرتا ہے اور فرد کے جو بھی مقاصد ہوتے ہیں ان کے حصول کے لیے اس کا اطلاق کرتا ہے۔

یاد رکھیں کہ خیال پر اختیار اور اس کے ارتکاز کا استحقاق واحد حق ہے جس پر فرد کو مکمل اختیار عطا کیا گیا ہے۔ وہ اس کو تعمیر اور تخریب دونوں کے لیے استعمال کر سکتا

ہے۔ وہ اس کے مقصد کی قطعیت کی مدد سے کسی خاص سمت میں مرتکز ہو سکتا ہے یا ایسا کرنے کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ انتخاب اس کا اپنا ہوتا ہے۔

اس استحقاق کا استعمال صرف ضبط نفس کے ذریعے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

2۔ شعوری ذہن

انسان کا ذہن دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک کو "ذہن کا شعوری حصہ" کہا جاتا ہے اور دوسرے کو "تحت الشعور کا حصہ" کہا جاتا ہے۔ ماہرین نفسیات ذہن کو پانی میں تیرتے ہوئے برف کے ایک تودے سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جس کے نو حصے پانی کے اندر ہوتے ہیں اور ایک حصہ پانی کے باہر ہوتا ہے۔ پانی سے باہر نظر آنے والا حصہ شعوری حصے کی نمائندگی کرتا ہے اور پانی کے نیچے والا حصہ تحت الشعور والے حصے کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس لیے صاف ظاہر ہے کہ ذہن کا شعوری حصہ جس سے ہم شعوری اور رضا کارانہ طور پر خیال کی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں، سارے ذہن کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے جو ذہن سے حاصل ہونے والی قوت کا دسواں حصہ ہے۔

تحت الشعور والا حصہ خود بخود کام کرتا ہے۔ یہ مادی جسم کی تعمیر اور استحکام کے لیے تمام ضروری فرائض انجام دیتا ہے۔ دوران خون کے لیے دل کو دھڑکتے ہوئے رکھتا ہے، ایک کامل کیمیائی نظام کے تحت خوراک کو جزو بدن بناتا ہے اور خوراک کو مائع حالت میں جسم کے تمام حصوں تک پہنچاتا ہے۔ ٹوٹے پھوٹے خلیوں کو صاف کرتا ہے اور ان کی جگہ نئے خلیے مہیا کرتا ہے۔ صحت کے لیے ضرر رساں بیکٹیریاز کو جسم سے باہر نکالتا ہے۔ زندہ اجسام کے نر اور مادہ سے حاصل ہونے والے پروٹو پلازم (پروٹو پلازم "Protoplasm" جانوروں کے جین بنانے والا مادہ ہے) کو باہم ملا کر نئے زندہ اجسام کو جنم دیتا ہے۔

ذہن کا تحت الشعور والا حصہ ان فرائض کے علاوہ بھی بہت سے فرائض ادا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ شعوری ذہن اور "عظیم دانش" کے درمیان ایک رابطے کی کڑی

کے طور پر بھی خدمات انجام دیتا ہے۔

اس کو شعوری ذہن کی ٹونٹی سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس کو (ضبط نفس کے ذریعے اختیار حاصل کر کے) کھول کر ہم مزید خیال کی قوت حاصل کر سکتے ہیں۔ یا اسے ایک ایسے زرخیز باغ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جہاں کسی بھی مطلوبہ خیال کے بیج بوئے اور پروان چڑھائے جا سکتے ہیں۔

تحت الشعور والے حصے کی اہمیت اس حقیقت سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ یہ ''عظیم دانش'' تک رسائی حاصل کرنے کا واحد رضاکارانہ ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ ایک ایسا واسطہ ہے جس کے ذریعے تمام دعائیں پہنچائی جاتی ہیں اور ان کے جوابات وصول کیے جاتے ہیں۔

یہ ایک ایسا واسطہ ہے جو فرد کے ''قطعی اہم مقصد'' کو اس کے مادی ہم پلہ عنصر میں تبدیل کرتا ہے۔ ذہن کا تحت الشعور والا حصہ خیالات کی لہروں پر عمل کرتا ہے اور ان تمام خیالات کو جو شعوری ذہن واضح اور قطعی طور پہ تشکیل دیتا ہے۔ ان کے منطقی نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن یہ ان خیالات کو ترجیح دیتا ہے جو جذباتی احساسات سے جنم لیتے ہیں جیسے خوف کا جذبہ یا یقین کا جذبہ' لہٰذا ضبط نفس سے کام لیتے ہوئے اسے ایک ذریعے کے طور پر استعمال کرتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ تحت الشعور تک صرف وہ خیالات یا خواہشات پہنچائیں جن کے ذریعے ہم اپنی خواہشات اور اہداف کی تکمیل کر سکیں۔

ذہن کے تحت الشعور والا حصہ ذہن کے نمایاں اور غالب خیال کو بھی ترجیح دیتا ہے۔ وہ خیالات جو فرد خیال اور خواہش کے تکرار سے پیدا کرتا ہے۔ یہ حقیقت ''ایک قطعی اہم مقصد'' کو اپنانے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے اور مقصد کو (ضبط نفس کے ذریعے) ذہن میں ایک غالب اور نمایاں خیال کے طور پر مستحکم کرنے کی ضرورت کو واضح کرتی ہے۔

3۔ قوت ارادی کی صلاحیت

ارادے کی پختگی ایک ایسی قوت ہے جو ذہن کے تمام شعبوں پر حاوی ہوتی ہے۔ یہ سوچنے کی تمام عادات میں ترمیم کرنے انہیں تبدیل کرنے یا ان میں توازن پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ ایک ایسی قوت ہے جو دل کے جذبات کو قابو میں رکھتی ہے اور ضبط نفس کی مدد سے ان کو سمت عطا کرتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم اسے بورڈ آف ڈائریکٹران کے چیئرمین سے تشبیہ دے سکتے ہیں جس کا فیصلہ آخری ہوتا ہے۔ یہ اپنے احکامات شعوری ذہن سے حاصل کرتا ہے اور اس کے علاوہ کسی کو اپنا حاکم تصور نہیں کیا۔

4 فہم اور عقل کی صلاحیت

یہ ذہن کے شعوری حصے کی سربراہ جج ہے۔ جو تمام نظریات' منصوبوں اور خواہشات کے بارے میں فیصلہ صادر کرتی ہے اور یہ کام وہ ضبط نفس کی ہدایت پر کرتی ہے۔ لیکن اس کے فیصلے ارادے کی قوت سے نظر انداز کیے جا سکتے ہیں' یا جذبات کی قوت سے ان میں ترمیم کی جا سکتی ہے' جب ارادہ اس میں مداخلت نہ کر رہا ہو۔ آیئے یہاں اس حقیقت کو ذہن میں رکھیں کہ تمام درست فیصلے فہم اور عقل کی صلاحیت کے مرہون منت ہوتے ہیں تاہم یہ اک ایسی ضرورت جس کا خیال ہزار میں سے ایک آدمی ہی رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے درست خطوط پر سوچنے والے افراد بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

ہماری زیادہ تر سوچ ہمارے سطحی جذبات پر مبنی ہوتی ہے اور اس بارے میں ہم ضبط نفس سے کوئی راہنمائی حاصل نہیں کرتے۔ اور اس کا ارادے کی قوت اور عقل کی صلاحیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔

5۔ جذبات

جذبات ہمارے بہت سے ذہنی اعمال کا سرچشمہ ہوتے ہیں اور ہمارے شعوری

ذہن میں پیدا ہونے والے اکثر خیالات کا مرکز ہوتے ہیں۔ انکی نوعیت بہت پیچیدہ ہوتی ہے اور ہمیشہ ان پر انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر ان میں عقلی ترامیم کرتے ہوئے قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے ان کی سمت کا وہ تعین نہ کیا جائے تو خطرناک بھی ثابت ہو سکتے ہیں۔

تاہم جذبات کو محض نا قابل انحصار ہونے کی بنیاد پر رد نہیں کر دینا چاہیے کیونکہ یہ انسانی جذبے اور ولولے، تخیل اور تعمیری بصیرت کا سرچشمہ ہیں اور ضبط نفس کے ذریعے ہم ان کا رخ پھیر کر ان کو ذاتی کامیابی کے لیے ضروری عوامل میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ عقل اور ارادے کی صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے ان میں ضروری ترامیم کر کے ان کا رخ پھیرا جا سکتا ہے۔

جذبات پر مکمل قابو پائے بغیر درست سوچ پیدا کرنا ممکن نہیں۔

جذبات کو قابو میں رکھنے کے لیے ان کو ارادے کے تحت لانا ضروری ہے۔ اس طرح ہم ان کی توانائی کو ارادے کے مطابق مطلوبہ اہداف کی طرف موڑ سکتے ہیں۔ اور ضرورت کے مطابق عقلی دائرے کو بروئے کار لاتے ہوئے ان میں مناسب ترمیم بھی کی جا سکتی ہے۔

ایک درست انداز میں سوچنے والا شخص کوئی بھی ایسے رائے قائم نہیں کرتا یا کوئی ایسا فیصلہ نہیں کرتا جسے وہ پہلے ارادے اور عقل کے شعبوں کے سپرد کر کے ان کی منظوری حاصل نہیں کر لیتا۔ وہ نئے نظریات پیدا کرنے کے لیے اپنے تخیل کو جذبات کے ذریعے ابھارتا ہے، لیکن اپنے نظریات کو حتمی طور پر قبول کرنے سے پہلے ان کو اپنے ارادے اور عقل کی صلاحیتوں کے ذریعے جلا بخشتا ہے۔

یہ بہت اعلیٰ درجے کا ضبط نفس ہے۔ طریقہ سادہ سا ہے۔ لیکن اس پر عمل کرنا آسان نہیں ہے۔ اور اس پر وہی شخص عمل کر سکتا ہے جو اپنی ذاتی پیش قدمی کے بل بوتے پر آگے بڑھتا ہے۔

بارہ دولتوں میں سے اہم دولتیں مثلاً (1) مثبت ذہنی رویہ (2) انسانی رشتوں سے ہم آہنگی (3) خوف سے رہائی (4) کامیابی کی امید (5) یقین کی صلاحیت (6) تمام موضوعات کے بارے میں کھلا ذہن اور (7) مضبوط جسمانی صحت وغیرہ صرف تمام جذبات پر سخت کنٹرول کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس کا یہ مطلب یہ نہیں کہ جذبات کو دبا دیا جائے' لیکن ان پر قابو پانا اور حتمی اہداف کی جانب ان کا رخ پھیرنا ضروری ہے۔

جذبات کو ہم ایک بوائلر میں موجود بھاپ سے تشبیہہ دے سکتے ہیں۔ جس کی قوت اسکے اخراج اور انجن کے میکانزم کے ذریعے اس کی سمت کے تعین پر مشتمل ہے۔ بے قابو بھاپ کسی قوت کی حامل نہیں ہوتی اور اگر اسے قابو کر بھی لیا جائے تو ضروری ہے کہ اسے کسی میکانکی آلے کے ذریعے خارج کیا جائے' جو کہ جذبات کی قوت کو قابو کرنے اور خارج کرنے کے عمل میں ضبط نفس سے مشابہت رکھتا ہے۔

سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ خطرناک جذبات یہ ہیں۔

(1) جنسی جذبہ (2) محبت کا جذبہ (3) خوف کا جذبہ

یہ وہ جذبات ہیں جو انسانی سرگرمیوں کے ایک بڑے حصے پر محیط ہیں۔ محبت اور جنس کے جذبات تخلیقی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ جب ان کو قابو میں رکھتے ہوئے سمت عطا کی جائے تو یہ تخیل اور تخلیقی بصیرت میں بے پناہ فروغ کا باعث بنتے ہیں۔ اگر ان پر قابو نہ پایا جائے اور کوئی سمت عطا نہ کی جائے تو یہ فرد کو تباہ کن حماقتوں میں ملوث کرسکتے ہیں۔

6۔ تخیل کی صلاحیت

یہ وہ ورکشاپ ہے جہاں تمام خواہشات' نظریات' منصوبے اور مقاصد تشکیل پاتے ہیں اور ان کو حاصل کرنے کے ذرائع متعین ہوتے ہیں۔ منظم استعمال اور ضبط نفس کے ذریعے تخیل کو تعمیری بصیرت کے درجے تک پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔

لیکن تخیلات بھی جذبات کی طرح پیچیدہ اور نا قابل انحصار ہوتے ہیں' اگر ان کو ضبط نفس کے ذریعے قابو نہ کیا جائے اور کوئی سمت یا رخ نہ دیا جائے۔ بغیر کنٹرول کے یہ سوچنے کی قوت کو بے مقصد' نا قابل عمل اور تباہ کن سرگرمیوں میں ضائع کر دیتے ہیں جس کی تفصیل میں جانے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔ بے مہار تخیل خیالی پلاؤ پکانے کے مترادف ہے۔

تخیل پر قابو پانے کی ابتدا واضح منصوبہ پر مبنی مقصد کی قطعیت سے ہوتی ہے۔ قابو پانے کی تکمیل ضبط نفس کی پختہ عادات سے ہوتی ہے جو خدمات کو ایک واضح سمت عطا کرتی ہے۔ کیونکہ جذبات کی قوت وہ قوت ہے جو تخیل کو عمل پر ابھارتی ہے۔

7۔ضمیر کی قوت

ضمیر ذہن کا اخلاقی راہنما ہے۔ اس کا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ فرد کے اہداف اور مقاصد میں اس طرح سے ترمیم کرے کہ وہ فطرت کے اور انسانوں کے اخلاقی قوانین سے ہم آہنگ ہو جائیں۔ ضمیر اس لحاظ سے عقل کا جڑواں بھائی ہے کہ یہ عقل کو اس وقت شعور اور راہنمائی مہیا کرتا ہے جب وہ شک کی حالت میں ہوتی ہے

۔

ضمیر ایک معاون راہنما کے طور پر صرف اس وقت کام کرتا ہے جب تک اس کا احترام کیا جائے اور اس کی پیروی کی جائے۔ اگر اس کو نظر انداز کر دیا جائے اور اس کی تولیت کو مسترد کر دیا جائے تو یہ ایک راہنما کے بجائے ایک سازشی بن جاتا ہے۔ اور اکثر انسان کی تباہ کن عادت کو جواز پیش کرنے کی خدمات انجام دینے لگتا ہے۔ لہٰذا ضمیر کی اس دو رخی نوعیت کی وجہ سے فرد کے لیے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ شدید ضبط نفس کے تحت اس کی سمت کو درست رکھے۔

8۔چھٹی حس

یہ دماغ کا ''نشریاتی اسٹیشن'' ہے جس کے ذریعے انسان خود بخود خیالات کی

لہریں بھیجتا اور وصول کرتا ہے۔ یہ وہ وسیلہ یا واسطہ ہے جس کے ذریعے خیالات کی تمام لہریں جنہیں ماتھا ٹھنکنا کہا جاتا ہے وصول کی جاتی ہیں۔ اس کا ذہن کے تحت الشعور والے حصے کے ساتھ بڑا قریبی تعلق ہے یا شاید اس کا ایک حصہ ہی ہے۔

چھٹی حس وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے تخلیقی بصیرت کام کرتی ہے۔ یہ وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعے بنیادی طور پر تمام نئے نظریات وجود پاتے ہیں اور یہ ان تمام آدمیوں کے ذہنوں کا اہم اثاثہ ہیں جنہیں ''فطین'' تسلیم کیا جاتا ہے۔

9۔ یادداشت

یہ ذہن کی ''فائلنگ کیبنٹ'' ہے جہاں تمام خیالات' تمام تجربات' اور احساسات جو پانچ مادی خواص کے ذریعے انسان کے ذہن تک پہنچتے ہیں محفوظ اور ذخیرہ کیے جاتے ہیں اور یہ ان تمام خیالات کی لہروں کی ''فائلنگ کیبنٹ'' بھی ہو سکتی ہے جو ذہن تک چھٹی حس کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اگرچہ تمام ماہرین نفسیات اس سے متفق نہیں ہیں۔

یادداشت پیچیدہ اور ناقابل اعتماد ہوتی ہے جب تک اسے ضبط نفس کے ذریعے منظم نہ کیا گیا ہو۔

10۔ پانچ مادی حسیات

یہ ذہن کے مادی ہاتھ ہیں جن کے ذریعے وہ بیرونی دنیا کے ساتھ رابطہ قائم کرتا ہے وہاں سے معلومات حاصل کرتا ہے۔ مادی حسیات قابل اعتماد نہیں ہوتیں لہذا انہیں ضبط نفس کی مسلسل ضرورت ہوتی ہے۔ کسی بھی شدید جذباتی کیفیت میں حسیں گڑبڑا جاتی ہیں اور ناقابل اعتماد ہو جاتی ہیں۔

معمولی قسم کی شعبدہ بازی سے پانچ مادی حسوں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے اور زندگی کے عام تجربات مین یہ ہر روز دھوکا کھاتی ہیں۔ خوف کے جذبے میں مادی حسیں عام طور پہ دیوہیکل بھوت پیدا کر لیتی ہیں جن کا تخیل کے علاوہ کہیں وجود نہیں ہوتا۔

اور جب خوف طاری ہو جاتا ہے تو زندگی کی کوئی حقیقت ایسی نہیں جسے یہ بڑھا چڑھا کر یا توڑ موڑ کر پیش نہیں کرتیں۔

سوچنے کی عادات پر اختیار

یہاں ہم ان دس عوامل کو مختصراً بیان کیا ہے جو انسان کی تمام ذہنی سرگرمیوں میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں ذہنی ''میکانزم'' کے بارے میں کافی معلومات حاصل ہوگئی ہیں جو واضح طور پر ان کے استعمال اور چابک دستی میں ضبط نفس کی ضرورت کو اجاگر کرتی ہیں۔

ضبط نفس سوچنے کی عادات پر اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اور ''ضبط نفس'' کی اصطلاح دراصل خیالات کی قوت کی طرف ہی اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ نفس کی تربیت دراصل ذہن ہی میں واقع ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے اثرات کا نباہ جسمانی افعال سے پڑتا ہے۔

''آپ جہاں بھی ہیں اور جو بھی ہیں اپنے سوچنے کی عادات کی وجہ سے ہیں''۔

آپ کے سوچنے کی عادات آپ کے اختیار میں ہیں۔

یہ صرف آپ کی زندگی کے حالات ہیں جن پر آپ کو مکمل اختیار حاصل ہے۔ اور یہ آپ کی زندگی کے تمام حقائق میں سے سب سے مضبوط حقیقت ہے۔ کیونکہ یہ واضح طور پر ثابت کرتی ہے کہ آپ کا ''خالق'' اس عظیم اختیار کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے۔ ورنہ وہ اسے واحد عنصر نہ بناتا جس پر انسان کو مکمل اختیار دیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں انسان کو اپنی سوچنے کی عادت پر نا قابل حجت اختیار دینے کا خالق کی منشا کا سب سے بڑا ثبوت ہمیں آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون سے ملتا ہے' جو کہ ایک ایسا وسیلہ ہے جس کے ذریعے عادات پختہ اور مستقل ہو جاتی ہیں۔ تا کہ عادات خود بخود انسان کی شعوری کوشش کے بغیر کام کرتی چلی جائیں۔

فی الحال ہماری دلچسپی صرف اس حقیقت کی طرف توجہ دلانے تک محدود ہے کہ اس

شاندار میکانزم جسے ''ذہن'' کہا جاتا ہے' خالق نے بڑی سادگی سے اسے ایک ایسا ڈھنگ سکھا دیا ہے جو سوچ کی تمام عادات پر قابو پا کر انہیں خود بخود اظہار کی قوت عطا کرتا ہے۔

ضبط نفس ایک ایسا اصول ہے جس کی مدد سے فرد اپنے مقاصد اور اہداف سے ہم آہنگ خیالات کے نمونے رضا کارانہ طور پر تشکیل دے سکتا ہے۔

انسان کو حاصل یہ رعایت بھاری ذمہ داری کی حامل ہے۔ کیونکہ یہ واحد رعایت ہے جو کسی بھی دوسرے عنصر سے بڑھ کر اس بات کا تعین کرتی ہے کہ کوئی فرد اپنی زندگی میں کس مرتبے یا حیثیت کا حامل ہوگا۔

اگر ایک فرد ایسی عادات تشکیل دینے میں ناکام ہوتے ہوئے جو زندگی کے قطعی اہداف کو حاصل کرنے میں معاون ثابت ہوں' اس رعایت سے غفلت کا مظاہرہ کرتا ہے تو پھر وہ حالات زندگی جن پر اسے خود کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا اپنا کام دکھاتے ہیں۔ اور یہ حالت ایک انتہائی کسمپرسی کی حالت ہوتی ہے۔

ہر انسان عادات کا ایک مجموعہ ہوتا ہے۔ کچھ عادات اس نے خود اپنائی ہوتی ہیں اور کچھ دوسری غیر رضا کارانہ ہوتی ہیں۔ یہ اس کے خدشات اس کے شکوک' اس کی پریشانیوں' اس کے اندیشوں' اس کے لالچ' اس کی توہم پرستی اس کے حسد اور اس کی نفرت سے تشکیل پاتی ہیں۔

ضبط نفس واحد ذریعہ ہے جس کی مدد سے کوئی شخص اپنی عادات کو قابو میں رکھتے ہوئے کوئی رخ دے سکتا ہے یہاں تک کہ آفاقی ''پختگی عادت'' کا قانون ان کو اپنے تسلط میں لے لے اور انہیں خودکار اظہار کی صلاحیت سے نواز دے۔ اپنے خیالات کو بڑی احتیاط اور غور کے ساتھ پرکھیں کیونکہ یہ آپ کے ذہنی' جسمانی اور روحانی مقدر کی کلید ہے۔

آپ اپنے سوچنے کی عادات کو اپنی ضروریات کے مطابق ڈھال سکتے ہیں اور ان

کی مدد سے اپنی زندگی کے کسی بھی مطلوبہ ہدف کو آسانی کے ساتھ حاصل کر سکتے ہیں ۔ یا پھر آپ اپنی زندگی کے ان حالات کو جن پر آپ کا کوئی اختیار نہیں ہے اپنی عادات تشکیل دینے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اور یہ عادات آپ کو ناگزیر طور پر زندگی کے دریا کی ناکام سمت میں پہنچا دیں گی۔

آپ زندگی سے جس چیز کی توقع رکھتے ہیں اپنے ذہن کو اس کے مطابق تربیت دے سکتے ہیں اور بالکل وہی کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ یا پھر آپ ان چیزوں کے بارے میں خیالات پر اس کی پرورش کر سکتے ہیں جو آپ پسند نہیں کرتے اور یہ آپ کو وہی کچھ مہیا کرے گا۔ آپ کے سوچنے کی عادات اس خوراک پر پروان چڑھتی ہیں جس پر آپ کا ذہن پرورش پاتا ہے۔

یہ بات اتنی ہی یقینی ہے جتنی کہ رات کے بعد دن کا آنا۔

آپ اپنی زندگی کو جس رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں اپنے ذہن کو اسی کے مطابق ہم آہنگ بنانا ہوگا۔

اپنے ارادے کی پوری قوتوں کو بروئے کار لائیں اور اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول حاصل کریں۔ یہ آپ کا ذہن ہے اسے آپ کی خواہشات کی تکمیل کے لیے ایک ملازم کے طور پر آپ کے سپرد کیا گیا ہے۔ اور آپ کی منشا اور تعاون کے بغیر کوئی دوسرا شخص اس میں داخل نہیں ہو سکتا یا اس پر معمولی سا بھی اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے۔

جب ایسے حالات جن پر آپ کو کوئی اختیار حاصل نہیں آپ کو گھیرنا شروع کر دیں اور آپ پر قافیہ تنگ کر دیں تو اس بات کو یاد رکھیں۔ اور اس وقت بھی اس بات کو یاد رکھیں جب خدشات، شکوک، اور پریشانیاں آپ کے ذہن کے اضافی بیڈ روم میں براجمان ہونا شروع ہو جائیں۔ اور جب غربت کا خوف آپ کے ذہن کے اس حصے پر قبضہ جمانا شروع کر دے جو "خوشحالی کے شعور" سے بھرا ہوا ہونا چاہیے تھا تو

بھی اس حقیقت کو مدنظر رکھیں۔

اور یہ بات بھی ہرگز نہ بھولیں کہ یہ صرف اور صرف نفس کا طریقہ ہے جس کی مدد سے آپ اپنے ذہن پر مکمل قابو پا سکتے ہیں۔

آپ کو خالق کائنات نے ایک کیڑے کے طور پر پیدا نہیں کیا کہ اپ اپنی ساری عمر مٹی پر رینگتے ہوئے بسر کر دیں۔

اگر آپ کیڑے ہوتے تو آپ کی جسمانی ساخت ایسی نہ ہوتی کہ آپ بجائے اپنی دو ٹانگوں پر کھڑے ہو کر چلنے کے پیٹ کے بل رینگ رہے ہوتے۔ آپ کا جسمانی ڈھانچہ اس طرح سے تشکیل دیا گیا ہے کہ آپ سیدھا کھڑے ہونے اور چلنے پھرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں' اور آپ اس بلند ترین کامیابی کے حصول کے لیے فاصلے طے کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں جس کو حاصل کر لینے کا آپ پختہ ارادہ کر لیں۔ پھر اس سے کم حیثیت پر مطمئن ہو جانے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ آپ اپنے خالق کے عطا کردہ انمول تحفے یعنی اپنے ذہن کی قوت کے استعمال میں لاتعلقی اور لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کیوں اس کی بےحرمتی کر رہے ہیں۔

اپنی لازوال ذہنی قوت کو استعمال کریں

انسانی ذہن کی پوشیدہ قوتوں کا درست اندازہ لگانا یا ان کا مکمل احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

لیکن یہ راز روز ازل سے لے کر آج تک نہیں کھل سکا کہ انسانوں کی ایک بڑی اکثریت اپنی دنیاوی زندگی میں اپنی قسمت اور تقدیر کو تشکیل دینے کے لیے ان عظیم قوتوں سے کیوں کام نہیں لیتی؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر لوگ ان کو نظر انداز کرتے ہوئے لاپروائی کے ساتھ غربت اور بےچارگی کی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

انسانی ذہن کا تحت الشعور والا حصہ ایک ایسا دروازہ ہے جس سے گزر کر ہمارا ذہن "عظیم دانش" تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اور اس دروازے کی ساخت ایسی ہے

کہ اس ذہنی کیفیت کی مدد سے جسے ہم ''یقین'' کے نام سے جانتے ہیں یہ دروازہ آسانی سے کھولا جا سکتا ہے اور ''عظیم دانش'' کے لازوال ذخیرے کو ہم رضاکارانہ طور پر اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

انسانی ذہن کو تخیل کی صلاحیت سے نوازا گیا ہے جس کی مدد سے ہم اپنی امیدوں اور مقاصد کو مادی حقیقتوں میں تبدیل کرنے کے لیے نئے راستے اور ذرائع تلاش کر سکتے ہیں۔

اس کو خواہش اور جذبے جیسی تحریکی صلاحیت سے نوازا گیا ہے جس کی مدد سے ہم اپنے منصوبوں اور مقاصد کو تحریک بہم پہنچا سکتے ہیں۔ اس کو ارادے کی قوت سے نوازا گیا ہے جس کی مدد سے منصوبے اور مقصد دونوں کو یقینی طور پر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس کو یقین کی صلاحیت عطا کی گئی ہے جس کے ذریعے ارادے اور عقل کی صلاحیتوں پر قابو پایا جا سکتا ہے جبکہ دماغ کی مکمل مشینری ''عظیم دانش'' کی راہنما قوت کے سپرد ہو جاتی ہے۔ اور چھٹی حس کے ذریعے یہ دوسرے ذہنوں کے ساتھ براہ راست تعلق ''ماسٹر ذہن کے اصول کے تحت) کے لیے تیاری پکڑ لیتا ہے' جس سے وہ اپنی استعداد کار میں اضافے کے لیے دوسرے ذہنوں سے ایسی تحریکی قوتیں حاصل کر لیتا ہے جو بڑے موثر انداز میں تخیل کی صلاحیت کو تحریک بخشتی ہیں۔

اس کو عقل کی صلاحیت عطا کی گئی ہے جس کی مدد سے حقائق اور نظریات کو مفروضوں' نظریات اور منصوبوں کی شکل میں مجتمع کیا جا سکتا ہے۔

اس کو ٹیلی پیتھی کے ذریعے دوسرے ذہنوں تک اپنے خیالات اور نظریات پہنچانے کی قوت عطا کی گئی ہے۔

اس کو استخراج اور استنباط کی قوت عطا کی گئی ہے جس کی مدد سے یہ ماضی کا تجزیہ کرتے ہوئے مستقبل کے بارے میں درست پیشن گوئی کر سکتا ہے۔ اس حقیقت

ے ہمیں اس بات کی سمجھ آ جاتی ہے کہ مفکرین آگے دیکھنے کے لیے پیچھے کی جانب کیوں دیکھتے ہیں۔

اسے اپنے خیالات کی نوعیت پر انتخاب' ترمیم اور اختیار کی صلاحیتوں سے نوازا گیا ہے۔ اسی طرح انسان اپنی مرضی کے مطابق اپنا کردار تشکیل دے سکتا ہے جو کسی بھی مطلوبہ نمونے میں فٹ بیٹھتا ہو۔ اور اسے اپنے ذہن پر غالب خیالات کی نوعیت کا تعین کرنے کا بھی اختیار حاصل ہوتا ہے۔

اس کا ایک ایسا شاندار فائلنگ نظام مہیا کیا گیا ہے جہاں یہ اپنے تمام خیالات کو جن کا یہ وقتاً فوقتاً اظہار کرتا ہے' وصول کرتا ہے' محفوظ رکھتا اور ضرورت پڑنے پر مہیا کرتا ہے۔ اس فائلنگ نظام کو 'یادداشت'' کا نام دیا گیا ہے۔ یہ شاندار نظام خودکار طریقے پر آپس میں متعلقہ خیالات کی اس طرح سے درجہ بندی اور فائلنگ کرتا ہے کہ ایک خیال کو یاد کرنے سے اس سے تعلق رکھنے والے سارے خیالات یاد آ جاتے ہیں۔

اس کو جذبے کی قوت سے نوازا گیا ہے جس کی مدد سے یہ جسم کو اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی مطلوبہ عمل کے لیے متحرک کر سکتا ہے۔

اسے رازداری اور خاموشی سے کام کرنے کی صلاحیت عطا کی گئی ہے۔ اس طرح ہر قسم کے حالات میں خیالات کے اخفا کو یقینی بنایا گیا ہے۔

اسے طبیعیاتی اور مابعد الطبیعیاتی دونوں میدانوں میں یعنی اندرونی اور بیرونی دنیا کے تمام موضوعات پر علم حاصل کرنے' اسے منظم کرنے' محفوظ کرنے اور اس کی ترسیل کی لامحدود صلاحیت سے نوازا گیا ہے۔

یہ ایک مضبوط جسمانی صحت کو قائم رکھنے میں مدد فراہم کرتا ہے اور ظاہری طور پر جسمانی بیماریوں کے علاج کا یہ واحد ذریعہ ہے دوسرے تمام ذرائع محض معاونت بہم پہنچاتے ہیں۔ اور یہ جسم کو درست حالت میں رکھنے کے لیے اس کو پہنچنے والے

نقصانات کی تلافی کے لیے ایک مکمل نظام کا حامل ہے اور یہ نظام خودکار طریقے پر کام کرتا ہے۔

یہ ایک خودکار طریقے سے دل کو چلتے ہوئے رکھتا ہے جس کے ذریعے دوران خون جسم کے ہر حصے میں خوراک پہنچاتا ہے اور جسم کے گندے مادوں اور مردہ خلیوں کو اٹھا کر ٹھکانے لگاتا ہے۔

اس کو ضبط نفس کی طاقت عطا کی گئی ہے جس کے ذریعے یہ کوئی سی بھی مطلوبہ عادت تشکیل دے سکتا ہے اور اسے قائم رکھتا ہے یہاں تک کہ آفاقی ''پختگی عادت'' کے قانون کے تحت یہ انسانی فطرت کا ایک مستقل حصہ بن جاتی ہے۔

یہ ملاقات کا ایک مشترکہ میدان ہے جس میں انسان ذہن کے تحت الشعور والے حصے کی مدد سے ''عظیم دانش'' کے ساتھ رابطہ قائم کر سکتا ہے۔

یہ ہر نظریے، ہر ہتھیار، ہر مشین اور ہر میکانکی اختراع کا واحد خالق ہے جو انسان نے اس مادی دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے اپنی سہولت کی خاطر ایجاد کی ہے۔

یہ تمام خوشیوں، تمام مصائب اور ہر طرح کی غربت اور امارت کا، خواہ ان کی نوعیت کچھ بھی ہو، واحد ذریعہ ہے۔ ان میں سے جو چیز بھی خیالات کی صورت ذہن پر تسلط حاصل کر لیتی ہے یہ اسی اظہار کے لیے اپنی توانائیاں وقف کر دیتا ہے۔

یہ تمام انسانی تعلقات اور انسانوں کے باہمی روابط کا ذریعہ ہے یعنی جس طرح بھی اس سے کام لیا جائے اسی کے مطابق یہ تمام دوستیوں کا معمار اور تمام دشمنیوں کا خالق ہے۔

اس میں تمام بیرونی حالات اور کیفیات کے خلاف مزاحمت کرنے اور اپنا دفاع کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اگرچہ یہ ہمیشہ ان پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ کسی بھی قسم کی عقلی حد بندیوں کو قبول نہیں کرتا (سوائے ان حدود کے جو قوانین قدرت سے متصادم ہیں) لیکن سوائے اس حد بندی کے جسے یقین میں کمی کی وجہ

سے فرد خود اپنے اوپر عائد کرلے۔ حقیقت میں "ہر وہ چیز جس کا ذہن تصور کرسکتا ہے اور یقین کرسکتا ہے ذہن اس کو حاصل کرسکتا ہے"۔

یہ اپنی مرضی سے ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ کسی بھی قسم کی حوصلہ شکنی سے اس قدر متاثر نہیں ہوسکتا جس کی تلافی ممکن نہ ہو۔

یہ نیند کے ذریعے عارضی فراموشی میں سستا کر چند گھنٹوں کے اندر اپنے آپ کو نئے سرے سے کام کے لیے تازہ دم کرسکتا ہے۔

اسے جتنا زیادہ قابو میں رکھا جائے، قطعی مقاصد کی طرف اس کا رخ موڑا جائے، اس کا رضا کارانہ استعمال کیا جائے یہ اتنا ہی زیادہ مضبوط اور قابل اعتماد ہوتا چلا جاتا ہے۔

یہ آواز کو موسیقی میں تبدیل کرسکتا ہے جو انسانی جسم اور روح کے لیے سکون اور آرام کا باعث بنتی ہے۔

یہ انسانی آواز منٹ سے بھی کم عرصے میں دنیا کے گرد بھیج سکتا ہے۔

یہ وہاں گھاس کی دو پتیاں اگا سکتا ہے جہاں اس سے قبل صرف ایک پتی اگتی تھی۔

یہ ایسا پرنٹنگ پریس تیار کرسکتا ہے جس کے ایک سرے پر کاغذ کا رول چڑھا دیا جاتا ہے اور دوسرے سرے پر چند سیکنڈ میں مکمل طبع شدہ اور مجلد کتاب حاصل ہوجاتی ہے۔

یہ پانی کو بھاپ کی طاقت میں اور بھاپ کو بجلی کی طاقت میں تبدیل کرسکتا ہے۔

یہ حرارت کے درجہ کو مرضی کے مطابق قابو میں رکھ سکتا ہے اور دیا سلائی کی ہلکی سی رگڑ سے آگ پیدا کرسکتا ہے۔

بلی کی آنتوں سے بنی ہوئی تانت پر سے گھوڑے کی دم کا ایک بال کھینچنے سے موسیقی پیدا کرسکتا ہے۔

یہ ستاروں کے مقامات کا مشاہدہ کر کے زمین پر درست محل وقوع کا تعین کر سکتا ہے۔

یہ قانون کشش ثقل کو لگام ڈال سکتا ہے اور اس سے نا قابل شمار طریقوں سے انسانوں اور حیوانوں جیسا کام لے سکتا ہے۔

یہ ہوائی جہاز تعمیر کر سکتا ہے جو سینکڑوں افراد کو اپنے پیٹ میں اٹھا کر چند گھنٹوں میں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچا دیتا ہے۔

یہ ایک ایسی مشین تیار کر سکتا ہے جو انسانی جسم سے روشنی کو گزار سکتی ہے اور بغیر کسی نقصان کے ہڈیوں اور نرم ٹشوز کی تصویر لے سکتی ہے۔

یہ غیر معمولی بصیرت کا حامل ہے جس کے ذریعے یہ ان مادی اشیا کو دیکھ سکتا ہے جو موجود نہیں یا ننگی آنکھ سے نظر نہیں آسکتیں۔

یہ جنگلوں کو صاف کر سکتا ہے اور صحراؤں کو پیداواری نخلستانوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔

یہ سمندر کی لہروں کو لگام ڈال سکتا ہے اور ان کو مشینیں چلانے کے لیے توانائی میں تبدیل کر سکتا ہے۔

یہ ایسا شیشہ بنا سکتا ہے جو ٹوٹتا نہیں اور درختوں کے گودے سے کپڑے تیار کر سکتا ہے۔

یہ ناکامی کے لڑھکتے ہوئے پتھروں کو کامیابی سے مستحکم قدمچوں میں تبدیل کر سکتا ہے۔

یہ ایسی مشین تیار کر سکتا ہے جو جھوٹ کا کھوج لگا سکتی ہے۔

یہ کسی دائرے کی قوس سے چھوٹے سے ٹکڑے سے اس دائرے کی بالکل درست اور بال کم و کاست پیمائش کر سکتا ہے۔

یہ کیمیاوی مادوں سے ربڑ تیار کر سکتا ہے۔

یہ انسانی آنکھ کی مدد سے بغیر ٹیلی ویژن کے ذریعے کسی بھی مادی چیز کی تصویر دوبارہ پیدا کرسکتا ہے۔

یہ سورج کی روشنی کی شعاع کا تجزیہ کرکے 93000000 میل دور سورج کے حجم' وزن اور مادی اجزاء کا درست تعین کرسکتا ہے۔

یہ ایسی میکانکی آنکھ تیار کرسکتا ہے جو ہوائی جہاز یا آبدوز یا کسی بھی دوسرے مادی جسم کی سینکڑوں میل دور موجودگی کا پتا لگا سکتا ہے۔

یہ کسی بھی خوراک کو اس طریقے سے پیک کرسکتا ہے کہ یہ لامحدود مدت کے لیے محفوظ ہو جائے۔

یہ شیشے کے ایک ٹکڑے اور سلولائیڈ کی پٹی کی مدد سے کسی بھی مادی حرکت کی تصویر کو محفوظ کرسکتا ہے اور دوبارہ پیش کرسکتا ہے۔

یہ ایک مشین اور موم کے ایک ٹکڑے کی مدد سے کسی بھی آواز کو بشمول انسانی آواز سے محفوظ کرسکتا ہے اور دوبارہ اسی صورت میں پیدا کرسکتا ہے۔

یہ ایک ایسی مشین تیار کرسکتا ہے جو ہوا میں' زمین پر اور پانی کے نیچے سفر کرسکتی ہے

۔

یہ ایک ایسی مشین تیار کرسکتا ہے جو گھنے ترین جنگلوں میں درختوں کو کاٹتے ہوئے اپنا راستہ اس طرح بنا سکتی ہے گویا وہ مکئی کے کھیت ہوں۔

یہ ایسا بیلچہ تیار کرسکتا ہے جو ایک منٹ میں اتنی مٹی اٹھا لیتا ہے جو دس آدمی سارے دن میں اٹھا سکیں۔

یہ زمین کے شمالی اور جنوبی حصوں کے مقناطیسی قطبین کی' قطب نما کی مدد سے' بالکل درست جگہ کا تعین کرسکتا ہے۔

انسانی ذہن بہت زیادہ طاقتور اور عظیم ہے۔ یہ اب بھی ایسے کارنامے انجام دے سکتا ہے اور دے گا جنکے سامنے ماضی کی تمام ترقیاں اور کامیابیاں بہت معمولی نظر

آنے لگیں گی۔

منفی خیالات تباہی کی جانب لے کر جاتے ہیں

ذہن کی اس بے پناہ قوت کے باوجود لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت اپنے ذہنوں پر اختیار حاصل کرنے کے لیے کوشش نہیں کرتی اور وہ ایسے خدشات اور مشکلات جو محض ان کے اپنے تصور کی پیداوار ہوتی ہیں' خائف ہوتے ہیں' اور ایک بے جا خوف کے سائے میں اپنی زندگیاں بسر کر رہے ہوتے ہیں۔

انسانیت کا سب سے بڑا دشمن خوف ہے!

ہم دولت کی فراوانی حاصل ہونے کے باوجود غربت سے خوفزدہ رہتے ہیں۔

اس کے باوجود کہ قدرت نے ہمیں ایک ایسے خوش تدبیر نظام سے نوازا ہے جس کے تحت ہمارا مادی جسم خودکار طریقے سے اپنی حالت کو برقرار رکھتا ہے' نقصانات کی تلافی کرتا ہے اور اپنے آپ کو صحت مند حالت میں برقرار رکھتا ہے ہم خرابی صحت سے خائف رہتے ہیں۔

ہم تنقید سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ ہم پر تنقید کرنے والا کوئی سرے سے موجود ہی نہیں ہوتا سوائے ان کے جن کو ہم نے خود ہی اپنے تصور کے منفی استعمال سے جنم دیا ہوتا ہے۔

ہم اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی محبت سے محروم ہو جانے کے خیال سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارا اپنا کردار یا رویہ محبت کو قائم رکھنے کے لیے کافی ہوتا ہے جس کا اظہار ہم عام انسانی تعلقات میں کرتے ہیں۔

ہم بڑھاپے سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ ہمیں اسے دانش اور فہم کے ایک ذریعے کے طور پر قبول کرنا چاہیے۔

ہمیں آزادی سے محرومی کا خوف ہوتا ہے جبکہ ہم جانتے ہیں کہ آزادی دوسروں کے ساتھ ہم آہنگ تعلقات کا معاملہ ہے۔

ہم موت سے خوفزدہ ہوتے ہیں جبکہ ہم جانتے ہیں کہ یہ ناگزیر ہے اس لیے ہمیں اس پر کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔

ہم ناکامی سے خائف ہوتے ہیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ہر ناکامی اپنے ساتھ اپنی ہم پلہ کامیابی کے بیج لے کر آتی ہے۔

اور ہم آسمانی بجلی سے خوفزدہ تھے جب تک اپنے ذہنوں پر اختیار حاصل کرنے والے فرینکلن، ایڈیسن اور ان جیسے چند دیگر غیر معمولی افراد نے یہ ثابت نہیں کیا کہ آسمانی بجلی طبعی قوت کی ایک شکل ہے جسے قابو کیا جا سکتا ہے اور انسانی مفاد میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

بجائے یقین کے ذریعے اپنے ذہنوں کو "عظیم دانش" سے راہنمائی مہیا کرنے کے لیے کھولنے کے ہم اپنے ذہنوں کو بے جا خوف اور خدشات پر مبنی ہر قسم اور ہر درجہ کی اپنی ہی عائد پابندیوں کے ذریعے بند کر لیتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ انسان زمین پر رہنے والی دوسری تمام قسم کی زندہ مخلوق پر حاوی ہے پھر بھی ہم اپنے ارد گرد نظر نہیں دوڑاتے اور فضاؤں میں اڑتے ہوئے پرندوں اور جنگلوں میں گھومتے ہوئے جانوروں سے سبق نہیں سیکھتے کہ ایک آفاقی منصوبے کے تحت ان تمام جانداروں کو رزق اور زندگی بسر کرنے کی دوسری سہولیات میسر ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو تمام خدشات کو بے بنیاد اور احمقانہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

ہم مواقعوں کی عدم موجودگی کا شکوہ کرتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے ذہنوں پر اختیار حاصل کر کے انہیں استعمال کیا ہے ان کے خلاف واویلا کرتے ہیں اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ ہر انسان جس کو ایک صحتمند اور مضبوط ذہن عطا کیا گیا ہے اسے یہ حق اور اختیار حاصل ہے کہ وہ ہر اس مادی چیز کو حاصل کر سکے جس کی اسے ضرورت ہے یا وہ استعمال کرنا چاہتا ہے۔

ہم مادی تکالیف سے خائف ہوتے ہیں اور اس حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں کہ یہ تکالیف ایک آفاقی زبان ہے جس کے ذریعے انسان کو ان برائیوں اور خطرات سے آگاہ کیا جاتا ہے جن میں درستگی کی ضرورت ہے۔

اپنے خوف اور خدشات کی بنا پر ہم اپنے خالق کے حضور چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے دعا کرتے ہیں جنہیں ہم خود بھی طے کر سکتے ہیں اور کرنا بھی چاہیے۔ اور پھر جب ہمیں مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہوتے تو اپنا یقین کھو دیتے ہیں (اگر یقین کی کوئی کرن ہم میں موجود تھی تو) اور اس حقیقت کو نہیں سمجھتے کہ ہمیں اپنے خالق کے سامنے ان فیاضانہ نعمتوں کے لیے شکریے کی دعا کرنی چاہیے جو اس نے ہمیں ہماری لا محدود ذہنی استعداد کی صورت میں عطا کی ہیں۔

ہم گناہ کے بارے میں باتیں کرتے ہیں اور خطبے دیتے ہیں' لیکن یہ سمجھ نہیں سکتے کہ سب سے بڑا گناہ اس "دانش کل خالق" پر یقین کا فقدان ہے۔ اس نے اپنی اس مخلوق کو ان نعمتوں سے نوازا ہے جو دنیاوی ماں باپ اپنے بچوں کو مہیا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

ہم نے اپنی ایجادات کو تباہ کن ہتھیاروں میں بدل دیا ہے اور ان کے استعمال کو "جنگ" کے نام پر جائز قرار دے رکھا ہے۔ اور پھر قدرت کا "قانون تلافی" اس کا معاوضہ قحطوں اور کساد بازاریوں کی صورت میں ادا کرتا ہے تو احتجاج کرتے ہیں اور روتے پیٹتے ہیں۔

ہم بے شمار طریقوں سے جن کا ذکر یہاں ممکن نہیں اپنی ذہنی قوت کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم اس بات کا شعور نہیں رکھتے کہ اس قوت کو ضبط نفس کے ذریعے قابو کر کے ہم اسے اپنی ضروریات کے حصول کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی ساری زندگی بھوسہ کھاتے ہوئے اور اناج کو پھینکتے ہوئے بسر کر دیتے ہیں۔

درست انداز میں سوچنے کا فن

ضبط نفس کے تجزیے کی بحث کو ختم کرنے سے پہلے' جس کا تعلق مکمل طور پر سوچ کے میکانزم سے ہے' آیئے سوچ کے حوالے چند معروف حقائق اور عادات کا جائزہ لیتے ہیں تا کہ ہم درست انداز میں سوچنے کے فن پر عبور حاصل کر سکیں۔

1۔ ہر سوچ (خواہ مثبت ہو یا منفی' اچھی ہو یا بری' درست ہو یا غلط) اپنے آپ کو اپنے ہم پلہ مادی عنصر میں تبدیل کرنے کا رجحان رکھتی ہے۔ اور وہ یہ کام منطقی اور فطری ذرائع سے فرد میں مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے کے لیے خیالات' منصوبے اور ذرائع کے حصول کا جذبہ ابھارتے ہوئے انجام دیتی ہے۔

جب کسی دیے گئے ہدف کا خیال عادت بن جاتا ہے اور آفاقی ''پختگی عادت'' کا اصول اس پر تسلط حاصل کر لیتا ہے تو ذہن کا تحت الشعور حصہ کسی بھی فطری وسیلے کی مدد سے جو حاصل ہو سکتا ہو اسے اسکے منطقی نتیجے تک پہنچانے کے لیے حرکت میں آ جاتا ہے۔

لغوی طور پر یہ درست نہیں ہو گا کہ ''خیالات چیزیں ہوتے ہیں''۔ لیکن یہ بات بالکل درست ہے کہ خیالات تمام اشیا کو وجود میں لاتے ہیں اور جو چیزیں یہ پیدا کرتے ہیں وہ حیران کن حد تک خیالات کے ان نمونوں کی نقل ہوتی ہیں جن سے یہ تشکیل پاتی ہیں۔

کچھ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ہر سوچ یا خیال جو فرد چھوڑتا ہے اس سے لہروں کا ایسا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس سے بعد میں اس خیال کے خالق کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ کہ انسان خود بھی اس خیال کا مادی عکس ہے جسے ''عظیم دانش'' نے جنم دیا ہے اور مادی شکل عطا کی ہے۔

بہت سے لوگ یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ قوت کی مدد سے انسان سوچتا ہے ''عظیم دانش'' ہی کے ایک چھوٹے سے حصے کی عکاسی ہے جو دانش کے آفاقی ذخیرے سے

دماغ کے ہتھیار کے ذریعے حاصل کی گئی ہے۔ ابھی تک اس اعتقاد کے خلاف کوئی مضبوط نظریہ پیش نہیں کیا جا سکا۔

2۔ ضبط نفس کے اطلاق سے سوچ پر اثر انداز ہوا جا سکتا ہے اس پر اختیار حاصل کیا جا سکتا ہے اور مطلوبہ مقصد کے حصول کے لیے مناسب عادات کو پروان چڑھا کر سوچ کی ہیئت میں تبدیلی پیدا کر کے اس کا رخ مطلوبہ مقصد کی طرف موڑا جا سکتا ہے۔

3۔ خیالات کی قوت (ذہن کے تحت الشعور والے حصے کی مدد سے) جسم کے ہر خلیے پر کنٹرول رکھتی ہے۔ مردہ خلیوں کو تبدیل کرتی اور زخمی خلیوں کی مرمت کرتی ہے۔ جسم کے اعضا کو ایک منظم انداز میں عادت کے طور پر کام کرنے میں ان کی مدد کرتی ہے اور بیماریوں کے خلاف دفاع کرتی ہے جسے عام طور پر ''جسمانی مزاحمت'' کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ تمام کام ایک خودکار نظام کے تحت انجام پاتے ہیں لیکن ان میں سے اکثر کو مصنوعی طریقے سے بھی متحرک کیا جا سکتا ہے۔

4۔ انسان کی تمام کامیابیوں کی ابتدا سوچ کی صورت میں ہوتی ہے جو کہ منصوبوں' اہداف اور مقاصد میں منظم ہو کر جسمانی عمل کے حوالے سے اپنا اظہار کرتی ہے۔ ہر قسم کا انسانی عمل نو بنیادی محرکات میں سے کسی نہ کسی کا نتیجہ ہوتا ہے۔

5۔ ذہن کی تمام تر قوت ذہن کے دو حصوں شعور اور تحت الشعور کے ذریعے کام کرتی ہے۔ شعوری حصہ فرد کے اپنے کنٹرول میں ہوتا ہے اور تحت الشعور کے حصے کو عظیم دانش کنٹرول کرتی ہے جو کہ شعوری ذہن اور عظیم دانش کے درمیان مواصلات کے وسیلے کے طور پر کام کرتا ہے۔

چھٹی حس ذہن کے تحت الشعور والے حصے کے کنٹرول میں ہوتی ہے اور یہ چند مقررہ اصولوں کے تحت خودبخود کام کرتی ہے لیکن اس سے شعوری ذہن کی ہدایات کے مطابق بھی کام لیا جا سکتا ہے۔

6۔ ذہن کے شعوری اور تحت الشعوری دونوں حصے پختہ عادات کے ردعمل میں کام کرتے ہیں۔ اور فرد کی سوچنے کی عادات کے مطابق اپنے آپ کو ہم آہنگ

------------صفحہ نمبر ۲۲۴ تک------------

------------صفحہ نمبر ۲۴۱ سے۔ آگے۔۔۔

ایسی عادات تشکیل دے کر جن پر فرد کنٹرول حاصل کر سکے، ذہن پر بتدریج کنٹرول حاصل کیا جا سکتا ہے۔ عادت کی ابتدا ذہن میں ہوتی ہے لہذا اس مسلک کو روزانہ دہرانا مخصوص قسم کی عادات کے سلسلے میں، جو ذہن کے چھ محکموں کو پروان چڑھانے اور کنٹرول کرنے کے لئے ضروری ہیں فرد کو عادت کا شعور عطا کرتا ہے۔

محض ان محکموں کے نام دہرانے کا عمل بھی اہم اثرات کا حامل ہے۔ اس عمل سے فرد کو یہ شعور حاصل ہوتا ہے، کہ یہ محکمے موجود ہیں، اہمیت کے حامل ہیں، اور سوچ کی عادات کو تشکیل دے کر ان پر کنٹرول حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہ ان عادات کی نوعیت ضبط نفس کے معاملے سے فرد کی کامیابی یا ناکامی کا تعین کرتی ہے۔

کسی بھی شخص کی زندگی میں وہ دن اہمیت کا حامل ہے، جس دن اسے اس حقیقت کا علم ہوتا ہے، کہ اس کی ساری زندگی میں ناکامی یا کامیابی کا تعلق زیادہ تر جذبات پر اس کے کنٹرول کا معاملہ ہے،

پیشتر اس کہ فرد اس حقیقت سے آگاہ ہو ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنے جذبات کی موجودگی اور نوعیت سے آگاہی حاصل کرے۔ جو بہت سے لوگ اپنی زندگی میں حاصل نہیں کر سکتے،

امریکہ میں گم نام شرابیوں کے نام سے ایک اتحاد قائم ہوا تھا، جس کی ممبر شپ

پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے، یہ لوگ تقریباً ہر شہر میں مقامی ماسٹر ذہن گروپس کی شکل میں کام کرتے ہیں، اور یہ لوگ ایک دوسرے کو شراب کی تباہ کاریوں سے بچاتے ہیں، ان گروپس کے جو نتائج سامنے آتے ہیں، وہ کسی معجزے سے کم نہیں ہیں۔

یہ لوگ مکمل طور پر ضبط نفس سے کام لیتے ہیں، اور ضبط نفس کے ذریعے سے کام کرتے ہیں۔

یہ لوگ جو دوائی استعمال کرتے ہیں، وہ آج تک انسانی علم میں آنے والی سب سے طاقت ور دوائی ہے۔ یہ انسانی ذہن کی قوت پر مشتمل ہے، جسے ایک واضح مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ مقصد شراب نوشی کا خاتمہ ہے۔

یہ ایک ایسی کامیابی ہے، جو فرد کو انسانی ذہن کی طاقت سے بخوبی آگاہ کرتی ہے۔ اگر ذہن شراب کے نشے کا علاج کر سکتا ہے، تو پھر یہ یقیناً غربت، خراب صحت، خوف اور خود کردہ حدود کا علاج بھی کر سکتا ہے۔

گمنام شرابی اس لئے کامیابی حاصل کر رہی ہے، کیونکہ اس کے ممبران اپنی دوسری ہستیوں سے متعارف ہو رہے ہیں، یعنی وہ نظر نہ آنے والی ہستیاں جو سوچ کی قوت پر مشتمل ہیں۔ یہ وہ قوتیں ہیں، جو انسان کے اندر موجود ہیں، اور نا ممکن جیسی کسی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتیں۔

یہ تنظیم بھی دوسری تمام اچھی قوتوں کی طرح زندہ رہے گی، یہ تنظیم آخر کار اپنا دائرہ کار شراب کے نشے سے آگے بڑھا کر دوسری معاشرتی برائیوں کا خاتمہ بھی اپنے قطعی مقصد میں شامل کر لے گی۔ مثلاً خوف اور غربت کی برائی، خرابی صحت اور نفرت کی برائی اور خود غرضی کی برائی وغیرہ۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش موجود نہیں کہ آخر کار، گمنام شرابی، اس فلسفے کے سترہ اصولوں کو اپنا لے گی، اور اس کے فوائد تنظیم کے ہر ممبر کو پہنچائے گی، جیسا کہ اس

کے کچھ ممبران ہیں۔ یہ کام پہلے ہی حیران کن نتائج کے ساتھ انجام دے چکے ہیں۔

یہ ایک جانی بوجھی حقیقت ہے، کہ دشمن کی پہچان کر لینا دشمن کو آدھی شکست دے دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

اور اس حقیقت کا اطلاق ان دشمنوں پر بھی ہوتا ہے، جو فرد کے ذہن کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ اور ان دشمنوں پر بھی جو اس سے باہر کام کر رہے ہوتے ہیں، اور اس کا خاص طور پر اطلاق، منفی جذبات جیسے دشمنوں پر ہوتا ہے۔

جب ان دشمنوں کی شناخت ہو جاتی ہے، تو پھر فرد تقریباً لاشعوری طور پر ضبط نفس کے ذریعے ایسی عادات اپنانا شروع کر دیتا ہے، جن کی مدد سے ان کا خاتمہ کیا جا سکے۔

یہی دلیل مثبت جذبات کے فوائد پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس فائدے کو شناخت کر لیا جائے، وہ ایسا فائدہ ہوتا ہے جسے آسانی سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

مثبت جذبات سودمند ہوتے ہیں، کیونکہ یہ ذہن کی متحرک قوت کا حصہ ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صرف اس وقت سودمند ثابت ہو سکتے ہیں، جب ان کو منظم کر کے قطعی اور تعمیری مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔ اگر ان پر اس طرح سے کنٹرول حاصل نہ کیا جائے، تو یہ بھی کسی دوسرے منفی جذبے کی طرح خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

ان کو کنٹرول کرنے کا ذریعہ ضبط نفس ہے۔ جس کا سوچنے کی عادات کے ذریعے ایک منظم اور رضاکارانہ اطلاق کیا گیا ہو،

مثال کے طور پر یقین کے جذبے کو لے لیں،

یہ جذبہ دوسرے تمام جذبوں سے زیادہ طاقتور ہے۔ یہ صرف اس وقت مددگار ثابت ہوتا ہے، جب اسے مقصد کی قطعیت پر مبنی تعمیری اور منظم عمل کے ذریعے

استعمال کیا جائے۔

یقین بغیر عمل کے بے کار چیز ہے، کیونکہ اگر اس کے ساتھ عمل شامل نہ ہو تو یہ محض جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھنے کا عمل بن کر رہ جاتا ہے۔

ضبط نفس ایک ایسا وسیلہ ہے۔ جس کے ذریعے مقصد کی قطعیت کا ثابت قدمی کے ساتھ اطلاق کرتے ہوئے یقین کے جذبے کو تحریک دی جاسکتی ہے۔

ضبط نفس کی ابتدا ایسی عادات استوار کرنے سے ہونی چاہیئے، جو ارادے کی قوت کو تحریک دیں، کیونکہ یہی،، انا ہے،، قوت ارادی کا مسکن، جہاں فرد کی خواہشات جنم لیتی ہیں۔ اسی طرح خواہش اور یقین کے جذبات یقینا آپس میں ناتا رکھتے ہیں۔

جہاں کہیں بھی ایک شدید خواہش موجود ہوتی ہے، وہاں یقین کی گنجائش بھی موجود ہوتی ہے، جو کہ بالکل خواہش کی شدت کے ہم پلہ ہوتی ہے۔ دونوں کا ایک دائمی تعلق ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو تحریک دیں تو دوسری خود بخود تحریک پکڑ لے گی،

منظم عادات کے ذریعے ایک کو کنٹرول کریں، اور اس کو کوئی خاص سمت عطا کریں تو دوسرا خود بخود کنٹرول ہو جائے گا، اور سمت اختیار کر لے گا۔

یہ اعلیٰ درجے کا ضبط نفس ہے۔

بنجمن ڈسرائلی کو بعض لوگ انگلینڈ کا سب سے عظیم وزیر اعظم خیال کرتے ہیں۔ اس نے یہ اعلیٰ ترین رتبہ محض مقصد کی قطعیت سے پیدا ہونے والی قوت ارادی کے بل بوتے پر حاصل کیا تھا۔

اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز ایک مصنف کی حیثیت سے کیا، لیکن وہ اس میدان میں زیادہ کامیابی نہ حاصل کر سکا۔

اس نے ایک درجن سے زیادہ کتابیں شائع کیں، لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی

عوام کو زیادہ متاثر نہ کرسکی۔اس میدان میں ناکام ہوتے ہوئے اس نے اپنی شکست کو کسی دوسرے میدان میں زیادہ چیلنج کے طور پر قبول کیا۔

پھر وہ سیاست میں اس عزم کے ساتھ داخل ہوا، کہ وہ دور دراز تک پھیلی ہوئی سلطنت برطانیہ کا وزیر اعظم بنے گا۔

۱۸۳۷ء میں میڈسٹون سے، پارلیمنٹ کا رکن منتخب ہوا، لیکن پارلیمنٹ میں اس کی پہلی تقریر کو مکمل طور پر ناکام تصور کیا گیا۔

دوبارہ اس نے اپنی شکست کو ایک مرتبہ پھر کوشش کرنے کے چیلنج کے طور پر قبول کیا۔میدان کو چھوڑنے کا سوچے بغیر اس نے اپنی جدوجہد جاری رکھی۔اور ۱۸۵۸ء میں دارالعوام کا لیڈر بن گیا۔بعد میں محکمہ مالیات کا چانسلر منتخب ہوا، ۱۸۶۸ء میں اس نے اپنے اہم قطعی مقصد کو حاصل کرلیا، اور ملک کا وزیر اعظم منتخب ہوگیا،

یہاں اسے شدید مخالفت کا سامنا ہوا، جو کہ اس کے استعفیٰ پر منتج ہوئی۔لیکن اس نے اپنی وقتی شکست کو ہرگز اپنی ناکامی تصور نہ کیا، اور دوبارہ کوشش شروع کر دی، اور یوں دوسری مرتبہ وزیر اعظم منتخب ہوگیا، جس کے بعد وہ سلطنت کا عظیم معمار بن گیا۔اور اس نے بہت سی سمتوں میں نمایاں کامیابیاں حاصل کی،

اس کی سب سے بڑی کامیابی شاید نہر سویز کی تعمیر تھا۔یہ ایک ایسا کارنامہ تھا ،جس نے سلطنت برطانیہ کو بے مثال معاشی فوائد سے سرفراز کیا۔

اس کی تمام تر کامیابیوں میں ضبط نفس کو کلیدی حیثیت حاصل تھی۔

اپنی کامیابیوں کا خلاصہ ایک جملے میں بیان کرتے ہوئے اس نے کہا تھا،، کامیابی کا راز مقصد میں ثابت قدم رہنا ہے۔

جب آگے بڑھنا ناممکن ہوجاتا تو ڈسرالی اپنی قوت ارادی سے اس کی پوری گنجائش تک کام لیتا، اس کی اس قوت ارادی نے اسے عارضی ناکامیوں کے دوران

قائم رکھا، اور اسے کامیابی کی منزل تک لے آئی۔

انسان کی زندگی میں سب سے خطرناک مقام یہی ہوتا ہے۔ جب ان کے لئے آگے بڑھنا مشکل ہو جاتا ہے تو وہ اکثر اوقات مایوسی کے عالم میں میدان چھوڑ جاتے ہیں۔ جب کہ ان کے اور ان کی کامیابی کے درمیان صرف مزید ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا ہوتا ہے۔

جب زندگی میں مخالف قوتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ اس وقت قوت ارادی کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اور ایسی ہنگامی صورت حال کے لئے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی ضروری قوت ارادی صرف ضبط نفس کے ذریعے ہی مہیا ہو سکتی ہے۔

آنجہانی تھیوڈور روزویلٹ اس صورت حال کی مزید ایک مثال ہے۔ جب انسان اپنی تمام تر محرومیوں کے باوجود کامیابی کے حصول کے لئے اپنی قوت ارادی کو استعمال کرتا ہے۔

اپنی جوانی کے آغاز میں وہ مزمن دمے اور کمزور نظری کے باعث شدید محرومیوں کا شکار تھا، اس کے دوست اسکی صحت یابی کے بارے میں مکمل طور پر مایوس ہو چکے تھے۔ لیکن اس نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا، کیونکہ وہ ضبط نفس کی قوت سے آگاہی حاصل کر چکا تھا۔

وہ مغرب کی جانب چلا گیا، اور کھلے آسمان تلے کام کرنے والے ایک سخت جان گروپ میں شامل ہو گیا۔ اور اس نے اپنے آپ کو ضبط نفس کے ایک قطعی نظام کے تحت رکھا۔ جس کے نتیجے میں اس نے اپنے جسم اور ذہن کو مضبوط اور صحت مند بنایا۔ کچھ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ وہ ایسا نہیں کر سکے گا۔ لیکن اس نے ان کی بات کو بھی مسترد کر دیا۔

اپنی صحت کے حصول کے لئے اس جدوجہد کے دوران اس نے اپنی ذات پر ایسا ضبط اور کنٹرول حاصل کر لیا تھا، کہ وہ مشرق کی جانب واپس گیا، سیاست میں داخل

ہوا، اور اپنی جدوجہد کو جاری رکھا۔ حتیٰ کہ کامیابی حاصل کرنے کے اس کے پختہ ارادے نے اسے امریکہ کا صدر بنا دیا۔

وہ لوگ جو اسے قریبی طور پر جانتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ اس کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کا پختہ ارادہ تھا۔ جو شکست کو کبھی تسلیم نہیں کرتا تھا۔ بلکہ اسے مزید جدوجہد کے لئے ایک چیلنج تصور کرتا تھا۔ اس کے علاوہ اسکی اہلیت، اس کا تجربہ کسی صورت بھی ان لوگوں سے زیادہ نہ تھا، جو اس کے اردگرد موجود تھے۔ اور ایسی ہی خصوصیت کے حامل تھے، لیکن ان کے بارے میں عوام بہت کم جانتی ہے۔ یا بالکل ہی بے خبر ہے۔

جب وہ صدر تھا تو کچھ آرمی افسر نے اس کے ایک حکم کے بارے میں شکایت کی، جو اس نے انہیں جسمانی طور پر صحت مند ہونے کے لئے دے رکھا تھا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اس نے جو حکم دے رکھا ہے، اس کے مطلب کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو گیا، اور آرمی افسرز کو اپنے پیچھے آنے کے لئے کہا، اس نے ورجینا کی ناہموار سڑکوں پر ایک سو میل کا سفر کیا، جب کہ آرمی آفیسرز کو اس کے ساتھ قدم ملانے میں شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔

اس تمام تر جسمانی عمل کے پیچھے وہ پر عزم ذہن تھا، جو کسی بھی جسمانی محرومی کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اور یہی ذہنی عزم وائٹ ہاؤس میں اس کی تمام تر سرگرمیوں سے منعکس ہوتا تھا۔

ایک فرانسیسی مہم نے نہر پانامہ تعمیر کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن ناکام ہو گئی تھی۔

تھیوڈور روز ویلٹ نے کہا کہ، نہر، تعمیر کی جائے گی، اور اسی وقت اس نے عمل پر اپنے یقین کو ثابت کرنے کے لئے کام شروع کر دیا، اور نہر تعمیر ہو گئی۔

ذاتی قوت حاصل کرنے کے لئے پختہ عزم میں لپٹی ہوتی ہے۔

لیکن اس سے صرف ضبط نفس کے ذریعے کام لیا جا سکتا ہے، اور اس کے علاوہ کوئی

اور دوسرا ایسا وسیلہ موجود نہیں جو اس قوت کو متحرک کر سکے۔

رابرٹ لیوئس سٹیون سن اپنی پیدائش کے وقت بہت نازک سا بچہ تھا، اس کی صحت اس قدر کمزور تھی کہ وہ سترہ سال کی عمر تک اپنی پڑھائی بھی ٹھیک طور پر نہ کر سکا۔ 23 سال کی عمر میں اس کی صحت اس قدر خراب ہوگئی کہ اس کے ڈاکٹروں نے اسے انگلینڈ سے باہر بھیج دیا۔

پھر اس کی ملاقات اپنی پسند کی ایک خاتون سے ہوئی، وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔

اس کے لئے اس کی محبت اتنی شدید تھی کہ اسے ایک نئی زندگی مل گئی۔ اگرچہ اس کا مادی جسم اس قدر کمزور ہو چکا تھا، کہ اس کے لئے چلنا پھرنا بھی دوبھر تھا۔ وہ لکھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس نے دنیا کو ایسا ادب دیا جو بین الاقوامی سطح پر ایک شاہکار تسلیم کیا جاتا ہے۔

محبت کے اسی جذبے نے اور بھی لوگوں کو پرواز خیال عطا کی، اور انہوں نے اس دنیا کو خوب صورت اور بہتر بنانے میں اپنی خدمات شامل کیں۔

اسی طرح چارلس ڈکنز نے اپنی ناکام محبت کو ادبی شہ پاروں میں تبدیل کر دیا۔ جو آج بھی لاکھوں دلوں کو گرماتے ہیں۔ اپنی پہلی محبت میں ناکامی پر محض مایوسی کے جھکڑوں میں اڑ کر بکھر جانے کے اس نے اپنے غم کو تحریر میں بدل دیا۔ اس طرح اس نے اپنے ذہن کی کھڑکیاں اس ناخوشگوار تجربے کے خلاف سختی سے بند کر دیں، جن کھڑکیوں کے رستے بہت سے لوگ فرار ہو کر اپنے فرض سے غافل ہو جاتے ہیں۔

اپنے دکھوں، پریشانیوں، اور مایوسیوں پر قابو پانے کا ایک ناقابل شکست اصول ہے، اور وہ ہے اپنی جذباتی پریشانیوں اور مایوسیوں کی ماہیت کو ایک قوت میں تبدیل کر کے اسے ایک واضح اور قطعی مقصد کے حصول کے لئے استعمال میں لانا۔ یہ ایک ایسا اسول ہے، جس کا ثانی کوئی دوسرا اصول نہیں ہے۔

اور اس قوت کا راز ضبط نفس میں پوشیدہ ہے۔

جسمانی اور ذہنی آزادی اور معاشی تحفظ اس ذاتی پیش قدمی کا نتیجہ ہے۔ جس کا اظہار ضبط نفس کے ذریعے کیا گیا ہو، ان آفاقی خواہشات کو حاصل کرنے کا اور کوئی دوسرا راستہ موجود نہیں۔

باقی ماندہ سفر آپ نے تنہا طے کیا ہے، اگر آپ ان ہدایات پر جو میں نے دی ہیں، درست ذہنی رویے کے ساتھ مکمل عمل کریں گے تو کامیابی کی کلید اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اب میں آپ کو انتہائی اہمیت کی حامل دنیا کی سب سے بڑی حقیقت سے روشناس کروانے جا رہا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ دولتوں کی ماسٹر چابی مکمل طور پر اس عظیم طاقت پر مشتمل ہے، جسے انسان سوچ کی طاقت کے نام سے جانتا ہے۔

شدید ضبط نفس کے ذریعے اپنے ذہن پر مکمل کنٹرول حاصل کرتے ہوئے آپ اس ماسٹر چابی کو حاصل کر سکتے ہیں۔

ضبط نفس آپ کو اپنے ذہنی رویے پر کنٹرول حاصل کرنے میں مددگار ثابت ہو گا۔ آپ کا ذہنی رویہ آپ کو زندگی کے تمام تر حالات پر قابو پانے میں مددگار ثابت ہو گا۔ ہر شکست، ہر ناکامی، اور ہر مصیبت کو اس کے ہم پلہ اثاثے میں تبدیل کر دے گا۔ یہی وجہ ہے کہ مثبت ذہنی رویہ زندگی کی بارہ دولتوں میں سرفہرست رکھا گیا ہے۔

اس لئے اب یہ آپ پر پوری طرح عیاں ہو جانا چاہیے کہ دولتوں کی عظیم ماسٹر چابی محض وہ ضبط نفس ہے جو آپ کو اپنے ذہن پر مکمل اور جامع کنٹرول حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے،

بالکل جہاں آپ اس وقت کھڑے ہیں، وہیں سے ابتدا کریں، اور اپنے آپ کے مالک بن جائیں، ابھی ابتدا کریں اور اپنی اس ہستی کو ختم کر ڈالیں، جس نے

آج تک آپ کو غربت اور محتاجی میں پھنسائے رکھا۔اور اپنی دوسری ہستی کو پہچانیں، اور گلے لگائیں، جو آپ کو ہر وہ چیز دے سکتی ہے، جس کی خواہش آپ کے دل میں پیدا ہو،

یاد رکھیں سب سے اہم حقیقت یہ ہے کہ جس چیز پر آپ کو مکمل اختیار حاصل ہے، وہ آپ کا اپنا ذہنی رویہ ہے۔

کیونکہ یہی تمام دولتوں کی ماسٹر چابی ہے۔

------اختتام------